عالمِ برزخ، میدانِ حشر اور دار الجزاء
کے موضوع پر ایک جامع اور مفصل کتاب

ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمن العریفی

ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمٰن العریفی

اردو قالب: حافظ قمر حسن
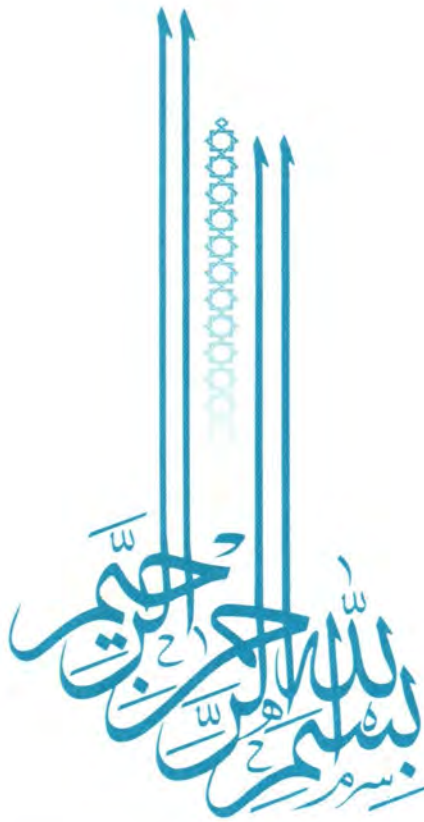
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
العريفي،محمد عبدالرحمن
عالم آخرت باللغة الاردية، / محمد عبدالرحمن العريفي.الرياض ١٤٣٥هـ
ص:٦٧٦،مقاس ١٤ x ٢١ سم
ردمك: ٢-٢٨٨-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨
١-القيامة ٢.علامات القيامة أ. العنوان
ديوي ٢٤٣ ١٤٣٥/٣٦٥٧

رقم الإيداع: ١٤٣٥/٣٦٥٧
ردمك: ٢-٢٨٨-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

عالمِ آخرت

سعُودی عَرَب (ھیڈآفس)

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الرّیاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com

Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الرّیاض • العلیا۔ فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221
• سویدی فون: 4286641 1 00966 • سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966

جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس: 04 8151121
الخُبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 7 00966
ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 3696124 6 00966

امریکہ • نیویارک فون: 001 718 625 5925 • ہوسٹن: 001 713 722 0419 کینیڈا • نصیر الدین الخطاب فون: 001 416 4186619
لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 0044 20 85394885-0044 20 77252246 • دارِ مکہ انٹرنیشنل: 0044 0121 7739309
متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 00971 6 5632623 فیکس: 5632624 فرانس فون: 0033 01 480 52928 فیکس: 0033 01 480 52997
انڈیا • دارالسلام انڈیا فون: 0091 44 45566249 موبائل: 0091 98841 12041 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 0091 22 2373 4180
• ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 0091 40 2451 4892 موبائل: 0091 98493 30850 • ایم ایس براک انٹرپرائزز فون: 0091 44 42157847
سری لنکا • دارالکتاب فون: 0094 115 358712 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 0094 114 2669197

پاکستان ھیڈآفس ومرکزی شورُوم

لاہور 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ لاہور فون: 00 4 32 372 24,400 372 34,240 373 42 0092 فیکس: 72 540 373 042
• غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 54 200 371 42 0092 فیکس: 03 207 373 042
• Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092

کراچی مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دُوسری گلی، کراچی فون: 36 939 343 21 0092 فیکس: 37 939 343 21 0092

اسلام آباد F-8 مرکز، ایوب مارکیٹ، شاہ ویز سنٹر: 13 815 22 51 0092

info@darussalampk.com | www.darussalampk.com

فہرست

عرضِ ناشر

انسان نے زمین پر ابھی قدم بھی نہ رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک عارضی جہان تیار کیا ہوا تھا۔ اس جہان کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ کہیں نہریں، کہیں دریا، کہیں سمندر، کہیں کھیت، کہیں باغ اور کہیں جنگل۔ کہیں وادیاں، کہیں گھاٹیاں اور کہیں پہاڑ اور پھر انسان کی ضرورت کے مطابق اسے مناسب ماحول فراہم کیا۔ اور جس جس چیز کی ضرورت تھی وہ مہیا فرمائی۔ اس جہان کو دنیا اور یہاں جینے کو زندگی سے یاد کیا جاتا ہے۔ انسان دنیا میں اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ ایک نظام کے تحت لایا گیا ہے۔ پھر اس نے اس آباد جہاں کا نظارہ کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا، اسی طرح ایک دن انسان اپنی مرضی کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوگا اور ایک دوسرا جہان اس کے لیے آباد ہوگا، اُس جہاں کو عالم آخرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عالم دنیا میں آنے سے قبل انسان کو یہاں کی زندگی کے متعلق کچھ اندازہ نہ تھا مگر اس دنیا کے بعد جو کچھ پیش آنا ہے اس کے متعلق ہمیں بہت کچھ بتا دیا گیا ہے۔ یہ جہاں دارالامتحان اور وہ جہاں دار الجزاء ہے۔ یہاں خواہشات پر کنٹرول کرنا ہے اور وہاں ہر خواہش نے پورا ہونا ہے، یہ جہاں فانی ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے ہے، یہاں محنت مشقت ہے اور وہاں جزا و سزا ہے۔

موت کے بعد عالمِ آخرت کا سفر شروع ہوجاتا ہے۔ اس سفر میں جو کچھ پیش آنا ہے، جو کچھ پوچھا جانا ہے اور جو اعزاز و اکرام سے نوازا جانا ہے یا ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑنا ہے اور اس سفر کی جو مشکلات ہیں، اسی طرح صبح قیامت کا طلوع ہونا، حساب کتاب اور اس کے بعد جنت یا جہنم اس قسم کی تمام تفصیلات و جزئیات زیر نظر کتاب کا موضوع ہیں۔

منفرد انداز اور ڈھیروں معلومات کا یہ خزینہ عرب کے مایہ ناز سکالر ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی کی گرانقدر تالیف ہے۔ مؤلف نے مرحلہ وار ایک ایک چیز کو دلائل کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ جہاں کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے اسے رفع کیا ہے۔ لغوی بحثیں بھی کی ہیں۔ اس طرح بہت سی نادر معلومات ایک کتاب میں ایک عنوان کے تحت جمع ہیں۔ جس طرح مؤلف نے انتہائی محنت اور لگن سے ایک اعلیٰ پائے کی کتاب امت کو تحفے میں دی ہے اسی طرح فاضل مترجم حافظ قمر حسن نے بھی بڑے دلکش پیرائے، سادہ اسلوب اور ادبی رنگ سے اسے چار چاند لگائے ہیں۔ اور شعبہ ڈیزائننگ و کمپوزنگ نے بھی ظاہری محاسن کی طرف خوب توجہ دی ہے۔ اس لحاظ سے اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد پیشکش کے طور پر سامنے آئی ہے۔ وللّٰہ الحمد.

اس سلسلے میں مؤلف اور مترجم کے علاوہ دارالسلام لاہور کے جنرل منیجر حافظ عبدالعظیم اسد اور ریسرچ سے ان کے رفقاء حافظ محمد نعمان فاروقی، عبدالبصیر خالد، حافظ عثمان یوسف اور شاہد جانباز اور شعبہ کمپوزنگ سے عبدالرافع، عبدالباسط اور شعبہ ڈیزائننگ سے صفت الٰہی صاحب اور اسد علی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ ان سب احباب کے تعاون سے ایک علمی شاہکار اعلیٰ معیار کے مطابق طباعت سے آراستہ ہوکر

منصۂ شہود پر آیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عالم آخرت کے لمبے سفر کی تیاری کی توفیق سے نوازے اور آخرت کی منزلوں کو آسان فرما دے۔ آمین

قارئین کرام!

زیر نظر کتاب میں جنت اور جہنم کے حوالے سے کچھ تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں۔
جنت کے خوشگوار اور دلفریب مناظر باغات وغیرہ سے جبکہ جہنم کے خوفناک مناظر کو آگ کے شعلوں وغیرہ سے واضح کیا گیا ہے۔

یہاں یہ وضاحت نہایت ضروری ہے کہ جنت کی بہاریں، رونقیں، نعمتیں اور عیش و آرام کی کیفیات انسانی تصور سے بالاتر ہیں۔ ان کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ ''کوئی انسان نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان چھپا رکھا ہے''۔ اور حدیث قدسی میں ہے: اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ) (بخاری)۔ ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھا، نہ کسی کان نے کبھی سنا اور نہ کسی انسانی دل میں اس کا تصور تک کبھی آیا''۔

اسی طرح جہنم والوں کے دکھ، مصیبتیں، ذلتیں اور پریشانیاں بھی انسانی تصور سے بالاتر ہیں۔ ان کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یہ تصاویر محض خیالی اور تصوراتی ہیں۔ انہیں اصل سے کوئی نسبت نہیں۔ یہ محض بات کو واضح کرنے کے لیے لگائی گئی ہیں تاکہ قارئین کرام کے سامنے جنت اور جہنم کا ایک معمولی سا خاکہ آجائے اور وہ جنت کے حصول جہنم سے بچاؤ کے لیے پہلے سے زیادہ محنت اور کوشش کریں۔

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مینیجنگ ڈائریکٹر، دارالسلام

ستمبر 2013ء / شوال 1434ھ

اُس نے مجھے کئی مرتبہ فون کیا لیکن میں مصروف تھا، اُس کی بات نہیں سن پایا۔ وہ میرے موبائل فون پر یکے بعد دیگرے پیغامات ارسال کرنے لگا۔ میں نے اُسے فون کیا۔ وہ بظاہر پرسکون تھا لیکن اُس کے لہجے میں غم کی گھلاوٹ تھی۔ اُس نے بڑے اطمینان سے پوچھا: ''یا شیخ! ہم مرنے کے بعد کہاں جائیں گے؟'' میں نے کہا: ''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے! ہم مرجائیں گے۔ اُس کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، پھر میدانِ محشر میں اکٹھے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔''

''نہیں، میں نہیں مانتا۔ مجھے یقین نہیں۔'' اُس نے نہایت تشویشناک لہجے میں کہا۔

اُس کے لب و لہجے سے میں نے اندازہ کیا کہ یا تو وہ ملحدانہ افکار و نظریات پر مبنی کتابیں پڑھتا ہے یا انٹرنیٹ پر ایسی ویب سائٹوں میں جاتا ہے جو مہلک لادینی نظریات پھیلاتی ہیں یا پھر ایسے ملحد اور بے دین افراد سے اُس کا واسطہ پڑتا ہے جو اُس کے خالی ذہن کو الوہی عقائد کے متعلق تشویش میں مبتلا کرتے ہیں، چنانچہ جب اُس نے مجھے اِس بے یقینی کی وجہ بتائی تو میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اُس نے بتایا کہ وہ کئی بار ایسی ویب سائٹوں میں گیا جو فلسفۂ حیات و ممات سے بحث کرتی ہیں۔ بعدازاں اُس نے چند افراد سے اِس سلسلے میں

بات چیت بھی کی جنھوں نے اُسے مزید تشویش میں ڈالا۔ یوں بڑوں سے جو عقائد سنتے سنتے وہ پروان چڑھا تھا، اُن کے متعلق اُس کے دل میں شکوک وشبہات نے جنم لیا۔ وہ بولا: ''جنت، دوزخ، حساب کتاب، جزا وسزا، یہ سب کیا ہے؟''

میں نے کہا: ''میرے بھائی! ذرا تحمل سے کام لو۔ یاد رکھو! آدمی کو ایسی باتوں میں نہیں پڑنا چاہیے جن کے متعلق اُسے ٹھیک طرح سے علم نہ ہو۔ قرآنِ مجید میں بھی تو یہی لکھا ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾

''اور جس بات کا آپ کو علم ہی نہیں اس کے پیچھے نہ لگیں۔''[1]

جو آدمی ایسے معاملے میں پڑتا ہے جس کے متعلق اُسے ٹھیک طرح سے علم نہیں ہوتا، وہ پریشانی سے دوچار ہوتا ہے اور بہت سی باتیں اُس کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ تب کوئی بھی آدمی اُسے آسانی سے بیوقوف بنا سکتا ہے۔

[1] بنی إسرآء یل: 36:17.

دیکھو! یہ جو عقیدہ ہے نا توحید کا اور یہ جو ایمان ہے، یہ ہماری اخلاقیات کی بنیاد ہے۔

یہ ہماری جڑ ہے۔ ہم اِس کے بنا ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔ اِس کے بغیر ہمارے دلوں کو اطمینان نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ دینِ اسلام کے ماننے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہورہا ہے۔ یقین مانو، اُن میں بڑے بڑے سمجھ دار لوگ شامل ہیں۔ یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے اساتذہ، مایۂ ناز دانشور، ذہین سائنسدان اور اُمراء و وزراء، ایسے سبھی افراد اسلام کی طرف آرہے ہیں۔ اُس دین کی طرف جس میں اُنھیں جنت، دوزخ، حساب کتاب اور جزا و سزا پر ایمان لانا ہوتا ہے۔ تو کیا اُن پر کوئی زبردستی کرتا ہے کہ وہ اِن عقائد کو ضرور ہی تسلیم کریں؟ نہیں نا؟

دو باتیں اُنھیں اسلام کی جانب لاتی ہیں۔ ایک توحید، دوسری اسلام کا فطری پن۔ اسلام کی یہی دو باتیں دل کو آرام، سکون اور طمانیت کا احساس دلاتی ہیں۔

ذرا سوچو کہ وہ کون سی شے ہے جو اُنھیں اسلام کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ دو باتیں اُنھیں اسلام کی جانب لاتی ہیں۔ ایک توحید، دوسری اسلام کا فطری پن۔ اسلام کی یہی دو باتیں دل کو آرام، سکون اور طمانیت کا احساس دلاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سب سے پہلے ہمارے باپ آدم کو پیدا کیا، پھر ہماری ماں حوّا کو بنایا۔ اِنھی دونوں میاں بیوی سے انسانوں کی نسل آگے بڑھی۔ انسان ہی یہ دنیا بساتے ہیں۔ اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے حُسنِ سلوک کرتے ہیں۔ اچھی اور خوش باش زندگی گزار کر مر جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد اُنھیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور اُن

کا محاسبہ ہوگا۔''

غرضیکہ میں نے اُس سے دین کی بہت سی بنیادی باتیں کیں۔ اُسے ہر طرح سے مطمئن کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ نہایت خاموشی، توجہ اور انہماک سے میری باتیں سنتا رہا۔ معلوم ہوتا تھا وہ گہری سوچ میں پڑا ہے۔

بعدازاں مجھے بڑی شدت سے یہ احساس ہوا کہ ایسے نوجوانوں کو ایک ایسی کتاب کی بہت ضرورت ہے جو آخرت کے امور پر جدید انداز سے روشنی ڈالے اور نہایت سادہ زبان میں لکھی جائے۔ تب میں نے یہ کتاب لکھنے کا آغاز کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِسے مفید مطلب بنائے اور اپنی رضا کے لیے اِسے خالص کرے، آمین۔ [1]

[1] اس کتاب کو میری اُس کتاب کا تتمہ سمجھنا چاہیے جس میں، میں نے اختتامِ دنیا اور قیامت کی چھوٹی بڑی نشانیوں سے بحث کی ہے۔ اُس (کے اردو ایڈیشن) کا نام ہے، جب دنیا ریزہ ریزہ ہوجائے گی۔ (دارالسلام کو یہ کتاب شائع کرنے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔)

ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن عریفی

ڈاکٹریٹ: اسلامی عقیدہ اور عصر حاضر کے مذاہب

پروفیسر کنگ سعود یونیورسٹی الریاض (سعودی عرب)

رکن بین الاقوامی اتحاد برائے علمائے اسلام

رکن اعلیٰ سطحی کمیٹی برائے انسانی فلاح و بہبود

الریاض (سعودی عرب)

9 ذی الحج 1432ھ

5 نومبر 2011ء

دنیائے آخرت!!
لیکن کیوں؟!!

تمام آسمانی مذاہب اِس پر متفق ہیں کہ مرنے کے بعد تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور اُن اعمال کے نتیجے میں جو وہ دنیا میں انجام دیتے رہے تھے، اُنھیں جزا و سزا کے مرحلے سے گزرنا پڑے گا۔ دنیا میں جو آدمی ظلم کرتا رہا تھا، اُسے اُس کے ظلم کی سزا دی جائے گی۔ اور جس نے دنیا میں اچھے کام کیے تھے، اُسے اُن اچھے کاموں کی جزا دی جائے گی۔ یوں دنیا کی زندگی، زندگی کا آخری مرحلہ نہیں۔ دنیا کی زندگی کے بعد بھی ایک لافانی زندگی سے واسطہ پڑے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ ﴾

”کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان لوگوں کے مانند کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں؟ یا ہم متقین کو بدکاروں کے مانند کر دیں گے؟“ [1]

اور فرمایا:

﴿ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ﴾

[1] صٓ 38:28.

''(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تمھیں ضرور اٹھایا جائے گا، پھر تمھیں ضرور جتائے جائیں گے جو تم نے عمل کیے اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے۔''[1]

حضرتِ اقبال رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا تھا۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی ، صُبحِ دوامِ زندگی

[1] التغابن 64:7.

اس لیے یومِ آخرت پر ایمان لانا ایمانیات کا ایک اہم رکن ہے۔ جو آدمی موت کے بعد کی زندگی اور حساب کتاب کا منکر ہے، وہ دراصل اللہ تعالیٰ کا منکر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ ﴾

"جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں ٹیڑھ ڈھونڈتے تھے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے۔" [1]

[1] الأعراف 7:45.

دنیائے آخرت پر ایمان!!
لیکن کیوں؟!

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کے بعد آخرت کی زندگی بنائی اور قرآنِ مجید میں جا بجا اُس کے حالات بیان کیے ہیں۔ اُس نے ہم پر واجب قرار دیا ہے کہ ہم آخرت کی زندگی پر ایمان لائیں اور اُس کے لیے تیاری کریں۔

دنیائے آخرت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ اِس سے آدمی کو اچھے کاموں کی رغبت ملتی ہے۔ پریشانی اور اکتاہٹ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ بُرے کاموں سے نفرت ہوتی ہے۔ آدمی دوسروں پر ظلم نہیں کرتا۔ دوسروں کا حق نہیں مارتا۔ امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ بے ایمانی سے کام نہیں لیتا کیونکہ اُسے یومِ آخرت کو جواب دہی کا ڈر ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوٰزِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۖ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝﴾

''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (عمل) ہوگا تو ہم اسے (تولنے کے لیے) لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔'' [1]

اور فرمایا:

﴿ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ ﴾

''اور سب چہرے حَیٌّ قَیُّوْم (اللہ) کے آگے جھک جائیں گے اور یقیناً وہ ناکام ہوا جس نے ظلم (شرک) کا بوجھ اٹھایا۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا:

''جس آدمی نے کسی پر اُس کی عزت یا کسی اور شے کے حوالے سے ظلم کیا ہے وہ اُس سے آج ہی تصفیہ کر، کرا لے، قبل اِس سے کہ نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم۔ ظالم کی

[1] الأنبياء 21:47. [2] طٰهٰ 20:111.

اگر کوئی نیکی ہوگی تو جس قدر اُس نے ظلم کیا تھا اُسی قدر نیکیاں اُس سے لے کر مظلوم کے اعمال نامے میں ڈال دی جائیں گی۔ ظالم کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اُس کے سر لاد دیے جائیں گے۔'' [1]

تاہم اہل ایمان پر رحمت الٰہی کی برکھا یوں بھی برسے گی کہ اللہ تعالیٰ ظالم و مظلوم کی صلح کرا کر ظالم کو معاف اور مظلوم کو راضی کردے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمول کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا۔

آپ اتنا مسکرائے کہ سامنے کے دانت دکھائی دیے۔ کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنستے ہیں؟ فرمایا: ''میری امت کے دو فرد اللہ تعالیٰ کے حضور گھٹنوں کے بل بیٹھے۔ ایک نے عرض کیا کہ رب کریم! مجھے میرے بھائی سے اُس کے ظلم کا بدلہ دلا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے فرمایا: ''اپنے بھائی کو ظلم کا بدلہ دے۔'' وہ بولا:

[1] صحيح البخاري، حديث:2449.

''رب تعالیٰ! میری تو کوئی نیکی باقی نہیں بچی۔'' پہلے نے عرض کیا کہ ''رب کریم! اگر ایسی بات ہے تو یہ میرے گناہ اپنے سر لادلے۔'' اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: ''اُس روز لوگوں کو یہ بھی ضرورت ہوگی کہ اُن کے گناہوں کا بوجھ ہلکا کردیا جائے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا حق مانگنے والے سے فرمایا کہ نگاہ اٹھا کر دیکھ۔ اُس نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرض کیا کہ رب عزوجل! میں تو سونے کے شہر دیکھ رہا ہوں اور سونے کے محل جن میں ہر طرف سُچے موتی جڑے ہیں۔ یہ کس نبی کے ہیں؟ یہ کس صدیق کے ہیں؟ یہ کس شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ اُس کے ہیں جو اِن کی قیمت چکائے گا۔'' اُس نے عرض کیا: ''اِن کی قیمت بھلا کون چکا سکتا ہے؟'' فرمایا: ''تُو چکا سکتا ہے اِن کی قیمت۔'' اُس نے عرض کیا: ''وہ کیسے؟'' فرمایا: ''اپنے بھائی کو معاف کرکے۔'' تب اُس نے کہا: ''رب کریم! میں نے اُسے معاف کیا۔'' فرمایا: ''تو اپنے بھائی

کا ہاتھ پکڑ اور اُسے جنت میں لے جا۔'' بعدازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور آپس میں صلح کرو۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی صلح کرائے گا۔'' [1]

آخرت پر ایمان لانا آدمی کو فساد اور اِلحاد سے بچاتا ہے جبکہ یومِ آخرت کا منکر بُرا کام کرتے ہوئے گھبراتا نہیں، وہ ہمیشہ بے راہ روی کا شکار رہتا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝ ﴾

''اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، وہ یقیناً صراطِ مستقیم سے ہٹ رہے ہیں۔'' [2]

ایمان بالآخرت آدمی کو حُسنِ اخلاق کا خوگر بناتا اور مصائب پر صبر مندی کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔ دنیا کی کوئی شے چھن جائے، ضائع ہو جائے تو وہ کفِ افسوس ملنے کے بجائے ثوابِ آخرت کا امیدوار ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو بھی مصیبت پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی وجہ سے اُس کے گناہ ہی معاف کرتا ہے۔ اُسے کانٹا بھی چبھے تو اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔'' [3]

یہ ایمان بالآخرت ہی ہے جو آدمی کو اعترافِ گناہ کی جرأت دلاتا اور اُسے اِس امر پر آمادہ کرتا ہے کہ جیسے بھی ہو، اُسے گناہ کی غلاظت دھو کر پاکیزگی حاصل کرنی چاہیے۔ خود احتسابی کے حوالے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مثالی عمل و کردار ہمارے لیے رول ماڈل کی

[1] (ضعیف جدًا) المطالب العالية لابن حجر، حديث: 4590، وضعيف الترغيب والترهيب، حديث: 1469. [2] المؤمنون 23:74. [3] صحيح البخاري، حديث: 5640.

حیثیت رکھتا ہے۔

ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ شیطان نے ایک روز انھیں وسوسہ ڈالا۔ وہ ایک انصاری کی باندی سے زنا کر بیٹھے۔ ارتکابِ گناہ کے بعد شیطان نے تو اپنی راہ لی جبکہ وہ سخت نادم ہوئے۔ گناہ کا احساس چین نہیں لینے دیتا تھا۔ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور ندامت بھرے لہجے میں عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اِس بدکردار نے زنا کیا ہے، اِسے پاک کردیجیے۔'' آپ نے رُخِ انور پھیرلیا۔ وہ دوسری طرف سے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کردیجیے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ارے! جاؤ۔ جا کر اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو۔'' ماعز چلے گئے۔ لیکن تھوڑی دور جا کر واپس آ گئے۔ گناہ کا احساس انھیں بےکل کیے دیتا تھا۔ بے تابی تھی کہ بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔ خدمت نبوی میں دوبارہ حاضر ہوئے اور

یارسول اللہ! اِس بدکردار نے زنا کیا ہے، اِسے پاک کردیجیے۔'' آپ نے رُخِ انور پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف سے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کردیجیے۔

عرض کیا: ''یارسول اللہ! مجھے پاک کردیجیے۔'' آپ نے پھر وہی جواب دیا: ''اللہ تمھارا بھلا کرے! جاؤ۔ اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو۔'' وہ تھوڑی دور جا کر پھر واپس آ گئے۔ عرض کیا: ''یارسول اللہ! مجھے پاک کردیجیے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرے ناراض ہوکر فرمایا: ''ارے! کیا ہوگیا ہے تمھیں! جانتے بھی ہو، زنا کیا ہوتا ہے؟'' آپ کے حکم سے ماعز رضی اللہ عنہ کو مسجد سے نکال باہر کیا گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ دوبارہ آ گئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کردیجیے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارا ناس ہو!

تمھیں پتا بھی ہے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟'' آپ ﷺ کے حکم سے انھیں پھر مسجد سے نکال دیا گیا۔ ماعز رضی اللہ عنہ نے جب تیسری اور چوتھی مرتبہ آپ کے حضور آ کر اعترافِ گناہ کیا تو آپ نے ان کے اہلِ قبیلہ سے دریافت کیا کہ کہیں یہ پاگل تو نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! ہمیں اس میں ایسی کوئی بات دکھائی نہیں دی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کہیں اِس نے شراب تو نہیں پی؟'' ایک صاحب اُٹھے اور ماعز کا منہ سونگھا۔ شراب کی بو نہیں آئی۔ تب آپ ﷺ ماعز کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ زنا کیا ہوتا ہے؟''

اس نے کہا: ''جی ہاں! جس طرح آدمی اپنی بیوی سے حلال طور پر کرتا ہے، اُسی طرح میں نے اُس عورت سے حرام طور پر کیا ہے۔'' فرمایا: ''تو اب تم کیا چاہتے ہو؟'' ماعز رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں، آپ مجھے پاک کر دیجیے۔ فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے ماعز رضی اللہ عنہ کو پتھر مار مار کر رجم کر دیا گیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر انھیں دفن کر دیا تو رسول اللہ ﷺ اپنے

اصحاب کے ہمراہ اُس جگہ کے قریب سے گزرے جہاں انھیں رجم کیا گیا تھا۔ ایک آدمی نے اُس جگہ کی طرف اشارہ کرکے دوسرے آدمی سے کہا کہ اِسے دیکھو، اللہ نے اِس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس نے کتے کی طرح پتھر کھائے اور رجم ہوکر رہا۔ آپ نے اُن دونوں کی یہ بات سن لی۔ آگے راستے میں ایک جگہ مردہ گدھا پڑا تھا۔ آپ نے اُن دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ جاؤ، اُس مردہ گدھے کو کھاؤ۔ وہ دونوں حیران ہوکر بولے: ''یا رسول اللہ! اِسے بھلا کون کھا سکتا ہے؟'' فرمایا: ''ابھی ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کی عزت پر جو کیچڑ اچھالی، اُس سے بہتر تھا کہ تم یہ مردار کھا لیتے۔ واللہ! اُس نے ایسی توبہ کی ہے کہ بہت سارے لوگوں میں تقسیم کردی جائے تو اُن کے لیے کافی ہو۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ اِس وقت جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہا ہے۔''[1]

ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش بختی کے کیا کہنے! یہ درست ہے کہ وہ زنا میں پڑے تھے۔ بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے تھے لیکن جب گناہ کی لذت جاتی رہی اور پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہ بچا تو انھوں نے ایسی توبہ کی کہ بہت سارے لوگوں میں تقسیم کردی جاتی تو اُن کے لیے کافی ہوتی۔

اور آخر میں ایک یہ بات کہ ایمان بالآخرت آدمی کو امانتداری پر آمادہ کرتا اور ریا کاری سے محفوظ رکھتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] سنن أبي داود، حديث: 4428، (امام ابوداود کی سند ضعیف ہے، تاہم اصل حدیث صحیح بخاری حدیث: 6824 اور صحیح مسلم حدیث: 1692 میں آئی ہے۔ دو صحابہ نے ماعز رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل پر جو منفی تبصرہ کیا تھا (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر اُنھیں سخت ڈانٹ پلائی تھی) وہ صحیح روایات میں نہیں آیا۔ یوں حدیث کا وہ حصہ قطعی درست نہیں۔)

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾

''اللہ کی مسجدیں تو صرف وہ آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکاۃ دی اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرا، لہٰذا امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے۔''[1]

''ایمان بالآخرت دنیا میں راحت کا اور آخرت میں سعادت (خوش انجامی) کا باعث ہے۔''

[1] التوبة 18:9.

قیامت

قیامت کا اطلاق دو قسم کے واقعات پر ہوتا ہے۔ ایک قسم کا واقعہ تو اکثر و بیشتر پیش آتا ہے اور ہم زندگی میں متعدد دفعہ اُس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ دوسری قسم کا واقعہ ایک ہی مرتبہ پیش آئے گا اور اُس کی ہولناکی تصورات کے دائرے میں نہیں آسکتی۔ انسانی دل و دماغ اُس کی دہشت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ یوں قیامت دو طرح کی ہے: چھوٹی قیامت (قیامت صغریٰ) اور بڑی قیامت (قیامت کبریٰ)۔

چھوٹی قیامت (قیامت صغریٰ)

چھوٹی قیامت ہر آدمی کے لیے علیحدہ ہے۔ آدمی جب مر جاتا ہے تو اُس پر قیامت آجاتی ہے۔ صحابیٔ رسول سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ لوگ قیامت قیامت کرتے ہیں، حالانکہ آدمی کی موت ہی اُس کی قیامت ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بھی چھوٹی قیامت ہی کا ذکر ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ تند مزاج بدو خدمت نبوی میں حاضر ہوکر پوچھا کرتے

تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ اُن کے سب سے چھوٹے بچے کو دیکھ کر فرمادیا کرتے تھے کہ یہ بچہ زندہ رہا تو اِس کے بوڑھا ہونے سے پہلے تم پر قیامت آجائے گی۔ [1]
(مطلب یہ کہ اِس بچے کے بوڑھا ہونے سے پہلے تم سب کو موت آجائے گی۔)

بڑی قیامت (قیامت کبریٰ)

بڑی قیامت تمام مخلوقات پر آئے گی۔ اُس کے آتے ہی زمین پر زندگی کا خاتمہ

[1] صحيح البخاري، حديث:6511، و صحيح مسلم، حديث:2952، 2953.

ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو حساب کتاب اور جزا و سزا کے لیے اکٹھا کرے گا۔ جزا پا کر لوگ جنت میں جائیں گے اور سزا پا کر جہنم میں۔

قرآنِ مجید کی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے چھوٹی بڑی دونوں قیامتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ فرمایا:

﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝﴾

"پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچایا۔ پھر وہ جب چاہے گا اسے (دوبارہ) زندہ کرے گا۔" [1]

﴿اَمَاتَهٗ﴾ چھوٹی قیامت۔

﴿اَنْشَرَهٗ﴾ بڑی قیامت کے روز از سرِ نو زندگی۔

آیئے! چھوٹی قیامت، یعنی موت سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ لیکن اُس سے پہلے ذرا کان اِدھر لایئے۔ ایک بات مجھے آپ کے کان میں کہنی ہے:

"ابھی سے چھوٹی قیامت کی تیاری شروع کر دیجیے، بڑی قیامت کی منزلیں آسان ہو جائیں گی۔"

[1] عبس 80:21، 22.

چھوٹی قیامت

(قیامت صغریٰ)

چھوٹی قیامت سے مراد موت ہے اور موت کا مطلب ہے روح کا بدن سے جدا ہونا۔ یہ کیفیت تمام مخلوقات کو پیش آئے گی۔ اس کے نہایت عجیب وغریب اسرار ہیں۔ انسانوں کو جب موت آنے لگتی ہے تو بعض دفعہ بڑے عبرت انگیز مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

آیئے! دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو جب موت آتی ہے تو اُن کی کیا حالت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم کرتے ہیں کہ حُسنِ خاتمہ، یعنی خوش انجامی اور سوئے خاتمہ، یعنی انجامِ بد کی علامات کیا ہیں، نیز روح کی حقیقت کیا ہے؟

یہ ہے موت !!!

کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی، اُن کا ایک سمجھ دار وزیر تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد وہ اُن کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر بنا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اپنے بلند مرتبہ والد کی طرح بادشاہ اور نبی تھے۔ ایک روز وہ دن چڑھے دربارِ شاہی میں رونق افروز تھے۔ وزیر بھی حاضر خدمت تھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اُس نے سلام کیا اور آپ سے باتیں کرنے لگا۔ باتوں کے دوران میں اُس نے متعدد دفعہ وزیر کی طرف گھور کر دیکھا۔ وزیر بیچارا اُس کی تیز نظروں کی تاب نہ لایا اور بہت گھبرایا۔ وہ آدمی
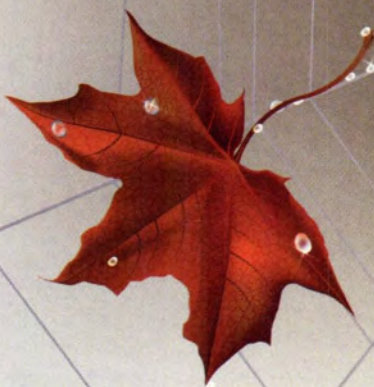
گیا تو وزیر اپنی نشست سے اٹھا اور دست بستہ عرض کیا: ”اے اللہ کے نبی! یہ آدمی کون تھا جو مجھے گھور گھور کر دیکھتا تھا۔ مجھے تو اُس کی تیز نظروں نے بخدا بہت ڈرایا۔“ فرمایا: ”یہ موت کا فرشتہ تھا۔ آدمی کے بھیس میں آیا تھا۔“ وزیر با تدبیر کو کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ ڈر کے مارے بیچارا تھر تھر کانپنے لگا۔ گھگھی بندھ گئی۔ روتے ہوئے عرض کیا: ”اے اللہ کے نبی! خدا کے لیے ہوا سے کہیے کہ وہ مجھے کہیں دور ہندوستان میں چھوڑ آئے۔“ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا۔ اُس نے وزیر کو اٹھایا اور ہندوستان چھوڑ آئی۔ اگلے روز موت کا فرشتہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ ہاں بھئی! تم نے کل ہمارے وزیر کو گھور گھور کر کیوں ڈرایا۔ وہ بولا: ”اے اللہ کے نبی! کل میں دن چڑھے آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دے کر بھیجا تھا کہ ظہر کے بعد ہندوستان میں آپ کے وزیر کی روح قبض کروں لیکن جب اُسے یہاں آپ کی خدمت میں بیٹھے دیکھا تو قدرے حیرت ہوئی، البتہ جب میں مقررہ وقت پر ہندوستان پہنچا تو اُسے اپنا منتظر پایا، چنانچہ میں نے اُس کی روح قبض کر لی۔“[1]

جی ہاں! موت ہی ہے انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا چیلنج! چنانچہ اس نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

”کہہ دیجیے: بے شک موت جس سے تم فرار ہوتے ہو، وہ تو یقیناً تمھیں ملنے والی ہے، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے، پھر وہ

[1] المصنف لابن أبي شيبة: 205/13، حديث: 35409.

تمھیں جتائے گا جو تم عمل کرتے تھے۔‘‘ [1]

کیا بادشاہ کیا وزیر، کیا امیر کیا غریب، کیا بڑے کیا چھوٹے، کیا فرشتے کیا جنات، کیا پرند کیا چرند، سبھی اِس خدائی چیلنج کا سامنا کرنے سے قاصر ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾

’’(ان سے) کہہ دیجیے: اگر تم اس بات میں سچے ہو تو اپنی موت آنے پر اسے ٹال کر دکھانا۔‘‘ [2]

اور فرمایا:

﴿اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾

’’تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔‘‘ [3]

کہاں ہیں بادشاہ اور کہاں ہیں اُن کے لاؤ لشکر؟ کہاں ہیں قیصر و کسریٰ؟ کہاں ہیں عوام کی تقدیر بدلنے کا دعویٰ کرنے والے جگادری سیاستدان؟ کہاں ہیں دنیا کی دولت مٹھی میں بند کرنے والے باکمال تاجر؟ کہاں ہیں بڑی سے بڑی بیماری کا علاج کرنے والے ذہین ڈاکٹر؟

ہے کسی میں ہمت جو اِس چیلنج کا سامنا کرے؟!

ہے کسی کو مجال جو اِس سوال کا جواب ڈھونڈ لائے؟!

[1] الجمعة 62:8. [2] اٰل عمرٰن 3:168. [3] النسآء 4:78.

ہے کسی کو تاب جو اِس معمے کا حل نکال لائے؟!
نہیں!! قطعی نہیں!!

شاعر نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

أَتٰـى عَـلَـى الْـكُـلِّ أَمْـرٌ لَّا مَـرَدَّ لَـهُ
حَتّٰـى قَـضَـوْا فَكَـأَنَّ الْقَـوْمَ مَـا كَـانُـوا

''ہر ایک کو وہ معاملہ پیش آ گیا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ سب یوں گزر گئے گویا کبھی تھے ہی نہیں۔''

وَ صَـارَ مَـا كَـانَ مِنْ مُّلْكٍ وَّ مِنْ مَلِكٍ
كَمَـا حَكٰـى عَنْ خَيَـالِ الطَّيْفِ وَسْنَانُ

''بادشاہ اور اُن کی بادشاہتیں یوں ہو گئیں جیسے خواب دیدہ، خواب میں دیکھی ہوئی تصوراتی شے کی عکاسی کرتا ہے۔''[1]

[1] نفح الطيب للمقري التلمساني: 4/487.

آغازِ سفر

''موت دنیائے آخرت کا دروازہ ہے۔''

المناک موت کے مناظر

موت کا آنا اور روح کا بدن سے جدا ہونا نہایت عجیب مشاہدہ ہے۔ ذیل میں موت کے چند مناظر پیش کیے جاتے ہیں جن میں سے بعض مناظر بڑے اندوہناک اور بعض بڑے المناک ہیں۔

پیارے نبی حضرتِ محمد ﷺ کا سانحۂ ارتحال

آں سرورِ ﷺ حج وداع سے واپس تشریف لائے تو بیمار پڑ گئے۔ بخار کی شدت میں بے طرح اضافہ ہوا اور مرض الموت کے آثار نظر آنے لگے تو آپ ﷺ نے چاہا کہ لوگوں کو الوداع کہہ دیں۔ شدید سر درد کے باعث بولنے میں دقت پیش آتی تھی، چنانچہ سر پر پٹی باندھی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کریں۔ اُن کے اعلان کرنے پر تمام لوگ مسجد میں آ گئے۔ آپ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا سہارا لیا اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ''لوگو! تمھارے کچھ حقوق مجھ پر عائد ہوتے ہیں۔ آئندہ تم مجھے اِس جگہ نہیں دیکھو گے۔ غور سے سنو! میں نے اگر کسی کی پیٹھ پر کوڑے کی ضرب لگائی تھی تو میری پیٹھ حاضر ہے، وہ مجھ سے ابھی انتقام لے لے۔ اگر میں نے کسی سے روپیہ لیا تھا تو میرا روپیہ حاضر ہے، وہ اُس میں سے اپنا روپیہ ابھی وصول

کرلے۔اوراگرمیں نے کسی کی عزت کو دُشنام دی تھی تو میری عزت حاضر ہے، وہ اپنا بدلہ ابھی چکالے اور کوئی یہ نہ کہے کہ وہ میری عداوت سے ڈرتا ہے۔ عداوت میرے شایانِ

شان نہیں، نہ کبھی میرے اخلاق کا حصہ رہی ہے۔ وہ آدمی مجھے تم میں سب سے زیادہ پسند ہے جو مجھ سے اپنا حق لے لے، اگر میرے ذمے اُس کا کوئی حق واجب الادا ہے تو، یا پھر وہ مجھے معاف کردے تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملاقات کروں کہ میرے ذمے کسی کا کوئی حق واجب الادا نہ ہو۔'' [1]

[1] (في متنه وإسناده غرابة) المعجم الكبير للطبراني: 280/18 ، و مجمع الزوائد، حديث: 14252، والبداية والنهاية: 323/5.

یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے اور گھر تشریف لے گئے۔

بخار روز بروز بڑھ رہا تھا، پھر بھی ہمت کر کے مسجد میں تشریف لاتے اور نمازوں کی امامت کراتے رہے۔ جمعہ کے روز نمازِ مغرب پڑھانے کے بعد گھر تشریف لائے تو بخار نے بہت شدت اختیار کر لی، چنانچہ بستر ڈال دیا گیا اور آپ اُس پر استراحت فرما ہوئے۔ نمازِ عشاء کے لیے لوگ مسجد میں آئے اور حضرتِ امام صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے۔ اُدھر شدتِ بخار کا یہ عالم تھا کہ آپ نے بستر پر سے اٹھنا چاہا لیکن اُٹھ نہیں پائے۔ کچھ لوگ نماز نماز پکارنے لگے۔ اُن کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں پڑی تو آپ نے دریافت کیا: ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' آپ نے سات چھاگل پانی منگایا، خود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا سہارا لے کر بڑے ٹب میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ تمام پانی مجھ پر ڈال دو۔ پانی آپ پر ڈال دیا گیا۔ بدن ٹھنڈا ہوا تو قدرے چستی معلوم ہوئی۔ اُٹھنے لگے تو غش آ گیا۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو پہلا سوال یہ کیا: ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور فرمایا کہ یہ تمام پانی

مجھ پر بہادو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اتنا پانی بہایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے بس کرنے کو کہا۔ طبیعت میں کچھ بہتری معلوم ہوئی۔ ہاتھوں کے بل اُٹھنے لگے تو غش آ گیا۔ ہوش میں آئے تو وہی سوال کیا: ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ! نہیں، وہ آپ کا انتظار کررہے ہیں۔'' آپ نے سات چھاگل پانی منگایا اور بدن پر ڈلوایا۔ طبیعت میں قدرے نشاط آیا۔ ہاتھوں کے بل اُٹھنے لگے تو پھر غش آ گیا۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو دریافت فرمایا: ''کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ آپ کا انتظار کررہے ہیں۔'' تب آپ نے حکم دیا: ''ابوبکر سے کہیے، نماز پڑھادیں۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مصلائے نبوی پر تشریف

لائے۔ اُن کی شدتِ گریہ کا یہ عالم تھا کہ لوگ ٹھیک طرح سے اُن کی قرأت نہیں سن پائے۔
یوں نمازِ عشاء تمام ہوئی۔ اُس کے بعد صبح کو نمازِ فجر بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے پڑھائی۔
اگلے تین روز وہی نمازیں پڑھاتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ فراش رہے۔

پیر کے روز ظہر یا عصر کا وقت تھا کہ طبیعت میں قدرے بشاشت معلوم ہوئی۔ حضراتِ عباس و علی رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ وہ آئے تو اُن کے کاندھوں کے سہارے اُٹھے۔ گرانی طبع کا یہ عالم تھا کہ پاؤں زمین پر نہیں پڑتے تھے اور لکیر کھچتی جاتی تھی۔ آپ اُس پردے تک پہنچے جو آپ کے اور مسجد کے بیچ حائل تھا۔ پردہ اٹھایا، نماز کھڑی تھی اور صحابۂ کرام نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ اُنھیں نماز پڑھتا دیکھ کر خوشی سے مسکرائے۔ چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح دمکنے لگا، پھر پردہ گرادیا اور بستر پر لوٹ آئے۔ تب موت کا فرشتہ آسمان سے اترا اور نزع کی کیفیت طاری ہوئی۔ پانی کا ایک پیالہ قریب دھرا تھا۔ مارے گھبراہٹ کے اُس میں ہاتھ ڈبوتے، چہرے پر پھیرتے اور کہتے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ»

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بلاشبہ موت کی بہت سختیاں ہیں۔''

صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور بولیں: ''ہائے! میرے باپ کا کرب!'' اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''آج کے بعد تمھارے باپ کو کچھ کرب نہ ہوگا۔'' جب سانس اکھڑنے لگی تو وہ باتیں کہیں جن کی ہمیشہ فکر رہتی تھی:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا تھا۔''

«اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ جَعَلُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

''اُن لوگوں سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا تھا جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا تھا۔''

آخر میں فرمایا:

«اَلصَّلَاةَ، اَلصَّلَاةَ، وَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ»

''نماز، نماز اور تمھارے لونڈی غلام (اُن کا خاص خیال رکھنا)۔''[1]

یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حالت میں وفات پائی کہ آپ کو کسی آدمی کا کوئی حق نہیں دینا تھا۔ آپ اپنی تمام ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہو چکے تھے۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 680، 4441و4449، و صحيح مسلم، حديث: 418، 419، و مسند أحمد: 290/6، الرحيق المختوم، ص: 445-447، والموطأ للإمام مالك، حديث: 191.

خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات

خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے لشکروں نے سلطنت فارس کو تہ و بالا کیا تو مجوسی آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔ مدینہ میں ابولؤلؤ نامی ایک مجوسی غلام تھا۔ وہ بڑا کاریگر تھا۔ آٹا پیسنے کی چکیاں بنایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ خلیفۂ ثانی کو راہ چلتے ملا۔ آپ نے اُس سے کہا کہ پتہ چلا ہے تم پَون چکی (ہوا سے چلنے والی چکی) بھی بنا سکتے ہو۔ اُس نے آپ کی طرف بڑے غصے سے دیکھا اور گستاخانہ لہجے میں کہا: ''ہاں لیکن تمھارے لیے تو میں ایسی چکی بناؤں گا کہ مشرق و مغرب میں اُس کا چرچا ہوگا۔'' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نہایت صبر و ضبط سے اُس کی یہ بات سنی اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اس غلام نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے۔''

چنانچہ یہی ہوا۔ اُس ملعون غلام ابولؤلؤ نے دودھاری خنجر تیار کیا اور زہر میں بجھایا، پھر ایک روز وہ رات کے اندھیرے میں مسجد نبوی کے ایک گوشے میں جا چھپا۔ حضرت مسجد میں آئے اور لوگوں کو نمازِ فجر کے لیے بیدار کرنے لگے۔ نمازِ فجر کے لیے اقامت ہوئی۔ آپ مصلے پر آئے اور ابھی تکبیر کے بعد قرأت شروع ہی کی تھی کہ ابولؤلؤ تیزی سے آگے بڑھا اور اُن کے تین وار کیے۔ پہلا سینے پر، دوسرا پہلو میں اور تیسرا پیڑو (ناف کے نیچے) میں۔ وہ یہ کہتے ہوئے گر پڑے۔

﴿ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝ ﴾

''اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے۔'' [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جلدی سے آگے بڑھے اور لوگوں کو بہت ہلکی نماز پڑھائی۔ اُدھر وہ مجوسی قاتل دائیں بائیں خنجر لہراتے ہوئے، صفیں چیرتے ہوئے پیچھے ہٹا۔ خنجر کے پے در پے وار سے مزید تیرہ آدمی زخمی ہوئے۔ اُن میں سے سات بعد ازاں شہید ہو گئے۔ جو بھی اُس کے قریب جاتا وہ اُس کے خنجر کا وار کرتا۔ اتنے میں ایک صاحب نے اُس پر موٹی چادر پھینکی اور اُسے قابو کرنا چاہا۔ جب اُس نے دیکھا کہ اب وہ پکڑا جائے گا تو اُس نے خنجر گھونپ کر خودکشی کر لی۔ خلیفۂ ثانی پر غشی طاری تھی۔ نماز کے فوراً بعد اُنھیں گھر منتقل کیا گیا۔ لوگ زار و قطار روتے تھے۔ طلوعِ آفتاب کے بعد آپ ہوش میں آئے۔ اردگرد کھڑے لوگوں کی طرف دیکھا اور پہلا سوال یہ کیا:

''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی تھی؟''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جی ہاں، یا امیر المومنین! لوگوں نے نماز پڑھ لی تھی۔

[1] الأحزاب 38:33.

تب آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا: ''جس نے نماز ترک کر ڈالی، اُس کا کوئی اسلام نہیں۔'' پانی منگایا، وضو کیا اور اُٹھ کر نماز پڑھنی چاہی لیکن گرانی طبع کے باعث ایسا نہ کر پائے۔ فرزند عبداللہ کا ہاتھ پکڑا، اُنھیں اپنے پیچھے بٹھایا اور اُن کے سہارے بیٹھ گئے۔ زخموں سے بھل بھل لہو بہتا تھا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: زخم اس قدر گہرے تھے کہ میں نے اپنی انگلیاں اُن میں ڈالیں تو اُن کا خلا پُر نہ ہوا۔ تب ہم نے زخموں کو پٹیوں سے باندھ دیا اور آپ صبح کی نماز پڑھ پائے۔ نماز کے بعد فرمایا:

''ابن عباس! ذرا دیکھو تو، کس نے میرے وار کیا۔''

اُنھوں نے بتایا: ''اُسی مجوسی غلام نے آپ کے وار کیا۔ آپ کے بعد اُس نے چند اور افراد کو بھی زخمی کیا، پھر خودکشی کر لی۔''

فرمایا: ''اللہ کا شکر ہے کہ میرا قاتل ایسا آدمی نہیں جو رب تعالیٰ کے ہاں اُس کو سجدہ کرنے کی بنا پر مجھ سے جھگڑ سکے گا۔''

طبیب حاضر خدمت ہوا اور یہ دیکھنے کے لیے کہ زخم کے اثرات معدے اور آنتوں تک تو نہیں پہنچے، کھجور کا شربت پلایا۔ شربت پیٹ کے زخموں میں سے جوں کا توں نکل گیا۔ طبیب نے سمجھا کہ زخموں سے خون نکلا ہے۔ تب اُس نے دودھ منگایا اور پلایا۔ سفید سفید دودھ جوں کا توں پیڑو کے زخم میں سے بہ نکلا۔ طبیب نے دیکھا کہ خنجر کے پے در پے وار نے بدن چیر ڈالا ہے اور کچھ کھایا پیا پیٹ میں نہیں رہتا۔ تب اُس نے عرض کیا: ''امیرالمومنین! وصیت کر دیجیے۔ آپ زیادہ سے زیادہ کل تک زندہ رہ پائیں گے۔'' امیرالمومنین کا حوصلہ دیکھیے کہ اُنھیں اُن کی سناؤنی دی گئی تھی لیکن وہ طبیب کو مخاطب کر کے بڑے اعتماد

سے بولے: ''تم نے سچ کہا۔ اِس کے علاوہ کچھ اور کہا ہوتا تو میں تمھیں جھٹلاتا۔'' پھر فرمایا: ''واللہ! میں تمام دنیا کا مالک ہوتا اور اُس کے عوض (حساب کتاب اور سوال و جواب کے لیے) اللہ کے روبرو حاضر ہونے سے بچ جاتا تو میں ایسا ضرور کرتا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی یہ بات سنی جو نہایت کسرِ نفسی اور بدرجۂ غایت عجز وانکسار پر مبنی تھی، تو عرض کیا: ''امیر المومنین! اگر آپ ایسا کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ تاہم دیکھیے، کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت جبکہ مسلمان مکہ میں خوف کی زندگی بسر کر رہے تھے، یہ دعا نہیں فرمائی تھی کہ وہ آپ کو اسلام کی توفیق دے کر اسلام اور مسلمانوں کے لیے تقویت کا باعث بنائے؟ چنانچہ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو مسلمانوں کو عزت ملی، اسلام نے غلبہ پایا، پھر آپ نے ہجرت کی تو آپ کی ہجرت سے مسلمانوں نے فتح پائی۔ بعدازاں جتنے غزوات ہوئے، آپ اُن میں پیش پیش رہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو وہ آپ سے راضی تھے۔ اُن کے بعد آپ خلیفۂ رسول کے

مدد ومعاون بنے رہے۔ خلیفۂ رسول نے وفات پائی تو وہ بھی آپ سے راضی تھے۔ بعد ازاں خلافت کی ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی تو آپ نے بطریقِ احسن یہ ذمے داری نبھائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے شہر بسانے کی توفیق دی۔ بہت سا مالِ غنیمت آپ کے ہاتھوں اکٹھا کرایا۔ اُس کے فضل وکرم سے آپ نے دشمن کو بھگایا۔ اب اُس نے شہادت دے کر آپ کو خاتمہ بالخیر کی نعمت سے بہرہ یاب کیا۔ آپ کو تو بہت بہت مبارک ہو۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات تمام ہوئی تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ذرا بٹھادو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سہارا دے کر بٹھایا تو آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ وہی بات ذرا پھر کہنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تمام بات دہرائی تو فرمایا: ''واللہ! تم لوگ جسے دھوکے میں ڈالو گے، وہ واقعی دھوکے میں پڑ جائے گا۔'' (عجز وانکسار کی راہ سے فرمایا کہ تمھاری باتیں لاکھ درست سہی لیکن میں تو خود کو ایسا نہ جانوں گا، نہ یوں اطمینان کروں گا بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف کھاتا رہوں گا۔)

تاہم آپ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علم وتقویٰ کے بہت معترف تھے۔ اُن سے فرمایا: ''کیا اللہ کے ہاں تم میرے حق میں اِن تمام باتوں کی گواہی دو گے؟'' انھوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! ضرور گواہی دوں گا۔'' اس پر آپ بے حد خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ لوگ جوق در جوق آخری دیدار کے لیے آنے لگے۔ اسی دوران میں ایک نوجوان حاضر خدمت ہوا۔ وہ بولا: ''امیر المومنین! خوش وخرم رہیے۔ پہلے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا شرف پایا۔ بعد ازاں آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل وانصاف سے کام لیا اور اب شہادت مل رہی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میری تو خواہش ہے کہ برابر سرابر ہی نجات پا جاؤں۔ نہ میرے خلاف کوئی بات نکلے نہ میرے حق میں۔'' وہ نوجوان جانے کے لیے

مڑا۔ اُس کا تہ بند زمین کو چھو رہا تھا۔ آپ نے دیکھ لیا۔ فرمایا: ''اُس لڑکے کو واپس لاؤ۔'' وہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے نہایت مشفقانہ انداز میں فرمایا: ''میرے بھائی کے بیٹے! اپنا تہ بند اوپر اُٹھاؤ۔ یوں تمھارا کپڑا زیادہ صاف رہے گا اور تمھیں رب تعالیٰ کا زیادہ تقویٰ حاصل ہوگا۔''

بعد ازاں شدتِ الم میں اضافہ ہوگیا۔ غشی کے دورے پڑنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُن کا سر گود میں رکھ لیا۔ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میرا سر زمین پر رکھ دو۔ اتنا ہی کہہ پائے اور بے ہوش ہوگئے۔ ہوش میں آئے تو پھر فرمایا کہ میرا سر زمین پر رکھ دو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ابا جان! آپ کا سر میری گود میں ہو یا زمین پر، ایک ہی تو بات ہے۔ فرمایا: ''نہیں، میرا چہرہ مٹی پر رکھ دو۔ شاید اللہ کو مجھ پر رحم آجائے۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلد دفن کر دینا کیونکہ یا تو تم مجھے بھلائی کی طرف روانہ کرو گے یا پھر شر کو کندھوں سے اتار کر، سبکدوش ہوگے۔'' پھر فرمایا: ''عمر کے لیے ہلاکت ہے اور عمر کی ماں کے لیے بھی ہلاکت ہے اگر عمر کو بخشا نہ گیا!'' اتنا کہا اور سانس اکھڑنے لگا، پھر تھوڑی ہی دیر میں روح پرواز کر گئی۔ یہ تھے خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری لمحے۔ آپ اُن دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل تھے جنھیں دنیا میں زبانِ نبوی سے جنت کی بشارت ملی تھی۔[1]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مستعار کے آخری لمحے

زندگی کے آخری ایام میں صحابیِ رسول حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سخت بیمار پڑ گئے۔ بیٹوں نے عرض کیا کہ طبیب کو بلایا جائے؟ اُنھوں نے کہا: نہیں۔ نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو بیٹوں سے چلا چلا کر کہنے لگے: ''کہاں ہے تمھارا طبیب؟ اگر وہ واقعی علاج کرتا ہے تو اُس سے کہو

[1] تاریخ الإسلام للإمام الذهبي: 2/153-157 والطبقات لابن سعد: 3/334-376.

کہ موت کا علاج کر کے دکھائے۔ اگر وہ سچا طبیب ہے تو اُس سے کہو کہ موت کو ٹال کر دکھائے۔"[1]

عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی زندگی کے آخری ایام

ہارون الرشید نے زمین کے بڑے حصے پر بادشاہت کی تھی۔ اُس کے زبردست لشکروں نے زمین کے اطراف و جوانب بھر دیے تھے۔ ہارون الرشید وہ عظیم بادشاہ تھا جو اڑتے ہوئے بادل کو دیکھ کر کہا کرتا تھا: "جاؤ! ہندوستان میں جا کر برسو یا چین میں، تم جس بھی علاقے میں جا برسو گے وہ میرے ہی زیرنگیں ہوگا۔"

ایک روز وہ شکار پر نکلا۔ راستے میں بہلول دانا سے ملاقات ہوئی۔ ہارون الرشید نے بہلول دانا سے کہا: "بہلول! مجھ کو نصیحت کرو۔" بہلول دانا نے کہا: "امیر المومنین! آپ کے آباء و اجداد کہاں ہیں؟" ہارون الرشید نے جواب دیا: "وہ تو مر گئے۔"

"اُن کے محلات کہاں ہیں؟" بہلول دانا نے اگلا سوال کیا۔

"اُن کے محلات یہیں ہیں، میرے زیرتصرف۔" ہارون الرشید نے جواب دیا۔

"اور اُن کی قبریں کہاں ہیں؟" بہلول دانا نے پوچھا۔

"اُن کی قبریں بھی یہیں ہیں۔" ہارون الرشید نے حیران ہو کر کہا۔

اِس پر بہلول دانا نے کہا: "اِن محلات نے قبروں میں اُنھیں کیا فائدہ دیا؟"

"تم نے سچ کہا۔" ہارون الرشید نے اُس کی بات کو سراہا: "بہلول! مجھ کو تھوڑی اور نصیحت کرو۔"

[1] سير أعلام النبلاء: 3/9.

بہلول دانا نے یہ رقت انگیز شعر پڑھا۔

أَمَّا قُصُورُكَ فِي الدُّنْيَا فَوَاسِعَةٌ

فَلَيْتَ قَبْرَكَ بَعْدَ الْمَوْتِ يَتَّسِعُ

''دنیا میں تمھارے محلات تو خوب وسیع و عریض ہیں۔ کاش! مرنے کے بعد تمھاری قبر بھی وسیع و عریض ہو جائے۔''

ہارون الرشید مارے رقت کے رو پڑا۔ بولا:

''کچھ اور نصیحت کرو۔''

بہلول دانا نے اب کے یہ شعر پڑھے۔

هَبْ أَنَّكَ مَلَكْتَ كُنُوزَ كِسْرٰى

وَ عُمِّرْتَ السِّنِينَ فَكَانَ مَاذَا؟

''فرض کرو کہ تم خزائن کسریٰ کے مالک بن جاتے ہو اور کئی برس کی طویل عمر پاتے

ہو، پھر کیا ہوگا؟''

أَلَيْسَ الْقَبْرُ غَايَةَ كُلِّ حَيٍّ
وَ تُسْأَلُ بَعْدَهُ عَنْ كُلِّ هٰذَا؟

''کیا ہر زندہ آدمی کا ٹھکانا قبر ہی نہیں؟ اور اُس کے بعد کیا تم کو اِن سب نعمتوں کے متعلق جوابدہ نہیں ہونا پڑے گا؟''

ہارون الرشید پکار اُٹھا: ''ہاں، ہاں، کیوں نہیں۔''

وہیں سے پلٹا اور اپنے محل میں آ گیا۔ سخت بیمار پڑ گیا۔ چند ہی روز میں مرض نے شدت اختیار کی اور جان کے لالے پڑ گئے۔ عالم نزع میں سپہ سالاروں اور دربانوں سے چیخ چیخ کر کہنے لگا:

''میری افواج کو اکٹھا کرو۔''

آن کی آن میں تمام افواج اسلحے سے لیس ہو کر محل کے باہر صف آرا ہو گئیں۔ ہارون الرشید اپنی بے شمار افواج کو دیکھ کر رو پڑا اور کہنے لگا:

''اے وہ جس کی بادشاہت کو زوال نہیں! اُس پر رحم کر جس کی بادشاہت آمادۂ زوال ہے۔'' پھر وہ زار زار روتا رہا اور روتے روتے اُس کی جان نکل گئی۔ [1]

اُموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کا آخری وقت

خلیفہ عبدالملک بن مروان پر جانکنی کی کیفیت طاری ہوئی۔ سانس اُکھڑنے لگی اور دم گھٹنے لگا تو اُس نے کہا: کمرے کی کھڑکیاں کھول دو۔ کمرے کی کھڑکیاں کھول دی گئیں۔ اُس نے جھانک کر دیکھا۔ ایک غریب دھوبی پنگھٹ پر چھوا چھو کپڑے دھو رہا تھا۔

[1] قافلة الداعيات، و موسوعة الخطب والدروس.

عبدالملک یہ منظر دیکھ کر رو پڑا۔ کہنے لگا:

''کاش! میں دھوبی ہوتا۔ کاش! میں بڑھئی ہوتا۔ کاش میں قلی ہوتا۔ کاش! میں مسلمانوں کا والی نہ بنا ہوتا۔'' اتنے میں اُس نے آخری ہچکی لی اور وفات پا گیا۔[1]

لوگوں کی ایک اور قسم ایسی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے خوب مال و دولت، عزت اور عافیت سے نوازا لیکن وہ خوابِ غفلت میں پڑے رہے اور دنیائے آخرت کا سامان نہ کیا۔ موت نے اُنھیں اچانک آلیا، اُن کے کیے دھرے پر پانی پھیر دیا اور اُن کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے تو انھوں نے دنیا میں لوٹنا چاہا۔ لیکن تجارت کرنے اور روپیہ کمانے کے لیے

نہیں، نہ اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے بلکہ انھوں نے اصلاحِ احوال اور رضائے رب ذوالجلال کے لیے دنیا میں لوٹنا چاہا۔ لیکن وقت گزر چکا تھا اور پانی پلوں کے نیچے سے بہ گیا تھا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا، واپسی کی راہیں مسدود کر دی گئی تھیں۔

[1] قافلة الداعيات، وموسوعة الخطب والدروس.

جانکنی کے عبرت ناک واقعات

ایک آدمی جو ہمیشہ دنیا کے کاموں میں مصروف رہتا تھا اور کاروباری جھمیلوں سے اُسے لمحہ بھر کی فرصت نہیں ملتی تھی، اُس کا آخری وقت آیا تو وہ چیخنے چلانے لگا۔ اُس کے عزیز و اقارب اُسے تلقین کرنے لگے کہ لا الہ الا اللہ کہو۔ لیکن وہ چیخنے لگا اور اُس کے حلق سے عجیب و غریب آوازیں آنے لگیں۔ لوگوں نے پھر کلمے کی تلقین کی تو وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا: ''فلاں کھیت میں فلاں فصل کاشت کردو۔ فلاں دکان میں سے اِتنے روپے نکال لو۔'' وہ یہی باتیں دہراتا رہا تاآنکہ اُس کی روح پرواز کر گئی۔ [1]
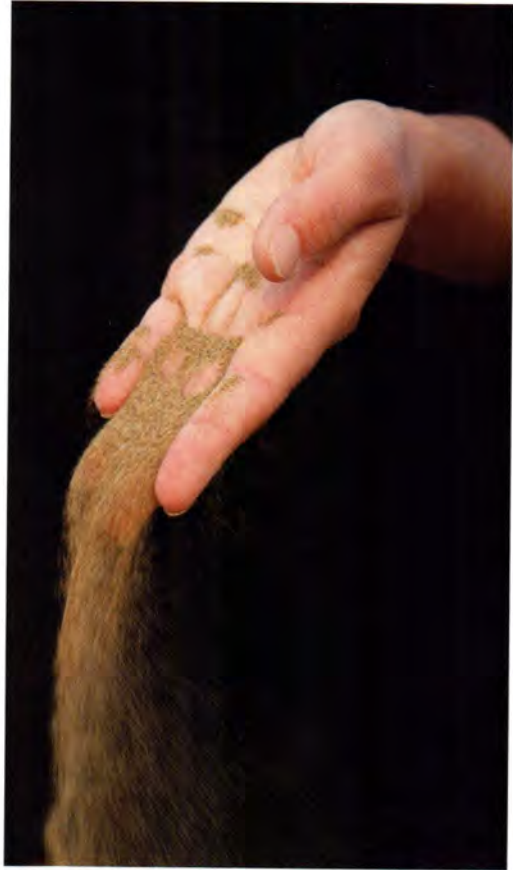
ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جو ہمیشہ شراب نوشی کرتا تھا، جانکنی کے عالم میں پاس بیٹھے ایک آدمی نے اُس سے کہا: ''لا الہ الا اللہ کہو۔'' یہ سن کر اُس کا رنگ اُڑ گیا۔ چہرہ مٹی ہوگیا۔ زبان لڑکھڑانے لگی۔ اُس آدمی نے دوبارہ تلقین کی: ''لا الہ الا اللہ کہو۔''

[1] التذكرة للقرطبي: 38/1.

اب کے اُس نے تلقین کرنے والے کی طرف دیکھا اور چیخ پڑا: ''نہیں۔ خود پی اور مجھے بھی پلا۔ خود پی اور مجھے بھی پلا۔'' یہی کہتے کہتے اُس کی جان نکل گئی۔ [1]

ابنِ ابی روّاد کا بیان ہے کہ میں ایک بیمار کی عیادت کے لیے گیا۔ وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ آس پاس بیٹھے لوگوں نے اُسے کلمے کی تلقین کی کہ لا الہ الا اللہ کہو۔ لیکن کلمہ اُس کی زبان پر بھاری پڑ گیا۔ اُس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ لوگ اُس کے قریب جا جا کر کلمہ پڑھنے لگے۔ وہ شدید کرب میں تھا۔ اُس کا دم گھٹنے لگا۔ وہ بے اختیار چیخا: ''میں لا الہ الا اللہ کو نہیں جانتا۔ مجھے کیا پتہ لا الہ الا اللہ کیا ہوتا ہے۔ میں لا الہ الا اللہ کو نہیں مانتا۔'' یہ کہہ کر اُس نے دلدوز چیخ ماری اور مر گیا۔ اُس کے اہل خانہ سے اُس کے معمولات کے متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے بتایا کہ وہ ہمیشہ کا شرابی تھا۔ [2]

انجامِ بد سے اللہ کی پناہ! شراب نوشی سے اللہ کی پناہ! جو آدمی دنیا میں شراب نوشی کرتا ہے، وہ آخرت کی شرابِ طہور سے محروم رہے گا۔ فرمانِ نبوی کے مطابق ایسے آدمی کو آخرت میں دوزخیوں کا عرق پینے کو ملے گا جو پیپ اور لہو کی صورت میں ہوگا۔ [3]

ہاں! وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے اور شراب نوشی سے باز آ جائے تو اللہ تعالیٰ اُس سے عفو و درگزر کا معاملہ کرے گا۔

تارکِ نماز کا انجامِ بد

ترکِ نماز بڑا گناہ ہے۔ امت کے اکثر افراد آج اِس کڑی آزمائش میں مبتلا ہیں۔ تارکینِ نماز آسانی سے شیطان کے دام میں آ جاتے ہیں۔ آدمی اور کفر و شرک کے درمیان نماز حد فاصل ہے۔

[1] قافلة الداعيات. [2] قافلة الداعيات، و موسوعة الخطب والدروس. [3] صحيح مسلم، حديث: 2002.

ایک آدمی جانکنی کے عالم میں تڑپ رہا تھا۔ اُس کے اہل خانہ اور عزیز و اقارب اُسے کلمے کی تلقین کر رہے تھے کہ لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ خدا کے لیے لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ لیکن مرنے والے کی زبان پر کلمہ نہیں آتا تھا، تاہم اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ جب دم گھٹنے لگا اور سانس اکھڑنے لگی تو وہ چلا اٹھا: ''لا الہ الا اللہ کہوں؟ لا الہ الا اللہ مجھے کیا فائدہ دے گا؟ میں نے تو کبھی نماز نہیں پڑھی!'' وہ بمشکل یہی کہہ پایا تھا کہ اُس کی جان نکل گئی۔ [1]

حاصل و وصول

نزع کی آخری ہچکی ہے ذرا غور سے سن!
زندگی بھر کا خلاصہ اسی آواز میں ہے

وضاحت طلب مسئلہ

کیا مصیبت آپڑنے پر آدمی مرنے کی تمنا کر سکتا ہے؟

جواب اِس کا یہ ہے کہ مصیبت آپڑنے پر آدمی موت کی تمنا نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنا اُس کے لیے جائز نہیں۔ کیا پتہ اُسے جو مشکل پیش آئی ہے، وہ بہت سی آسانیوں کا پیش خیمہ ہو، البتہ ایسے نازک موقع پر اُسے رسول اللہ ﷺ کی سکھائی ہوئی دعا پڑھنی چاہیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا لِّلْمَوْتِ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي، وَ تَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي»

[1] الجواب الكافي لابن القيم، ص: 137، و قافلة الداعيات.

''کوئی آدمی مصیبت آپڑنے پر موت کی تمنا نہ کرے۔ اُسے ضروری کچھ کہنا ہو تو یہ کہے: یااللہ! مجھے حیات دیے رکھ، جب تک حیات میرے لیے بہتر ہے۔ اور مجھے وفات دے دے، جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔'' [1]

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:

«لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَ لَا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُ، إِنَّهُ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ، وَ إِنَّهُ لَا يَزِيدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهُ إِلَّا خَيْرًا»

''کوئی آدمی موت کی تمنا نہ کرے اور اُس کے آنے سے پہلے اُسے نہ بلائے۔ کیونکہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ مومن کی عمر جتنی بڑھتی ہے، اس کے لیے بھلائی ہی میں اضافہ کرتی ہے۔'' [2]

نشانِ منزل

''آدمی کے اچھے یا بُرے عمل اُس کے خاتمہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔''

[1] صحيح البخاري، حديث:6351. [2] صحيح مسلم، حديث:2682.

ایمان بالموت

موت انسانی زندگی میں پیش آنے والا سب سے بڑا اور سب سے اہم واقعہ ہے۔ اِس تلخ جام کے کڑوے گھونٹ ہر ایک کو پینے ہیں۔ یہ دنیائے آخرت کا دروازہ ہے جس میں سے ہر آدمی کو گزر کر آخرت کی ابدی اور لا فانی زندگی میں داخل ہونا ہے۔ لیکن مسئلہ یہ نہیں کہ موت کو آنا ہے۔ موت کو تو بہر حال آنا ہے۔ موت تو دروازہ ہے، ہر آدمی کو اُس میں داخل ہونا ہے۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ موت کے بعد آدمی کو کہاں جانا ہے۔ موت کے بعد اُس سے کیا سلوک ہونا ہے۔ کیا اُسے ﴿جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ﴾ میں جانا اور نت نئی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے؟ یا پھر اُسے ﴿ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ میں جانا اور دردناک عذاب سے

دوچار ہونا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی صفت عدل وانصاف کا ایک قابلِ ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ آدمی دنیا میں جو کچھ کرتا ہے، اُس کا انجام بھی عام طور پر اُسی طرح ہوتا ہے۔ جو آدمی صوم وصلاۃ کا پابند رہتا ہے، زکاۃ ادا کرتا ہے، لوگوں سے اچھا سلوک کرتا ہے، اُس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ اور جو آدمی لوگوں پر ظلم وستم ڈھاتا ہے، اُن کے حقوق غصب کرتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے، وہ انجامِ بد سے دوچار ہوتا ہے۔

موت کیا ہے؟

موت ہی وہ واحد شے ہے جسے تمام مخلوقات یکساں طور پر جانتی اور پہچانتی ہیں، اس لیے لمبی چوڑی تعریف وتفصیل کی ضرورت نہیں۔ نہایت اختصار سے یہ کہ موت نام ہے اُس کیفیت کا جس میں جاندار کی روح اُس کے بدن سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

موت کا مطلب یہ نہیں کہ روح فنا ہو گئی۔ روح فنا نہیں ہوتی۔ وہ صرف بدن سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ وہ ہی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی یا عذاب سے دوچار ہوتی ہے۔ بعض دفعہ روح وبدن دونوں جزا وسزا کے مختلف مراحل سے گزرتے ہیں۔ موت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ماننا ہے کہ تمام مخلوقات کو آخرکار ہلاک ہونا ہے اور ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ﴾

''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے۔''[1]

[1] القصص 88:28.

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ ﴾

''ہر چیز، جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والی ہے۔ اور آپ کے رب ذوالجلال والاکرام کا چہرہ باقی رہے گا۔''[1]

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾

''ہر کوئی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔''[2]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تعوذ بھی پڑھا کرتے تھے:

«أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِي لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْتَ الَّذِي لَا يَمُوتُ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ»

''میں تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں، (تو وہ ہے) جس کے سوا کوئی خدا نہیں، جو نہیں مرے گا جبکہ جن وانس مر جائیں گے۔''[3]

جانداروں کے بدن سے روحیں نکالنے کی ذمے داری موت کے فرشتے کو سونپی گئی ہے۔

[1] الرحمٰن 55:26,27. [2] آل عمرٰن 3:185. [3] صحيح البخاري، حديث: 7383، و صحيح مسلم، حديث: 2717.

موت کا فرشتہ کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر مختلف ذمے داریاں عائد کی ہیں جو اُنھیں پوری کرنی ہوتی ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا کام انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کو وحی پہنچانا تھا۔ بادلوں کو ہانکنے اور اُن میں سے پانی برسانے کی ذمے داری حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ قیامت کے روز حضرت اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونک ماریں گے۔ ایک بڑا فرشتہ پہاڑوں پر مامور ہے۔ اسی طرح ایک بڑے فرشتے کا کام جانداروں کے بدن سے روحیں قبض کرنا ہے۔ اسی کو موت کا فرشتہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں موت کے فرشتے کا تذکرہ آیا ہے:

حضرت جبریل علیہ السلام کا کام انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کو وحی پہنچانا تھا۔ بادلوں کو ہانکنے اور اُن میں سے پانی برسانے کی ذمے داری حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ قیامت کے روز حضرت اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونک ماریں گے۔

﴿ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾

''کہہ دیجیے: تمھیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''[1]

چند فرشتے ملک الموت کے معاونین کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

[1] السجدة 32:11.

﴿ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ﴾

''تو ہمارے فرشتے اسے فوت کرتے ہیں، اور وہ اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔''[1]

حدیث میں بھی ملک الموت کا ذکر آیا ہے:

''پھر موت کا فرشتہ آتا ہے اور اُس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کی موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ اُس میں ایک ثانیے کی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ موت کا فرشتہ وقت مقرر سے پہلے کسی کی روح قبض نہیں کرتا۔ اور وقت مقرر آنے پر کسی کو ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دیتا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ﴾

''اور کوئی جاندار اللہ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا، (اس نے موت کا) وقت لکھا ہوا ہے۔''[3]

یہ وقت تبھی مقرر کر دیا جاتا ہے جب انسان ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

''ماں کے پیٹ میں انسان کا مادۂ تخلیق چالیس روز تک جمع رہتا ہے۔ پھر وہ جونک کی صورت، خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے اور چالیس روز اسی حالت میں رہتا ہے۔ بعد ازاں وہ گوشت کا ٹکڑا بن کر چالیس روز اسی کیفیت میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اُسے چار باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اُس سے کہتا ہے: لکھو کہ یہ کیسے کام کرے گا، کتنا رزق پائے گا، اسے موت کب آئے گی اور یہ نیک بخت

[1] الأنعام 6:61. [2] مسند أحمد: 4/287. [3] آل عمرٰن 3:145.

ہوگا یا بد بخت۔''[1] (فرشتہ حسبِ ارشاد یہ تمام تفصیلات درج کر لیتا ہے۔)

کوئی یہ نہیں جانتا کہ اُسے موت کہاں آئے گی

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا ؕ وَّمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴾

''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک اللہ خوب جاننے والا، خوب باخبر ہے۔''[2]

ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى إِذَا أَرَادَ قَبْضَ رُوحِ عَبْدٍ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ فِيهَا حَاجَةً»

''اللہ تعالیٰ جس سرزمین پر آدمی کی روح قبض کرنا چاہتا ہے اُس سرزمین پر اُس کے لیے کوئی کام پیدا کر دیتا ہے۔''[3]

یہ حقیقت کئی مرتبہ مشاہدے میں آئی ہے کہ آدمی کو جس شہر میں موت آنی ہوتی ہے، وہ کسی نہ کسی طرح وہاں پہنچ جاتا ہے، چاہے اُس نے اُس شہر کے متعلق کبھی سوچا تھا یا نہیں سوچا تھا۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 3208، و صحيح مسلم، حديث: 2643. [2] لقمٰن 31:34.
[3] مسند أحمد: 3/429.

اُسے وہاں علاج کرانے کی ضرورت پڑ جاتی ہے یا وہ کاروبار اور تعلیم وغیرہ کے سلسلے میں وہاں جا پہنچتا ہے۔ وہاں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

موت کی یاد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ»

''لذتوں کو مٹا ڈالنے والی (موت) کا اکثر ذکر کیا کرو۔''[1]

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

«كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ»

''دنیا میں یوں رہو جیسے اجنبی ہو (جس کی منزل کوئی اور ہے) یا راہ چلتے مسافر ہو۔''[2]

خود حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو نصیحت کی تھی کہ ''شام ہو جائے تو صبح کا انتظار مت کرو۔ اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار مت کرو۔ تندرستی میں ایسا کچھ کر لو کہ بیماری میں کام آئے اور زندگی میں ایسا کچھ کر لو کہ موت کے بعد کام آئے۔''[3]

اشکال

کیا موت کو ناپسند کرنے کا مطلب اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرنا ہے؟

[1] جامع الترمذي، حديث: 2307. [2] صحيح البخاري، حديث: 6416. [3] صحيح البخاري، حديث: 6416.

رفع اشکال

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس اشکال کے متعلق پوچھا تھا۔
وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ»

''جو آدمی اللہ سے ملاقات کرنی چاہتا ہے، اللہ بھی اُس سے ملاقات کرنی چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا، اللہ بھی اُس سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا۔''

''جو آدمی اللہ سے ملاقات کرنی چاہتا ہے، اللہ بھی اُس سے ملاقات کرنی چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا، اللہ بھی اُس سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا۔''

میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی! کیا اِس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے؟ کیونکہ موت کو تو ہم سب ناپسند کرتے ہیں۔''

فرمایا: ''نہیں، ایسی بات نہیں۔ مومن کو جب اللہ کی رحمت، رضائے الٰہی اور جنت کے متعلق بتایا جاتا ہے تو وہ اللہ سے ملاقات کرنی چاہتا ہے، تب اللہ بھی اُس سے ملاقات کرنی چاہتا ہے۔ اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اُس کی ناراضی کے متعلق بتایا جاتا ہے تو وہ اللہ سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا، تب اللہ بھی اُس سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا۔'' [1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6507، و صحيح مسلم، حديث: 2684.

مطلب یہ کہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے پیار ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا متمنی رہتا ہے۔ لیکن اِس ملاقات میں موت کی رکاوٹ ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے، تاہم اِس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنا نہیں چاہتا۔ موت کو ناپسند کرنے کے باوجود وہ پیارے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شائق رہتا ہے۔ اُسے یقین ہوتا ہے کہ اُس کا پیارا اللہ اُس سے لطف وکرم کا معاملہ کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر کے خوش ہوگا۔

''ایسے لوگ بہت زیادہ ہیں جو موت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اُس کا سامنا کرنے کے لیے مناسب طور پر تیار رہتے ہیں۔''

موت کے لیے تیاری

آدمی کو موت کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ موت ہر ایک کو آکر رہے گی۔ اور جب وہ آجائے گی تو کسی کو اصلاحِ احوال کے لیے ایک لمحے کی بھی فرصت نہیں دے گی۔ سچی توبہ اور عملِ صالح، آدمی اِن دو باتوں کو اپنا لے تو مرنے کے بعد اُس کی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''اور تم اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک کو موت آئے، پھر وہ کہے: اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ مدت تک اور کیوں نہ مہلت دی کہ میں صدقہ کرتا اور میں صالحین میں سے ہوتا۔ اور اللہ

کسی کو ہرگز مہلت نہ دے گا جب اس کی اجل آ جائے گی، اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔" [1]

ارشادِ نبوی ہے:

«اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَ حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»

"پانچ حالتوں کو پانچ حالتوں سے پہلے غنیمت جانو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، امیری کو غریبی سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔" [2]

وہ اعمال جو مرنے کے بعد نفع دیتے ہیں

حسبِ ذیل اعمال آدمی کو مرنے کے بعد بھی نفع دیتے ہیں:

نیک خطوط پر اولاد کی تربیت کرنی تاکہ وہ مرنے کے بعد والدین کے لیے دعا کرے۔ نہایت محنت اور ذوق وشوق سے کتاب وسنت کا علم حاصل کرنا اور اُسے آگے پھیلانا۔ صدقہ جاریہ کرنا۔ صدقہ جاریہ سے مراد وہ صدقہ ہے جس سے لوگوں کو تادیر فائدہ پہنچتا رہے، مثلاً: پانی کا کنواں وقف کرنا، مسجد و مدرسہ کے لیے زمین وقف کرنی، راستہ تعمیر کرنا۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ایک حدیث مبارک میں اِن تینوں اعمالِ صالحہ کا ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] المنٰفقون 63:10، 11. [2] المستدرك 4:306.

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ، صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ وَّ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ وَ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُو لَهُ»

''جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ اُس کے تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں، صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اور نیک اولاد جو اُس کے لیے دعا کرتی ہے۔''[1]

حسب ذیل حدیث میں صدقاتِ جاریہ ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کو اُس کے جن اعمالِ صالحہ اور حسنات کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے، اُن میں سے ایک تو وہ علم ہے جو اُس نے سکھایا اور آگے پھیلایا۔ دوسرے نیک اولاد۔ تیسرے قرآن مجید کا نسخہ جو وہ کسی کو تلاوت کرنے کے لیے دے گیا۔ یا پھر اُس نے مسجد تعمیر کی۔ مسافروں کے لیے سرائے بنائی۔ پانی کی نہر جاری کی۔ یا پھر صحت و تندرستی کی حالت

[1] صحيح مسلم، حديث: 1631، و جامع الترمذي، حديث: 1376.

میں اپنا کچھ روپیہ صدقہ کیا۔ اِن تمام اعمال کا ثواب اُسے مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے۔''[1]

وصیت نگاری

موت کے لیے تیاری کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ آدمی اپنی وصیت لکھ رکھے۔ ایک تہائی یا ایک چوتھائی مال کے صدقہ کی وصیت کرنی مسنون ہے۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتے وقت تہائی مال کی اور بعض نے چوتھائی مال کی وصیت فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

«إِنَّ اللّٰهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ زِيَادَةً لَّكُمْ فِي أَعْمَالِكُمْ»

''اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ صدقہ کیا ہے کہ وفات کے وقت تمھیں تہائی مال (میں وصیت کا حق) دے دیا ہے تاکہ تمھارے (نیک) اعمال میں اضافہ ہو جائے۔''[2]

وصیت کی کیا اہمیت ہے، اِس کا اندازہ ذیل کی حدیث سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] سنن ابن ماجه، حديث:242. [2] سنن ابن ماجه، حديث:2709.

«مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَّهُ شَيْءٌ يُّرِيدُ أَنْ يُّوصِيَ فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَ وَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ»

''کسی ایسے مسلمان کو جس کے پاس کوئی ایسی شے ہے جس کے متعلق وہ وصیت کرنی چاہتا ہے، یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دو راتیں اِس کے بنا گزارے کہ وصیت اُس کے پاس لکھی (پڑی) ہو۔'' [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی ہے، ایک رات بھی اِس کے بنا نہیں گزری کہ وصیت میرے پاس لکھی پڑی ہے۔ [2]

موت اور روح کا باہمی تعلق

انسانی بدن میں جو روح ہے اُس کی حقیقت کے متعلق ماہرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ روح زندہ اور نہایت لطیف نورانی بدن ہے جو اعضائے بدن میں یوں سرایت کرتا

[1] صحيح البخاري، حديث: 2738، و صحيح مسلم، حديث: 1627. [2] صحيح مسلم، حديث: 1627(4).

ہے جیسے گلاب کے پھول میں پان اور زیتون کے پھل میں زیتون کا تیل۔ بدن کی زندگی کا تمام تر دارو مدار روح پر ہے۔ روح اور جان ایک ہی شے ہے۔ یہ بدن میں رہتی ہے اور جب یہ بدن کو چھوڑ جاتی ہے تو زندگی بھی بدن سے روٹھ جاتی ہے۔ روح بھی بدن کی طرح ایک مخلوق ہے، تاہم وہ بدن کے مرنے سے نہیں مرتی۔ بدن فنا ہو جاتا ہے لیکن وہ باقی رہتی اور جزا و سزا کے مرحلوں سے گزرتی ہے۔

دو سطری حقیقت

''جو شخص اللہ سے ملاقات کرنی چاہتا ہے، اللہ بھی اُس سے ملاقات کرنی چاہتا ہے۔ اور جو اللہ سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا، اللہ بھی اُس سے ملاقات کرنی نہیں چاہتا۔''[1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6507، و صحيح مسلم، حديث: 2684.

میت سے متعلقہ
شرعی احکام و مسائل

میڈیکل سائنس نے جو حیرت انگیز ترقی کی ہے، اُس کے باعث اب ماہرینِ علمِ طب کے لیے موت کی علامات کا سراغ لگانا کچھ مشکل نہیں رہا۔ تاہم بعض دفعہ آدمی ایسی جگہ وفات پاتا ہے جہاں نہ تو طبیب میسر آتا ہے نہ طبی آلات دستیاب ہوتے ہیں۔ یوں موت کی عام علامات سے آگاہی حاصل کرنی نہایت ضروری ہے۔ میت سے متعلقہ احکامِ شرعی کا مناسب علم ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔ یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کیسے کرنی ہے۔

موت کی عام علامات

جب روح پرواز کرتی ہے تو میت کے بدن پر چند علامات ظاہر ہوتی ہیں:

- آنکھیں اسی طرح کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں گویا وہ اوپر کی طرف دور جاتی کسی شے کو دیکھ

رہی ہیں۔

- ناک دائیں یا بائیں ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔
- اعضائے بدن ڈھیلے پڑتے ہیں تو عام طور پر نچلا جبڑا لٹک جاتا ہے۔
- بدن ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔
- دل کی دھڑکن تھم جاتی ہے۔

یہ تمام یا اِن میں سے بعض علامات آدمی پر ظاہر ہو جائیں تو اُس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

جنازہ اٹھانا اور قبرستان پہنچانا

جنازہ اٹھا کر ذرا تیزی سے چلنا چاہیے اور اُسے جلد از جلد قبرستان پہنچانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنازے کو جب لوگ کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر میت نیک ہوتی ہے تو جنازہ کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو۔ مجھے جلدی لے چلو۔ اگر میت نیک نہیں ہوتی تو جنازہ کہتا ہے: ہائے! میں ہلاک ہو گیا، برباد ہو گیا۔ مجھے کہاں لیے جاتے ہو؟ انسان کے سوا ہر

شے اُس کی آواز سنتی ہے۔ انسان سن لے تو تاب نہ لائے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔'' [1]

آپ ﷺ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

''جنازہ جلدی لے جاؤ۔ میت نیک ہے تو تم اُسے بھلائی کی طرف بھیجو گے۔ اگر وہ ایسی نہیں تو شر کو کندھوں سے اتار کر، سبکدوش ہو گے۔'' [2]

میت کے تین ہمراہی

انسان زندگی میں بہت سے کام بڑی سرگرمی سے انجام دیتا ہے۔ وہ دولت اکٹھی کرتا ہے۔ گھر کا ساز و سامان خریدتا ہے۔ بڑی بڑی خوشنما گاڑیاں حاصل کرتا ہے۔ بلند و بالا گھر تعمیر کرتا ہے۔ اپنے بیوی بچوں اور گھر والوں کی دیکھ بھال کرتا اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔ اُس کا کاروبار، چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا، اُس کی اولین ترجیحات میں شامل ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ مرتا ہے تو تین ہمراہی اُس کے ساتھ جاتے ہیں۔ وہ لمبی چوڑی گاڑیاں جو اُس نے بڑے ذوق و شوق سے خریدی تھیں، اُن کی صورت میں اُس کا مال و متاع اُس کے ہمراہ جاتا ہے۔ دوست احباب اور بیٹے اُس کے ہمراہ جاتے ہیں۔ تیسرے نمبر پر اُس کا

[1] صحيح البخاري، حديث: 1316. [2] صحيح البخاري، حديث: 1315، وصحيح مسلم، حديث: 944.

اچھا یا بُرا عمل اُس کے ہمراہ جاتا ہے۔ لیکن جب اُسے سپردِ خاک کر دیا جاتا ہے تو پہلے دونوں ہمراہی لوٹ آتے ہیں اور تیسرا ہمراہی، یعنی اُس کا اچھا یا بُرا عمل قبر میں اُس کے ساتھ جاتا ہے۔ دوست احباب، رشتے دار اور مال و متاع پیچھے رہ جاتے ہیں اور اُس کا عمل ہی ہمدمِ دیرینہ ثابت ہوتا ہے جو قبر میں بھی یا تو اُس کی حمایت کرتا ہے یا پھر اُس کے لیے وبالِ جان بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَ يَبْقٰى وَاحِدٌ، يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَ مَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَ مَالُهُ، وَ يَبْقٰى عَمَلُهُ»

''میت کے تین ہمراہی اُس کے ہمراہ جاتے ہیں۔ دو لوٹ آتے ہیں جبکہ ایک اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ اُس کے اہلِ خانہ، مال و متاع اور اُس کے اعمال ہمراہ جاتے ہیں۔ اہلِ خانہ اور مال و متاع لوٹ آتے ہیں جبکہ اعمال اُس کے ساتھ رہتے ہیں۔'' [1]

روح جب بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو مرنے والا دنیوی زندگی سے منتقل ہو کر برزخی زندگی میں جا پہنچتا ہے۔ برزخی زندگی کیا ہے؟ اور قبر میں آدمی پر کیا گزرتی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب ہم آئندہ تلاش کریں گے۔

ذرا ٹھہریے

''عجیب بات ہے کہ ہم دنیا میں اُس کی بہت فکر کرتے ہیں جو ہمیں چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اور جو قبر میں بھی ہمارا ساتھ نبھائے گا، اُسے ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔''

[1] صحيح البخاري، حديث: 6514، و صحيح مسلم، حديث: 2960.

برزخی زندگی

عربی زبان میں دو اشیاء کی درمیانی حد فاصل کو برزخ کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جو شے دو چیزوں کے بیچ آ کر اُنھیں جدا جدا کر دے وہ برزخ کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھارے سمندر کے متعلق فرمایا:

﴿ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴾

''ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے، وہ دونوں (اس سے) تجاوز نہیں کرتے۔''[1]

[1] الرحمٰن 55:20.

مطلب یہ کہ میٹھے اور کھارے پانی کے بیچ ایک پردہ ہے جو اُن دونوں کو جدا کرتا ہے۔ یوں وہ آپس میں نہیں ملتے۔

برزخی زندگی، دنیوی اور اخروی زندگی کے بیچ ایک زندگی ہے جو اُن دونوں زندگیوں کو جدا کرتی ہے۔ اُس کا عرصہ انسان کی موت سے روزِ قیامت انسان کے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے تک پھیلا ہوا ہے۔ مرنے کے بعد انسانی بدن سپردِ خاک کیا جائے، نذرِ آتش کیا جائے، غرقِ آب ہو یا درندوں کا لقمہ بنے، جو بھی صورت ہو، انسان برزخی زندگی ہی میں جاتا ہے اور روزِ قیامت تک وہی زندگی گزارے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝﴾

”حتی کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج تا کہ میں اس (دنیا) میں، جسے میں چھوڑ آیا ہوں، نیک عمل کروں، ہرگز نہیں! بے شک یہ ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے۔ اور ان کے آگے پردہ ہے اس دن تک جب وہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔“[1]

[1] المؤمنون23:99,100.

قبر

مرنے کے بعد انسان کو روزِ قیامت تک قبر میں رہنا ہے۔ قبر میں میت کی تدفین کا طریقہ انسان نے اُس وقت سے جانا ہے جب حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر کے قبر میں دفن کیا تھا۔

قبر میں انسانی احوال

قبر میں آدمی عجیب وغریب حالات سے گزرے گا جن کی تفصیل نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان

فرمائی ہے تاکہ ہم اُن حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہیں۔ جس طرح لوگ دنیا میں مختلف حالات سے گزرتے ہیں اسی طرح قبر میں بھی مختلف حالات سے گزریں گے۔

قبر میں بندۂ مومن کے حالات

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ میت کے لیے قبر نکالی جا رہی تھی۔ آپ قبر کے قریب بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد یوں انہماک سے بیٹھ گئے گویا سروں پر پرندے ہیں کہ ذرا حرکت کی تو اڑ جائیں گے۔ فرمایا: ''عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگیے۔'' ہم نے کہا: ''ہم عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' فرمایا: ''عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگیے۔'' ہم نے کہا: ''ہم عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' فرمایا: ''عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگیے۔'' ہم نے کہا: ''ہم عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' پھر فرمایا: ''بندۂ مومن جب دنیا سے رخصت ہوکر سفرِ آخرت پر روانہ ہونے لگتا ہے تو آسمان سے روشن چہرہ فرشتے جنت کا لباس اور جنت کی خوشبو ساتھ لیے نازل ہوتے ہیں۔ اُن فرشتوں کے چہرے سورج کی طرح چمکتے ہیں۔ وہ اُس کی حدِ نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر

موت کا فرشتہ تشریف لاتا ہے اور اُس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے: ''اے جانِ پاک! نکل، اللہ کی مغفرت ورضا کی طرف۔'' (اس پر) بندۂ مومن کی روح یوں بہ کر نکل آتی ہے جیسے چھاگل کے منہ سے قطرۂ آب بہ نکلتا ہے۔ یوں موت کا فرشتہ روح کو قبض کر لیتا ہے۔ جونھی وہ روح کو قبض کرتا ہے، فرشتے اُس سے روح لے لیتے ہیں اور پلک جھپکنے کو بھی اُس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ وہ اُسے جنت کا لباس پہناتے اور جنت کی خوشبو لگاتے ہیں۔ تب اُس میں سے بے مثال خوشبو پھوٹتی ہے۔

آسمان کا سفر

پھر وہ اُسے ہمراہ لیے آسمان پر چڑھتے ہیں۔ راستے میں فرشتوں کے مختلف گروہوں سے اُن کی ملاقات ہوتی ہے۔ وہ اُن سے پوچھتے ہیں: ''یہ پاک روح کس کی ہے۔'' وہ بتاتے

ہیں کہ یہ فلاں ابنِ فلاں کی روح ہے۔فرشتے اُس کا وہ نام لیتے ہیں جو اُس کے دنیا میں لیے گئے ناموں میں بہترین نام تھا۔ وہ اُسے ہمراہ لیے آسمانِ دنیا پر پہنچتے اور دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔آسمانِ دنیا کے مقرب فرشتے حقِ مشایعت [1] ادا کرنے کو اُن کے ہمراہ ہو لیتے ہیں اور اُنھیں اگلے آسمان کے دروازے پر چھوڑ آتے ہیں۔ یوں چلتے چلتے وہ ساتویں آسمان پر جا پہنچتے ہیں۔تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھ دو اور اِسے زمین پر واپس لے جاؤ کیونکہ میں نے انسانوں کو زمین ہی سے پیدا کیا، اسی میں اُن کو واپس بھیجوں گا اور پھر اُسی سے انھیں دوبارہ نکالوں گا۔''

چنانچہ بندۂ مومن کی روح اُس کے جسدِ خاکی میں لوٹا دی جاتی ہے۔تب دو فرشتے اُس کے پاس آتے اور اُسے اُٹھا کر بٹھاتے ہیں۔ وہ اُس سے پوچھتے ہیں: ''تمھارا رب کون ہے؟'' بندۂ مومن کہتا ہے: ''میرا رب اللہ ہے۔'' فرشتے پوچھتے ہیں: ''تمھارا دین کیا ہے؟'' وہ کہتا ہے: ''میرا دین اسلام ہے۔'' وہ پوچھتے ہیں: ''جو آدمی تم میں مبعوث کیا گیا تھا، وہ کون تھا؟'' بندۂ مومن کہتا ہے: ''وہ اللہ کا رسول تھا۔'' وہ کہتے ہیں: ''تمھارا ذریعۂ علم کیا تھا:'' وہ کہتا ہے: ''میں نے کتاب اللہ پڑھی۔اُس پر ایمان لایا اور اُس کی تصدیق کی۔'' تب آسمان میں منادی ندا کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اِسے جنت کا بستر بچھا دو اور اِسے جنت کا لباس پہنا دو اور اِس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ یوں اُسے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں۔حدِ نگاہ تک اُس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔ اُس کے پاس ایک آدمی آتا ہے، خوش رُو، خوش لباس، پاکیزہ بُو۔ وہ اُس سے کہتا ہے:

[1] کسی کو رخصت کرنے کے لیے چند قدم ساتھ جانا۔

''خوشیاں مناؤ۔ تم سے اسی دن کا وعدہ کیا گیا تھا۔'' بندۂ مومن دریافت کرتا ہے: ''تم کون ہو؟ تمھارا چہرہ تو وہ چہرہ ہے جو ہمیشہ اچھی خبر لاتا ہے۔'' وہ کہتا ہے: ''میں تمھارا عملِ صالح ہوں۔'' وہ مزید کہتا ہے: ''واللہ! تم اطاعت الٰہی میں چاق چوبند اور چست رہا کرتے تھے اور معصیت الٰہی میں ہمیشہ سُست۔ اللہ تم کو جزائے خیر عطا کرے۔''

جی ہاں! وہ اُس سے کہے گا: ''میں تمھارا عملِ صالح ہوں۔''

بندۂ مومن جب اُس خوش چہرہ کو خوشخبری دیتے دیکھتا ہے۔ اردگرد نظر دوڑاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اُس کی قبر حدِ نگاہ تک وسیع ہے۔ اُس میں جنت کے بستر بچھے ہیں۔ اپنے سراپے پر نگاہ کرتا ہے تو خود کو جنت کا لباس پہنے دیکھتا ہے۔ جب وہ یہ تمام نعمتیں دیکھتا ہے تو جان لیتا ہے، سمجھ لیتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں اُن نعمتوں کے آگے تو کچھ بھی نہیں جن کے جنت میں حاصل ہونے کا اسے انتظار رہا کرتا ہے۔ تب وہ چاہتا ہے کہ ابھی کے ابھی جنت میں جائے اور وہ تمام نعمتیں حاصل کرے۔ یوں وہ رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! قیامت قائم کردے تاکہ میں اپنے جنتی گھر میں جاؤں اور اپنا مال و متاع پاؤں۔

قبر میں کافر کے حالات

قبر میں بندۂ مومن کے حالات بیان کرنے کے بعد نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

''بندۂ کافر یا بندۂ فاسق جب دنیا سے رخصت ہوکر سفرِ آخرت پر روانہ ہونے لگتا ہے تو آسمان سے سیاہ رُو فرشتے اتر کر اُس کے پاس آتے ہیں۔ وہ نہایت کھردرا لباس لے کر آتے ہیں اور اُس کی حدِ نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ تشریف لاتا ہے اور اُس کے سرہانے آبیٹھتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

''اے خبیث روح! نکل، اللہ کی ناراضی اور اُس کے غیظ و غضب کی طرف۔''

یہ سن کر بندۂ کافر و فاسق کی روح اُس کے بدن میں پھیل جاتی ہے۔ موت کا فرشتہ اُسے اِس بے دردی سے کھینچتا ہے جیسے گیلی روئی میں گھسی کھردری سیخ کو سختی سے کھینچ نکالا جاتا ہے۔ آسمان میں اور آسمان و زمین کے درمیان موجود ہر فرشتہ اُس خبیث روح پر لعنت بھیجتا ہے۔ یوں موت کا فرشتہ روح کو قبض کر لیتا ہے۔ وہ جونھی اُسے قبض کرتا ہے، فرشتے جو حدِ نگاہ تک بیٹھے تھے، اُس سے روح لے لیتے ہیں اور پلک جھپکنے کو بھی اُس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ فرشتے اُسے وہ کھردرا لباس پہناتے ہیں جو وہ ساتھ لائے تھے۔ اُس میں سے زمین کے بدترین مردار کی سی بُو آتی ہے۔ وہ اُسے ساتھ لیے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ راستے میں فرشتوں کے مختلف گروہ اُن سے ملتے ہیں جو اُن سے پوچھتے ہیں کہ یہ خبیث روح کس بدبخت کی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ یہ فلاں ابنِ فلاں کی روح ہے۔ فرشتے اُس کا وہ نام لیتے ہیں جو اُس کے زمین پر پکارے گئے ناموں میں بدترین نام تھا۔ جب وہ آسمانِ دنیا پر پہنچتے ہیں تو آسمان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوٰبُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾

''ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔''[1]

تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''سب سے نچلی زمین کے سجین میں اِس کا اعمال نامہ لکھ دو۔'' پھر اُس کی روح وہیں سے لہرا کر نیچے پھینک دی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے یہ

[1] الأعراف 40:7.

آیت پڑھی:

﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ﴾

''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور دراز جگہ لے جا پھینکے۔''[1]

بعدازاں کافر کی روح اُس کے بدن میں واپس بھیجی جاتی ہے۔ اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اُسے اٹھا کر بٹھاتے اور پوچھتے ہیں: ''تیرا رب کون ہے؟'' وہ کہتا ہے: ''ہائے! ہائے! میں نہیں جانتا۔'' وہ کہتے ہیں: ''تیرا دین کیا ہے؟'' کافر جواب دیتا ہے: ''ہائے! ہائے! میں نہیں جانتا۔'' فرشتے اُس سے تیسرا استفسار کرتے ہیں: ''جو آدمی تم میں مبعوث کیا گیا تھا، وہ کون تھا؟'' وہ کہتا ہے: ''ہائے! ہائے! میں نہیں جانتا۔'' فرشتے کہتے ہیں: ''نہ تو نے سمجھا، نہ تو نے پڑھا۔'' تب آسمان کا منادی ندا کرتا ہے کہ اِس کافر نے غلط کہا۔ اِسے آگ کا بستر بچھا دو۔ آگ کی طرف اِس کے لیے ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اُسے نارِ جہنم کی تمازت پہنچتی ہے اور اُس طرف سے گرم ہوائیں آتی ہیں۔ اُس کی قبر اتنی تنگ کر دی جاتی ہے کہ اُس کی پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں۔ ایک آدمی نہایت بدشکل، بدلباس اور بدبودار اُس کے پاس آتا اور کہتا ہے: ''بد سے بدتر حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ! یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اللہ کی اطاعت کرنے میں تم بے حد سست اور گناہ کرنے میں بہت چست و چالاک تھے۔ اللہ تمھیں سزائے شر عطا کرے۔'' کافر اُس سے پوچھتا ہے: ''تم کون ہو؟ تمھارا تو چہرہ ہی ایسا منحوس ہے جو ہمیشہ بُری خبر لاتا

[1] الحج 31:22.

ہے۔'' وہ جواب دیتا ہے: ''میں تمھارا بدعمل ہوں۔''

تب وہ پچھتاتا ہے۔ بہت پچھتاتا ہے لیکن اُس وقت پچھتاوا کچھ کام نہیں آتا۔ تب اُسے یقین آتا ہے کہ قبر میں تو جو کچھ ہوگا، سو ہوگا، اُس کے بعد جو کچھ ہوگا، وہ بہت ہی سنگین ہوگا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: ''اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔'' پھر ایک گونگا، بہرا اور اندھا آدمی اُس پر مسلط کر دیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں بہت بڑا ہتھوڑا ہوتا ہے۔ اتنا بڑا ہتھوڑا کہ اُس سے پہاڑ کو ضرب لگائی جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوکر بکھر جائے۔ وہ اُسے ہتھوڑے کی ایک ضرب لگاتا ہے جس سے وہ مٹی کی طرح ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے پھر سے پہلے کی طرح کر دیتا ہے۔ تب وہ آدمی اُسے دوسری ضرب لگاتا ہے۔ کافر ایسی دلدوز چیخ مارتا ہے جسے جن و انس کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے۔ [1]

ایک دعا

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ»

''اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' [2]

[1] مسند أحمد: 4/ 295، 296. [2] صحيح البخاري، حديث: 832.

بدن اور روح

قبر کی جزا و سزا نا قابلِ تردید حقیقت ہے۔ تمام مخلوق کو اِس سے واسطہ پڑے گا، مرنے کے بعد چاہے اُسے دفن کیا گیا، چاہے دفن نہیں کیا گیا۔

روح کی حقیقت

روح کی حقیقت طبعی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ ﴾

"اور وہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہیے: روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں تو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"[1]

[1] بنيّ إسرآء يل 85:17.

قبر کی جزا وسزا دراصل روح کو ہوتی ہے، چاہے وہ دفن ہونے کے بعد بدن سے ملے، چاہے نہ ملے جیسے کہ بدن جل جائے یا درندوں کا لقمہ بن جائے۔ روح جزا وسزا کے مراحل سے گزرتی ہے اور اس کے لیے اُسے بدن کی ضرورت نہیں پڑتی۔ روح کو بذاتِ خود جزا وسزا کا احساس ہوتا ہے۔

وضاحت طلب مسئلہ: روحوں کا ٹھکانا کیا ہے؟

انسانوں کے مرنے کے بعد اُن کی روحیں مختلف ٹھکانوں میں رہتی ہیں۔ کئی تو جنت میں رہتی ہیں اور کئی جہنم میں۔ بعض روحیں زمین پر بھی رہتی ہیں۔ بعض زمین کے علاوہ دیگر جگہوں پر رہتی ہیں۔

انبیائے کرام کی پاکیزہ روحیں

برزخی زندگی میں انبیائے کرام کی پاکیزہ روحیں علیین کے بلند ترین مقام پر رہتی ہیں۔ نبیِ کریم ﷺ نے اسراء ومعراج کی رات اُنھیں دیکھا تھا۔ آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر دیکھا۔ حضرات یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو دوسرے آسمان پر دیکھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو تیسرے آسمان پر دیکھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو پانچویں آسمان پر دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دیکھا۔ [1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 349، و صحيح مسلم، حديث: 163.

شہدائے کرام کی پاکیزہ روحیں

برزخی زندگی میں شہدائے کرام کی پاکیزہ ارواح سبز پرندوں میں رہتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے اِس آیت کا مطلب پوچھا گیا:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ ﴾

''ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کرو جو اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں، انھیں ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔''[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شہداء کی روحیں سبز پرندوں میں رہتی ہیں۔ عرش کے ساتھ لٹکتی قندیلیں اُن کا ٹھکانا ہیں۔ وہ سبز پرندے جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں۔

[1] آل عمرٰن 3:169.

پھر پھرا کر وہ اُن قندیلوں میں آن بسیرا کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ایک مرتبہ اُن کی طرف جھانک کر دیکھا اور فرمایا: ''کیا تمھیں کچھ چاہیے؟'' انھوں نے کہا: ''ہمیں کیا چاہیے! جنت میں جہاں چاہتے ہیں، اڑتے پھرتے ہیں۔'' رب تعالیٰ نے اُن سے تین دفعہ یہی پوچھا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ اُن سے اُن کی ضروریات پوچھی ہی جائیں گی تو اُنھوں نے عرض کیا: ''رب کریم! ہم چاہتے ہیں کہ تُو ہماری روحیں ہمارے بدن میں واپس بھیج دے تاکہ ہم ایک اور دفعہ تیری راہ میں مارے جائیں۔''

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اُنھیں کسی شے کی ضرورت نہیں تو اُنھیں (اُن کے حال پر) چھوڑ دیا گیا۔'' [1]

آیئے! شہدائے جنت کے حالات ذرا تفصیل سے پڑھتے ہیں

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد تھے۔ برزخی زندگی میں اُنھیں دو پَر ملے جن کے ساتھ وہ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ اڑتے پھرتے ہیں۔ [2]

وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ وہ اور اُن کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا پہلے پہل اسلام لانے والوں میں شامل تھے۔ اُس وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس برس سے زائد نہیں تھی۔ مکہ میں اُنھیں سردارانِ قریش کی ایذائیں اٹھانی پڑیں۔ اُن کا ظلم وستم حد سے بڑھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دے دی۔ مہاجرینِ حبشہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور اُن کی اہلیہ بھی شامل تھے۔ حبشہ میں وہ تین برس تک مقیم رہے، پھر وہاں یہ افواہ پھیلی کہ سردارانِ قریش اسلام لے آئے ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنی فیملی کو ساتھ لیے مکہ لوٹ آئے اور دیکھا کہ قریش کے کافر سردار تو اسلام نہیں

[1] صحيح مسلم، حديث: 1887. [2] المستدرك للحاكم: 209/3.

لائے۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے حسبِ ہدایت دوبارہ حبشہ چلے گئے اور اگلے سات برس وہیں مقیم رہے۔ فتح خیبر کے بعد آپ نے مسلمانانِ حبشہ کو کہلا بھیجا کہ مدینہ آ جائیں۔ یوں وہ حبشہ سے روانہ ہو کر مدینہ آ گئے۔

نبیِ رحمت ﷺ نے اُن کی آمد پر نہایت مسرت کا اظہار کیا۔ آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور گلے لگا کر فرمایا: ''نہیں معلوم کہ فتح خیبر پر زیادہ خوش ہوں یا جعفر کی آمد پر۔'' [1]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شکل نبی ﷺ کی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی۔ آپ نے ایک مرتبہ اُن سے فرمایا تھا: ''تم شکل و صورت اور عادات و اطوار میں میرے جیسے ہو۔'' [2]

جنگِ موتہ کے لیے روانگی

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی مدینہ آمد کے بعد نبیِ کریم ﷺ کو خبر ملی کہ رومی مسلمانوں پر فوج کشی کے لیے جمعیت اکٹھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے تین ہزار کا ایک لشکر تشکیل دیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اُس کا سپہ سالار بنایا۔ اہل لشکر کو ہدایت کی کہ زید بن حارثہ شہید ہوئے تو جعفر اور جعفر شہید ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ سپہ سالار ہوں گے۔ تین ہزار مسلمانوں کا یہ لشکر موتہ کی جانب روانہ ہوا۔ اُدھر رومیوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ لڑائی کا آغاز ہوا۔ جھنڈا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کیا تو جھنڈا دوسرے سپہ سالار حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تھام لیا۔ وہ لڑتے لڑتے نہایت جوش میں آ گئے اور گھوڑے سے کود پڑے۔ اب وہ

[1] صحيح البخاري، حديث: 3136، و صحيح مسلم، حديث: 2502، و زاد المعاد: 296,295/3، والمستدرك للحاكم: 211-209/3. [2] صحيح البخاري، حديث: 4251.

پیدل لڑ رہے تھے۔ یہ رجزیہ اشعار اُن کی زبان پر جاری تھے۔

يَـــا حَبَّــذَا الْــجَــنَّةُ وَاقْتِــرَابُهَـــا
طَيِّبَةٌ وَّ بَـــــارِدٌ شَـــــرَابُهَـــا

''ارے واہ! پاکیزہ جنت! اور اُس کا قرب! اور اُس کا ٹھنڈا ٹھنڈا مشروب! واہ کیا کہنے!''

وَالــــرُّومُ رُومٌ قَــدْ دَنَــا عَــذَابُهَـــا
كَـــافِــرَةٌ بَــعِيــدَةٌ أَنْسَــابُهَـــا
عَــلَــيَّ إِنْ لَّاقَيْتُهَـــا ضِــرَابُهَـــا

''رومیوں کے بُرے دن قریب آ گئے۔ یہ کافر اور بعید النسب ہیں۔ اگر میرا اُن کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو اُنھیں مارنا مجھ پر لازم ہے۔''

ایک ہاتھ میں جھنڈا تھامے وہ بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ کئی رومیوں نے اُنھیں گھیرے میں لے لیا۔ یہ اُن سے بھی چومکھی لڑتے رہے۔ ایک رومی سپاہی نے آگے بڑھ کر داہنے بازو پر تلوار کا وار کیا۔ بازو الگ ہو کر دور جا پڑا۔ اُنھوں نے جھنڈا بائیں کندھے سے لگا دیا۔ اُسے بھی تلوار کے پے در پے وار کر کے کاٹ ڈالا گیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا سینے سے لگا لیا تا آنکہ جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اُن کی عمر اُس وقت تیس برس کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو اُس جنگ میں شریک تھے، اُن کا بیان ہے کہ جعفر شہادت پا کر گر پڑے تو بعد ازاں میں نے اُنھیں دیکھا۔ اُن کے بدن پر تیر، تلوار اور نیزے کے کم و بیش نوے زخم تھے جن میں سے

واللہ! ایک بھی پشت پر نہیں تھا۔

اُن کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم تھاما اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ بعد ازاں مسلمانوں کے متفقہ فیصلے کے مطابق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دیے اور باقی لشکر کو جنگ کی بھٹی سے صحیح سلامت نکال لائے۔ [1]

شہدائے موتہ کی خبر مدینہ میں

موتہ میں معرکہ جاری تھا۔ اُدھر مدینہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا:

''آپ کا یہ لشکر جو لڑنے گیا ہے، اُس کے متعلق کوئی خبر دوں؟''

لوگوں نے اشتیاق سے کہا کہ ضرور بتائیے۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 1246 و4261، و مسند أحمد: 299/5، والرحيق المختوم، ص: 378-391، والسيرة النبوية لابن هشام: 4/15-21.

فرمایا: ''زید نے جھنڈا اتھاما۔ اُنھیں زخم آئے اور وہ شہید ہوئے۔ اُن کے لیے دعائے مغفرت کیجیے۔''

لوگوں نے اُن کے لیے دعائے مغفرت کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر جعفر نے جھنڈا اتھاما۔ وہ بھی شدید زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ اُن کے لیے بھی دعائے مغفرت کیجیے۔''

لوگوں نے اُن کے لیے بھی دعائے مغفرت کی۔

آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ فرمایا: ''اُن کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا اتھاما۔ وہ بھی زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔''

نبیِ کریم ﷺ منبر پر سے اترے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی جانب چل پڑے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے بچوں کو نہلا دھلا اور تیل لگا کر صاف ستھرے کپڑے پہنا دیے تھے اور آٹا بھی گوندھ لیا تھا۔ اب ہم جعفر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے گھر میں آنے کی اجازت چاہی، پھر آپ اندر آ گئے اور مجھ سے فرمایا: ''میرے بھائی کے بچوں کو بلایئے۔'' میں بچوں کو لے آئی۔ ننھے منے بچے دیکھنے میں چوزے معلوم ہوتے تھے۔ اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو دوڑ کر آئے اور آپ سے لپٹ گئے۔ کوئی کندھے پر چڑھ گیا تو کوئی بازو سے لٹک گیا۔ اُن کے والد جعفر رضی اللہ عنہ چونکہ شکل و صورت میں رسول اللہ ﷺ سے ملتے تھے، اس لیے وہ آپ کو جعفر رضی اللہ عنہ ہی سمجھ رہے تھے۔ آپ اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور روتے جاتے۔ روتے جاتے۔ میں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! جعفر کی کوئی خیر خبر آئی؟'' آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر پوچھا: ''یا رسول اللہ! جعفر کی کوئی خیر خبر آئی؟''

فرمایا: ''جعفر شہید ہو گئے ہیں۔'' میں نے نہایت غمزدہ لہجے میں کہا: ''یارسول اللہ! اس نے اپنے بچے یتیم کر ڈالے۔ وہ اپنے بچوں کو یتیم کر گیا۔'' فرمایا: ''آپ ڈرتی ہو کہ یہ محتاج ہو جائیں گے؟ میں دنیا و آخرت میں اِن کا ذمے دار و کفیل ہوں۔''

پھر آپ یہ کہتے ہوئے ہمارے ہاں سے تشریف لے گئے کہ جعفر جیسے بہادروں کے لیے رونے والیوں کو رونا ہی چاہیے۔ [1]

آپ اپنے گھر واپس تشریف لائے اور اہلِ خانہ سے فرمایا: ''آلِ جعفر کے لیے کھانا تیار کرو۔ اُن کو ایسی خبر ملی ہے جو انھیں مشغول رکھے گی۔'' (کھانے پینے کی طرف اُن کا دھیان نہیں جائے گا۔) [2]

بعد ازاں آپ نے فرمایا: ''میں نے جعفر کو جنت میں دیکھا۔ اُس کے دو خون آلود پَر تھے جن کی مدد سے وہ فرشتوں کے ہمراہ اڑتا پھرتا تھا۔'' [3]

یہ تھی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی برزخی زندگی۔

سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو بھی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں برزخی زندگی گزارتے دیکھا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ''میں رات جنت میں گیا۔ میں نے دیکھا جعفر فرشتوں کے ہمراہ اڑتا پھرتا تھا اور حمزہ تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔'' [4]

برزخی زندگی میں بعض شہدائے کرام کی ارواح بابِ جنت پر واقع ایک خیمے میں قیام کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہداء بابِ جنت پر واقع ایک نہر کنارے سبز خیمے

[1] الاستيعاب، ص: 147،148، والمغازي للواقدي، ص: 520، والمصنف لعبدالرزاق: 550/3.
[2] سنن أبي داود، حديث: 3132. [3] المستدرك للحاكم: 212/3. [4] المستدرك للحاكم: 196/3، و صحيح الجامع الصغير، حديث: 5675.

میں رہتے ہیں۔ جنت میں سے اُن کا رزق اُنھیں صبح وشام پہنچتا ہے۔'' [1]

شہداء کے علاوہ دیگر اہلِ ایمان کی روحیں ارشادِ نبوی کے مطابق پرندوں کی صورت میں جنت کے درختوں پر رہتی ہیں۔ وہ پرندے جنت کے درختوں کا پھل کھاتے پھرتے ہیں۔ یہ اُن کی برزخی زندگی ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُنھیں اُن کے بدن میں لوٹا دے گا۔ [2]

وضاحت طلب مسئلہ

کیا اہلِ ایمان کی ارواح جنت میں ایک دوسری سے ملاقات کرتی ہیں؟

جواب: بالکل! برزخی زندگی میں اہلِ ایمان کی روحیں ایک دوسری سے ملاقات کرتی، ایک دوسری کو ملنے آتی اور آپس میں باتیں بھی کرتی ہیں۔ اِس کے متعلق نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن پر نزع کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لیے اُس کے پاس آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''اے روح! اللہ کی رحمت اور اُس کے رزق کی طرف خوش باش نکل، اِس حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہے۔ اور نکل اُس رب کی طرف جو غصے میں نہیں۔'' روح نکل پڑتی ہے۔ اُس میں سے کستوری کی سی نہایت پاکیزہ خوشبو پھوٹتی ہے۔ فرشتے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیتے آسمان کے دروازے پر پہنچتے ہیں۔ وہ آسمان کے فرشتوں سے کہتے ہیں: ''دیکھو، تمھارے پاس زمین سے کیسی اچھی خوشبو آئی ہے۔'' وہ اُسے اہلِ ایمان کی ارواح میں لے آتے ہیں۔ اہلِ ایمان اُس کا پرتپاک خیر مقدم کرتے اور یوں خوش ہوتے ہیں جیسے مسافر سفر سے لوٹ آئے تو اُس کے اہل خانہ خوشی

[1] مسند أحمد: 266/1، والمستدرك للحاكم: 74/2. [2] سنن النسائي، حديث: 2075، و سنن ابن ماجه، حديث: 4271.

سے پھولے نہیں سماتے۔ اُن میں سے کچھ تو فوراً اُس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا بنا اور فلاں کیسا ہے؟ جبکہ کچھ دوسرے کہتے ہیں: ''ذرا اُسے دم تو لینے دو۔ ابھی ابھی تو دنیا کے رنج وغم سے چھٹکارا پا کر آیا ہے۔'' جب وہ اُن سے قدرے حیران ہوکر پوچھتا ہے کہ فلاں تمھارے پاس نہیں آیا؟ وہ تو مجھ سے پہلے وفات پا گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اُسے تو جہنم میں ٹھکانے لگا دیا گیا ہے۔

کافر پر جانکنی کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو عذاب کے فرشتے کھردرا لباس لیے آتے ہیں۔ وہ اُس سے کہتے ہیں: ''نکل، اِس حال میں کہ تُو پریشان ہے اور تجھ پر غصہ کیا گیا ہے۔ نکل، اللہ کے عذاب کی طرف۔'' اُس کی روح نکل پڑتی ہے۔ اُس میں سے مردار کی سی نہایت سخت بدبو آتی ہے۔ فرشتے اُسے نچلی زمین کے دروازے پر لاتے ہیں (کہ
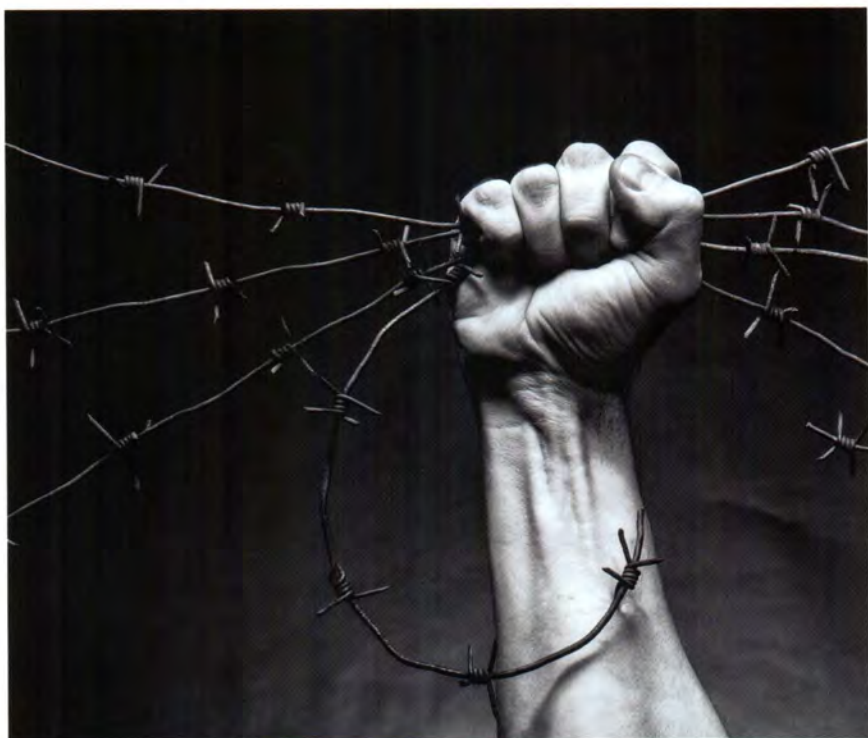
آسمان کے دروازے اُس کے لیے نہیں کھولے جاتے۔) وہاں کے فرشتے کہتے ہیں: ''کیسی گندی بدبو ہے یہ۔'' آخر وہ اُسے کافروں کی ارواح کے پاس لاتے ہیں۔ [1]

پتہ چلا کہ برزخی زندگی میں اہلِ ایمان کی روحیں آپس میں ملتی اور ایک دوسری کو پہچانتی ہیں۔

خلاصہ

''قبر میں روح جزا و سزا کے مراحل سے گزرتی ہے اور گاہے بدن بھی اُس کا شریک ہوتا ہے۔''

[1] سنن النسائي، حديث: 1834.

قبر کی جزا و سزا
کے
متعلق شرعی دلائل

قبر آخرت کی اولین منزل ہے۔ یہ خوشی کا گھر ہے اُس آدمی کے لیے جس نے دنیا میں اچھے کام کیے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تھی۔ اِس گھر میں وحشت اور ظلمت سے پالا پڑے گا اُس شخص کا جس نے دنیا میں بُرے کام کیے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی تھیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

''قبر آخرت کی اولین منزل ہے۔ جو اِس سے چھٹکارا پا گیا بعدازاں اُس کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔ جس کو یہاں سے چھٹکارا نہ ملا، اگلی منزلوں پر اُسے زیادہ سنگین حالات کا سامنا ہوگا۔'' [1]

[1] جامع الترمذي، حديث: 2308.

قبر میں اچھے بُرے جو حالات پیش آئیں گے اُن پر ایمان لانا ایمان بالغیب کا حصہ ہے۔ یہ ایمان بالآخرت کی بنیاد ہے۔ قبر میں آدمی جن حالات سے گزرے گا، اُن کے متعلق کتاب وسنت کے کئی ایک دلائل ہیں۔ ذیل میں اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

قبر کی جزا وسزا کے متعلق شرعی دلائل

آلِ فرعون (فرعونی لشکروں) کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝﴾

''(وہ دوزخ کی) آگ ہے جس پر انھیں صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی (کہا جائے گا:) آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔''[1]

پتہ چلا کہ وہ اپنی قبروں میں صبح وشام جہنم کی آگ پر لائے جاتے ہیں۔ جب قیامت آئے گی تو اُنھیں مستقل طور پر نارِ جہنم کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝﴾

''ہم جلد انھیں دوہری سزا دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''[2]

کافروں اور منافقوں کو پہلا عذاب دنیا میں یوں ہوتا ہے کہ اُنھیں سخت تشویش لاحق

[1] المؤمن 46:40. [2] التوبة 101:9.

ہوتی ہے اور وہ رنج وغم سے دوچار ہوتے ہیں۔ دوسرے عذاب سے اُنھیں قبر میں واسطہ پڑتا ہے۔ جب قیامت آئے گی تو اُنھیں نارِ جہنم کے عذابِ عظیم میں ڈال دیا جائے گا۔

نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

''بندے کو جب قبر میں ڈال دیا جاتا ہے اور اُس کے بھائی بند واپس جاتے ہیں تو وہ اُن کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔'' [1]

اسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ کافر یا منافق سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ اُس آدمی (حضرت محمد ﷺ) کے متعلق تم کیا کہتے ہو جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا، وہ کہتا ہے: ''مجھے کیا پتہ؟ لوگ جو کچھ کہتے تھے، میں بھی وہی کہہ دیتا تھا۔'' تب اُس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے سمجھا اور نہ کچھ پڑھا۔ اُسے آہنی ہتھوڑے کی ایک ضرب لگائی جاتی ہے تو وہ اِس زور کی چیخ مارتا ہے کہ جن وانس کے سوا تمام مخلوق اُس کی وہ چیخ سنتی ہے۔ [2]

آپ نے مزید فرمایا: ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مرنے والوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی عذابِ قبر کی وہ ہولناک آوازیں سنائے جو میں سنتا ہوں۔'' [3]

رسول اللہ ﷺ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ»

''اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' [4]

[1] صحيح البخاري، حديث: 1338، و صحيح مسلم، حديث: 2870. [2] صحيح البخاري، حديث: 1338، و صحيح مسلم، حديث: 905. [3] صحيح مسلم، حديث: 2867. [4] صحيح البخاري، حديث: 1377، و صحيح مسلم، حديث: 589.

نبی کریم ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا تھا:

«عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ»

''عذابِ قبر حقیقت ہے۔''[1]

قبر میں جزائے خیر کسے عطا ہوتی ہے؟

قبر میں اہلِ ایمان کو جزائے خیر عطا ہوتی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''جن کو فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ (کفر وشرک سے) پاک ہوتے ہیں تو (فرشتے) کہتے ہیں: تم پر سلام ہو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ اس کے بدلے جو تم عمل کرتے تھے۔''[2]

ارشادِ نبوی ہے: ''وہ دونوں فرشتے اُس سے پوچھتے ہیں کہ تم اُس آدمی (حضرت محمد ﷺ) کے متعلق کیا کہتے ہو جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا۔ مومن اِس کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں، وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ تب اُس سے کہا جاتا ہے: ''آگ میں تمھارا جو ٹھکانا ہوتا، اُس کی طرف دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے بجائے تمھیں جنت کا ٹھکانا عطا فرمایا ہے۔''[3]

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا تھا:

''مومن جب تمام سوالات کے ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے تو آسمان کا منادی ندا کرتا

[1] صحيح البخاري، حديث: 1372، و صحيح مسلم، حديث: 2867. [2] النحل 32:16. [3] صحيح البخاري، حديث: 1338، و صحيح مسلم، حديث: 2870.

ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اُس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو۔ جنت کی طرف اُس کے لیے ایک دروازہ کھول دو اور اُسے جنت ہی کا لباس پہنادو۔ تب اُسے جنت کی خوشبوئیں اورہوائیں آتی ہیں اور اُس کی قبر حدِنگاہ تک وسیع ہوجاتی ہے۔'' [1]

عذابِ قبر سے واسطہ کسے پڑتا ہے؟

عذابِ قبر سے واسطہ اُن لوگوں کو پڑتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے اور سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ عذابِ قبر دراصل کافروں کو ہوتا ہے، تاہم وہ اہلِ ایمان بھی اُس سے دوچار ہوتے ہیں جو گناہوں کے مرتکب ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ دو قبروں کے قریب سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب ہورہا ہے۔ اور اِنھیں کسی بڑے گناہ کے سبب عذاب نہیں ہورہا۔ ایک تو اِن میں سے چغل خور تھا اور دوسرا پیشاب (کی پلیدی) سے نہیں بچتا تھا۔'' یہ کہہ کر آپ نے ایک ہری لکڑی اٹھائی، اُسے دو ٹکڑے کیا اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں میں گاڑ دیا۔ فرمایا: ''جب تک یہ سوکھے نہیں، شاید اُن کے عذاب میں کمی کردی جائے۔'' [2]

وضاحت طلب مسئلہ

کیا قبر میں کھجور کی ٹہنی گاڑنے سے عذابِ قبر میں کمی کردی جاتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ نہیں، قبر میں کھجور کی ٹہنی گاڑنے سے عذابِ قبر میں کمی نہیں کی جاتی۔ نبی کریم ﷺ کا ایسا کرنا آپ سے خاص تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے یہ بھی فرمایا

[1] سنن أبي داود، حديث:4753. [2] صحيح البخاري، حديث: 216.

تھا: ''میں نے چاہا کہ میری شفاعت کے باعث اُن کے عذاب میں کمی کردی جائے۔''[1]

دوسری بات یہ کہ اگر کوئی قبر میں اِس طرح ٹہنی گاڑتا ہے تو وہ گویا خود کو برگزیدہ ثابت کرنا چاہتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ آخر اُس کی حیثیت ہی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے سبب کسی کے عذاب میں کمی کرے! اور آخری بات یہ کہ نبی کریم ﷺ کو تو پتہ چل گیا تھا کہ اُن دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ تو نبی تھے۔ آپ پر تو وحی آتی تھی۔ آپ کے بعد کسی کو کیا پتہ کہ کسی قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں!!!

وضاحت طلب مسئلہ

قبر میں آدمی سے سوال و جواب کا سلسلہ کب شروع ہوتا ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ جب میت کی تدفین انجام پاجاتی ہے تو اُس میں روح لوٹ آتی ہے۔ تب اُس سے سوالات کیے جاتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب میت کی تدفین انجام پاجاتی تو رسول اللہ ﷺ وہیں ٹھہرتے اور ہمیں مخاطب کر کے فرماتے: ''اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو اور اُس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو

[1] صحیح مسلم، حدیث: 3012.

کیونکہ اب اُس سے سوالات کیے جا رہے ہیں۔“ [1]

وضاحت طلب مسئلہ

کیا انسان عذابِ قبر کی ہولناک آوازیں سن سکتے ہیں؟

جواب اس کا یہ ہے کہ نہیں، انسان اور جنات عذابِ قبر کی آوازیں نہیں سن پاتے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کافر کو جب آہنی ہتھوڑے کی ضرب لگتی ہے تو وہ دلدوز چیخ مارتا ہے۔ انسان اور جنات کے سوا تمام مخلوق اُس کی ہولناک آواز سن پاتی ہے۔ [2]

چوپائے بھی عذابِ قبر کی آوازیں سن پاتے ہیں۔ مدینہ میں ایک روز دو بوڑھی یہودنیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انھوں نے آپ سے عذابِ قبر کے متعلق باتیں کیں۔ بعدازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عذابِ قبر کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ”اُن دونوں نے سچ کہا۔ اہلِ قبر کو عذاب ہوتا ہے جسے چوپائے بھی سنتے ہیں۔“ [3]

وضاحت طلب مسئلہ

کیا اہلِ قبر لوگوں کی آوازیں سنتے ہیں؟

جواب یہ ہے کہ اِس امر کے متعلق علماء کے بیچ اختلاف ہے۔ تاہم زیادہ درست امر یہ ہے کہ اہلِ قبر لوگوں کی آوازیں نہیں سنتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾

”اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔“ [4]

[1] سنن أبي داود، حديث: 3221 و المستدرك للحاكم: 370/1. [2] صحيح البخاري، حديث: 1338. [3] صحيح البخاري، حديث: 6366، و صحيح مسلم، حديث: 586. [4] فاطر 22:35.

اتنی بات البتہ حدیث میں آئی ہے کہ جب مرنے والے کو دفن کر دیا جاتا ہے تو وہ قبرستان سے واپس جاتے لوگوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ [1]

وضاحت طلب مسئلہ

کیا پس ماندگان کی آہ وبکا سے میت کو عذاب ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسا ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میت پر جو نوحہ کیا جاتا ہے، اُس کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''پس ماندگان کی آہ وبکا سے مرنے والے کو عذاب ہوتا ہے۔'' [2]

اشکال

عام طور پر تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرنے والے کو اُس کے اعمال کے حساب سے جزا و سزا ملتی ہے۔ لیکن اوپر بیان کردہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ دوسرے کے اعمال کی وجہ سے بھی اُسے عذاب ہوتا ہے۔ اِس کا مطلب پھر کیا ہے؟

اشکال کا حل

دورِ جاہلیت میں آدمی مرنے سے پہلے اہلِ خانہ کو وصیت کر جاتا تھا کہ میرے مرنے پر خوب نوحہ کرنا، سینہ کوبی کرنا اور گریبان چاک کرنا۔ مقصود یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو پتہ چلے پس ماندگان مرنے والے سے بے حد پیار کرتے تھے اور اُسے زندہ دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ

[1] صحيح البخاري، حديث:1338، و صحيح مسلم، حديث: 2870. [2] صحيح البخاري، حديث: 1291، 1292، و صحيح مسلم، حديث: 927.

دورِ جاہلیت کا ایک شاعر اپنی اہلیہ کو یہ وصیت کرتا ہے۔

إِذَا مِتُّ فَابْكِينِي بِمَا أَنَا أَهْلُهُ

وَ شُقِّي عَلَيَّ الْجَيْبَ يَابْنَةَ مَعْبَدِ

''معبد کی صاحبزادی! جب میں مرجاؤں تو مجھ پر میرے شایانِ شان رونا اور گریبان چاک کرنا۔''[1]

ایک اور شاعر نے اپنی اہلیہ کو مخاطب کر کے کہا۔

إِذَا مِتُّ فَابْكِينِي بِثِنْتَيْنِ لَا يُقَلْ

كَذَبْتِ وَ شَرُّ الْبَاكِيَاتِ كَذُوبُهَا

''جب میں مرجاؤں تو میری دو ایسی خوبیاں بتابتا کے رونا جو واقعی مجھ میں پائی جاتی تھیں۔ دھیان رکھنا! کوئی یہ نہ کہے کہ تم نے جھوٹ کہا۔ نوحہ کرنے والیوں میں بدترین عورتیں وہ ہیں جو بہت زیادہ جھوٹ بولتی ہیں۔''[2]

یوں اگر کوئی مرنے سے پہلے اہلِ جاہلیت کی سی وصیت کر کے جائے گا تو وہ سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔ بعض شارحین کے مطابق حدیث کے معنی یہ ہیں کہ مرنے والے کو عذاب اُس صورت میں ہوتا ہے جب اُسے پتہ تھا کہ مرنے والوں پر نوحہ کرنا اور گریبان چاک کرنا اُس کی خاندانی روایات میں شامل ہے۔ اُس نے اہلِ خاندان کو ایسا کرتے دیکھا تھا اور وہ جانتا تھا کہ جب وہ مرے گا تو اُس پر بھی نوحہ کیا جائے گا۔ اِس کے باوجود اُس نے مرنے سے پہلے اُنھیں منع نہیں کیا، حالانکہ وہ منع کرنے کی ہمت رکھتا تھا اور اُسے یاد بھی تھا، اِس

[1] شرح السنة: 443/5، وديوان طرفة بن العبد، ص: 10. [2] الأشباه والنظائر، لمحمد بن هاشم الخالدي: 30/1.

صورت میں مرنے والے کو عذاب ہوتا ہے۔ بعض شارحین کے نزدیک ''میت کو عذاب ہوتا ہے'' سے مراد یہ ہے کہ میت کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔

''قبر کی جزا و سزا کا معاملہ غیب سے متعلق ہے اور اُس پر ایمان لانا ضروری ہے، ہر چند حواسِ خمسہ اُس کا ادراک نہیں کر پاتے۔''
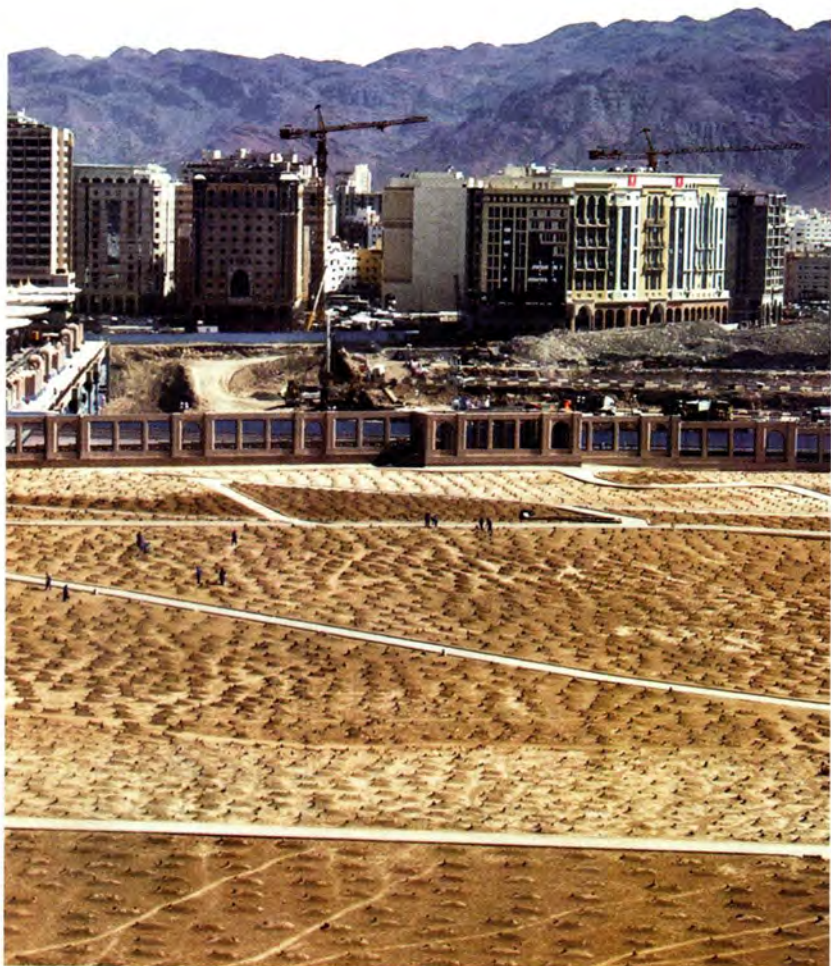
برزخی زندگی میں لوگوں کے حالات

برزخی زندگی انسان کی موت اور دوبارہ زندگی کے درمیانی عرصے سے عبارت ہے۔ انسانوں اور جنوں میں سے جو بھی مرجاتا ہے، وہ برزخی زندگی گزارتا ہے۔ مرنے کے بعد آدمی کو سپردِ خاک کیا گیا یا نہیں کیا گیا، دونوں صورتوں میں اُسے اِس زندگی سے واسطہ پڑتا ہے۔ دنیا میں انجام دیے گئے اچھے اور بُرے اعمال کے لحاظ سے انسانوں اور جنوں کو برزخی زندگی کے اچھے اور بُرے حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن میں سے بعض حالات کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں جو آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے سے بتلائی گئی

تھیں۔ آپ غیب کی جو باتیں بیان کرتے تھے وہ آپ پر وحی کی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعۂ وحی برزخی زندگی کے بعض حالات سے آگاہ کیا تھا اور بعض کا مشاہدہ بھی کرایا تھا۔ یہ مشاہدہ آپ کو خواب میں کرایا گیا تھا۔ انبیائے کرام کے خواب بھی وحی کے زمرے میں آتے ہیں۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز نمازِ صبح کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا رات کو کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر کوئی صاحبِ خواب بیان کرتے تو آپ اُس کی تعبیر بتاتے۔ ایک روز آپ نے اپنا خواب بیان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کو میرے ہاں دو آنے والے آئے (دو فرشتے آئے۔) انھوں نے مجھے اٹھایا اور کہا کہ چلیے۔ میں اُن کے ہمراہ چل پڑا۔ چلتے چلتے ہم ایک آدمی کے پاس پہنچے جو لیٹا ہوا تھا۔ ایک اور آدمی ہاتھ میں بڑا پتھر لیے اُس کے سرہانے کھڑا تھا۔ وہ اُس کے سر پر پتھر مارتا، سر کچلا جاتا اور بڑا پتھر لڑھکتا ہوا دور جا پڑتا۔ وہ آدمی پتھر لینے جاتا اور جب تک واپس آتا، لیٹے ہوئے آدمی کا سر ٹھیک ہو چکا ہوتا۔ وہ آکر پھر اُسی طرح پتھر مار کر اُس کا سر کچل ڈالتا۔ میں نے (حیران ہوکر) کہا: ''سبحان اللہ! (اور پوچھا کہ) یہ دونوں کون ہیں؟'' میرے ہمراہیوں نے کہا کہ ''چلتے چلیے۔'' میں اُن کے ہمراہ چل پڑا۔ چلتے چلتے ہم ایک آدمی کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا۔ ایک اور آدمی لوہے کا آنکڑا ہاتھ میں لیے اُس کے سرہانے بیٹھا تھا۔ وہ اُس کی ایک باچھ میں آنکڑے کی اَنی ڈالتا اور اُسے چیرتا ہوا گدی تک جا پہنچتا۔ پھر وہ آنکڑے کی اَنی اُس کے نتھنے میں گھسیڑتا اور گدی تک چیر ڈالتا۔ باچھ اور نتھنے کو چیرنے کے بعد وہ آنکڑے کی اَنی اُس کی آنکھ میں ڈالتا اور گدی تک چیرتا جاتا۔ ایک طرف سے چیر پھاڑ کر کر وہ چہرے کے دوسری طرف آتا اور وہی عمل

دہراتا۔ اتنے میں چہرے کی پہلی طرف ٹھیک ہو جاتی۔ دوسری طرف چیر پھاڑ کر کے وہ پھر سے چہرے کے پہلی طرف آتا اور وہی عمل دہراتا۔ میں نے (نہایت تعجب سے) کہا: ''سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟'' میرے ہمراہیوں نے (جواب دینے کے بجائے) کہا: ''چلتے چلیے۔'' میں اُن کے ہمراہ چل پڑا۔ چلتے چلتے ہم تندور جیسی ایک عمارت کے پاس پہنچے جس میں بہت شور شرابا تھا۔ ہم نے جھانک کر دیکھا۔ اُس میں کئی بے لباس مرد اور عورتیں تھیں۔ اُن کے تلے سے آگ کی بہت بڑی لہر اٹھتی تھی تو وہ شور مچاتے اور چیختے چلاتے تھے۔ میں نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' میرے دونوں ہمراہیوں نے کہا: ''چلتے چلیے۔'' ہم آگے بڑھے اور چلتے چلتے لہو جیسی سرخ نہر کے قریب پہنچے۔ نہر میں ایک آدمی تیرتا تھا۔ نہر کنارے بھی ایک آدمی بیٹھا تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے۔ تیرنے والا تیر تیر کر کنارے بیٹھے اُس آدمی کی طرف آتا اور اپنا منہ کھول دیتا۔ وہ آدمی اُس کے منہ میں پتھر گھسیڑ دیتا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' میرے دونوں ہمراہیوں نے کہا: ''چلتے چلیے۔'' ہم آگے بڑھ گئے اور چلتے چلتے ایک نہایت مکروہ صورت آدمی کے پاس پہنچے۔ تم نے جو مکروہ ترین صورت کا آدمی دیکھا ہوگا، وہ ویسا ہی مکروہ صورت تھا۔ اُس نے آگ جلا رکھی تھی۔ وہ دوڑ بھاگ کر اُس کے لیے ایندھن اکٹھا کرتا اور اُسے بھڑکاتا پھرتا تھا۔ میں نے اپنے دونوں ہمراہیوں سے دریافت کیا: ''یہ کون ہے؟'' انھوں نے مجھ سے کہا: ''چلتے جایئے۔'' ہم آگے بڑھے اور ایک باغ میں پہنچے جس میں بہار کی سب رنگ کلیاں کھلی تھیں۔ باغ کے بیچوں بیچ اتنا طویل القامت آدمی کھڑا تھا کہ اُس کی اونچائی کے باعث مجھے اُس کا سر قریب قریب دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اُس آدمی کے گرد نہایت خوبصورت بچے بڑی تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ میں نے اپنے دونوں ہمراہیوں سے پوچھا: ''یہ لوگ کون

ہیں؟'' اُنھوں نے مجھ سے کہا: ''چلیے آیئے۔'' ہم آگے بڑھے۔ چلتے چلتے ایک بہت تناور درخت نظر آیا۔ اتنا بڑا اور اتنا خوبصورت درخت میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میرے دونوں ہمراہیوں نے مجھ سے کہا: ''اِس پر چڑھ جایئے۔'' ہم اُس پر چڑھے تو ایک ایسے شہر کے دروازے پر پہنچ گئے جو اِس طرح (سلیقے اور خوبصورتی) سے بنا تھا کہ ایک اینٹ سونے کی (لگائی گئی) تھی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ ہم نے دروازے پر دستک دی تو دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں ہمیں ایسے کئی لوگ نظر آئے جن کے بدن کا نصف حصہ نہایت خوبصورت اور نصف حصہ نہایت بدصورت تھا۔ میرے دونوں ہمراہیوں نے اُن سے کہا کہ ''جاؤ اور اُس نہر میں کود پڑو۔'' (انھوں نے جس طرف اشارہ کیا تھا) وہاں ایک چوڑی نہر بہتی تھی جس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا۔ وہ لوگ گئے اور اُس نہر میں کود پڑے۔ جب وہ نہر سے نکلے تو اُن کی بدصورتی دور ہو چکی تھی اور اب وہ تمام کے تمام بہت ہی خوبصورت ہو گئے تھے۔ تب

میرے دونوں ہمراہیوں نے مجھ سے کہا: ''یہ جنتِ عدن ہے۔ [1] اور وہ رہا آپ کا گھر۔'' میری نگاہ اوپر کی طرف اٹھی تو ایک محل دکھائی دیا بالکل سفید بدلی کا سا۔ اُن دونوں نے مجھ سے کہا: ''وہ آپ کا گھر ہے۔'' میں نے اُن سے کہا: ''اللہ تم کو برکت دے! میں تو چلا اپنے گھر۔'' اُنھوں نے کہا: ''ابھی نہیں، لیکن آپ اُس میں جائیں گے۔'' میں نے کہا: ''آج رات تو میں نے نہایت عجیب وغریب منظر دیکھے۔ وہ کیسے منظر تھے؟'' وہ بولے: ''ہم آپ کو ابھی اُن کے متعلق بتاتے ہیں۔ وہ آدمی جس کا سر پتھر پر کچلا جاتا تھا، قرآن اخذ کرتا تھا (قرآنی تعلیم حاصل کرتا تھا) پھر اُسے چھوڑ دیتا تھا اور فرض نماز ترک کر کے سو رہتا تھا۔ وہ آدمی جس کی باچھیں، نتھنے اور آنکھیں گدی تک چیری جاتی تھیں، اپنے جی سے ایک جھوٹ گھڑتا تھا، پھر صبح سویرے گھر سے نکلتا اور جا بجا وہ جھوٹ کہتا تھا۔ بعد ازاں اُس کا جھوٹ افواہ بن کر چار سو پھیل جاتا تھا۔ [2] تندور جیسی عمارت میں جو برہنہ لوگ آپ نے دیکھے، وہ زنا کیا کرتے تھے۔ [3] وہ آدمی جو خونی نہر میں تیرتا اور پتھر کھاتا تھا، سود خور تھا۔ [4] وہ مکروہ صورت آدمی جو آگ بھڑکاتا تھا، داروغۂ جہنم مالک ہے۔ لمبے قد کے جو صاحب

[1] عربی زبان میں عدن اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں آدمی مستقل طور پر قیام کرتا ہے۔ [2] ذرائع ابلاغ پر جو جھوٹ بولے جاتے ہیں، جو آناً فاناً دنیا بھر میں پھیل جاتے ہیں، وہ بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ [3] یہ لوگ تندور میں اِس لیے محبوس تھے کہ دنیا میں انھوں نے خود کو حرام شہوتوں کے تندور میں قید کیے رکھا تھا۔ برہنہ یوں تھے کہ وہ دنیا میں غیروں کے آگے برہنہ ہوتے تھے۔ نیچے سے اِس لیے جلتے تھے کہ انھوں نے بدن کے نچلے اعضاء کو گناہ کا ذریعہ بنایا تھا۔ [4] سود کا حرام مال کھانے سے کہیں بہتر تھا کہ وہ پتھر کنکر کھالیتا، سود نہ کھاتا۔ لیکن جب اُس نے سود ہی کھایا جو پتھر کنکر کھانے کے مترادف تھا تو مرنے کے بعد اُسے بطورِ سزا پتھر کنکر ہی کھلائے گئے، نیز لوگوں کا جو خون نچوڑ نچوڑ کے اُس نے سودی روپیہ اکٹھا کیا تھا، اسی خون میں وہ تیرتا پھرتا تھا۔

باغ میں تھے، وہ ابراہیم علیہ السلام تھے۔ اُن کے اردگرد جو بچے تھے، وہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوئے تھے۔ [1] صحابۂ کرام نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی اُنھی میں شامل ہیں؟'' فرمایا: ''مشرکین کے بچے بھی اُنھی میں شامل ہیں۔'' [2] ''اور وہ لوگ جن کے بدن کا نصف حصہ خوبصورت اور نصف بدصورت تھا، انھوں نے اچھے اعمال بھی کیے تھے اور بُرے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں معاف کر دیا۔'' [3]
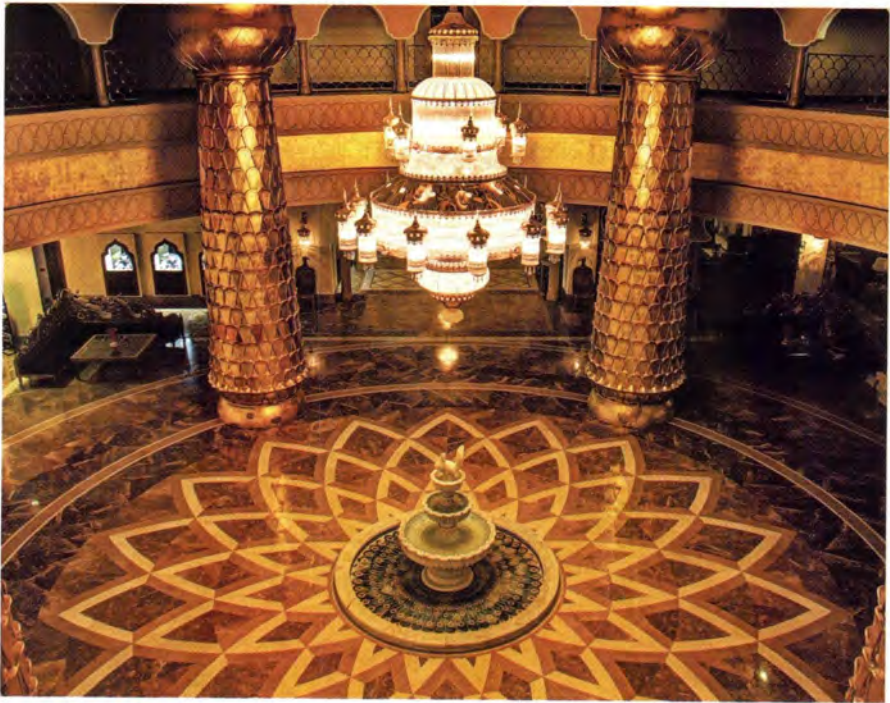
[1] اور بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ [2] مطلب یہ ہے کہ جو بچے بچپن میں وفات پا جاتے ہیں، وہ سیدھے جنت میں جاتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اُن میں وہ معصوم بچے بھی شامل ہوتے ہیں جن کے ماں باپ مسلمان نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ بچے فطرتِ اسلام پر پیدا ہوئے تھے۔ [3] صحيح البخاري، حديث:7047، ومسند أحمد: 8/5.

عذابِ قبر کی وجوہات

قبر میں آدمی کو جزا و سزا کے جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، اُس کی کچھ وجوہات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حلال و حرام کی تفصیلات اسی لیے بیان فرمائی ہیں کہ ہم حرام سے بچیں، حلال اپنائیں اور قبر میں جزائے خیر پائیں۔ اُس نے ہدایت اور گمراہی کے تمام اسباب بھی بڑی وضاحت سے بتا دیے ہیں۔ یوں مرنے کے بعد انسان سے اچھا برا جو بھی سلوک کیا جاتا ہے، وہ عین انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔

آیاتِ شریعت میں ایسے متعدد اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جن کی بدولت آدمی مرنے کے بعد جزائے خیر یا سزائے شر کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اِن اعمال کی تفصیلات اِس لیے بیان کی گئی ہیں کہ آدمی اچھے اعمال اپنائے اور بُرے اعمال سے اجتناب کر کے جزائے خیر کا حقدار ٹھہرے۔ ذیل میں ایسے چند بد اعمال کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا مرتکب عذابِ قبر سے دوچار ہوتا ہے۔

شرک و کفر

شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خالقِ مطلق، یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق سے دعا کرے، اُس کے آگے سر جھکائے، اُس سے مدد مانگے، اُس کے لیے قربانی کرے اور تمام عبادات اُسی کے لیے انجام دے۔ ایسے تمام اعمال کا مرتکب کافر ہے۔ فرمانِ نبوی کے مطابق کافر کو قبر میں یہ سزا ملتی ہے کہ ایک اندھا، بہرا، گونگا آدمی اُس پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ایسا زبردست آہنی ہتھوڑا اُس کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ اُس سے پہاڑ کو ضرب لگائی جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔ وہ اُس ہتھوڑے سے کافر کو اِس زور کی ضرب لگاتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کے سوا مشرق و مغرب کی تمام مخلوق اُس کی آواز سنتی ہے۔ وہ ضرب کھا کر کافر مٹی ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں اُس میں دوبارہ روح ڈالی جاتی ہے۔[1]

ایک اور حدیث میں اُس آہنی ہتھوڑے کی ہیئت بھی بیان کی گئی ہے۔ فرمایا: ''مشرق و مغرب کی تمام مخلوق جمع ہو کر اُس ہتھوڑے کو اٹھانے کی کوشش کرے تو بھی نہ اٹھا پائے۔ اُس کی ضرب سے کافر کی قبر میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اُس کی قبر اتنی تنگ کر دی جاتی ہے

[1] سنن أبي داود، حديث:4753.

کہ اُس کی پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں۔''[1]

پیشاب کرنے کے بعد صفائی ستھرائی کے سلسلے میں بے احتیاطی

کچھ لوگ پیشاب کرنے کے بعد پانی استعمال نہیں کرتے۔ یوں پلید پیشاب کپڑوں کو لگ جاتا ہے۔ یہ بڑا گناہ ہے جو عذابِ قبر کا باعث بنتا ہے۔

ارشادِ نبوی ہے: ''عذابِ قبر زیادہ تر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔''[2]

اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ بدن، لباس اور جائے نماز کو پلیدی کے اثرات سے پاک رکھے۔

چغلی اور غیبت

بعض افراد لوگوں میں محض پھوٹ ڈالنے اور فساد پھیلانے کے لیے ایک فرد کی باتیں دوسرے کو جا سناتے ہیں یا مختلف لوگوں کی باتیں ایک دوسرے کو منتقل کرتے ہیں۔ اسے چغلی کہتے ہیں۔ یہ گناہ بھی عذابِ قبر کا باعث بنتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی

[1] شعب الإيمان للبيهقي: 1/358. [2] المستدرك للحاكم: 1/184.

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ دو قبروں کے قریب سے گزرے۔ فرمایا: ''اِن دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور عذاب انھیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ اِن میں سے ایک تو پیشاب (کی پلیدی) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا پھرتا تھا۔ یہ کہہ کر آپ نے کھجور کی ایک ہری ٹہنی اٹھائی، اُسے دو ٹکڑے کیا اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں میں گاڑ دیا۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے کاہے کو ایسا کیا؟ فرمایا: ''جب تک یہ ڈالیاں سوکھیں گی نہیں، شاید اِن کے عذاب میں کمی کر دی جائے۔'' [1]

غیبت کا مطلب ہے، پیٹھ پیچھے کسی کی بُری عادت یا بُری بات بیان کرنی۔ کسی کی عدم موجودگی میں اُس کی ذات پر کیچڑ اچھالنی۔

یہ بھی بڑا گناہ ہے اور برزخی زندگی میں اِس کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''معراج کی رات جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو میں نے کچھ لوگ ایسے دیکھے جن کے ناخن تانبے کے تھے۔ وہ (اُن ناخنوں سے) اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اُس نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کا گوشت کھاتے (اُن کی غیبت کرتے) اور اُن کی عزت پر کیچڑ اچھالتے تھے۔'' [2]

غلول

مالِ غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے اُس میں سے کچھ چرا لینا غلول کہلاتا ہے۔ قرآن مجید میں اِس کے متعلق سخت وعید آئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾

[1] صحيح البخاري، حديث: 218، و صحيح مسلم، حديث: 292. [2] سنن أبي داود، حديث: 4878.

''اور جوکوئی خیانت کرے گا، اس نے جو خیانت کی ہوگی، قیامت کے دن وہ اس کے ساتھ حاضر ہوگا۔''[1]

غلول بھی عذابِ قبر کا باعث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے خیبر فتح کیا تو مالِ غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا بلکہ بھیڑ بکری، اونٹ گائے، ساز و سامان اور باغات ہاتھ آئے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آئے اور وادی القریٰ میں پہنچے تھے۔ مدعم نامی ایک غلام بھی آپ کے ہمراہ تھا جو بنوضباب کے آدمی نے آپ کو تحفے میں دیا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سے پالان اتار رہا تھا کہ ایک اندھا تیر سنسناتا ہوا آیا اور سیدھا اُس کے جا لگا۔ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ لوگوں نے کہا: ''اُسے شہادت مبارک ہو۔'' آپ نے فرمایا: ''بلکہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! فتح خیبر کے روز اُس نے تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت میں سے جو شال چرائی تھی، وہ اُس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔'' یہ سن کر ایک آدمی جوتے کا تسمہ لیے حاضر خدمت ہوا اور بولا: ''میں نے یہ مالِ غنیمت میں سے چرایا تھا۔'' فرمایا: ''آگ کا تسمہ۔''[2]

[1] آل عمرٰن 161:3. [2] صحيح البخاري، حديث: 4234، و صحيح مسلم، حديث: 115.

رمضان المبارک میں بلا عذر روزہ چھوڑ دینا

رمضان المبارک میں روزہ رکھنا فرض ہے۔ جو آدمی رمضان المبارک میں غروبِ آفتاب سے پہلے بلا عذر کھاتا پیتا ہے وہ مرنے کے بعد سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''میں سو رہا تھا کہ دو آدمی آئے۔ انھوں نے مجھے بازو سے پکڑا اور ایک پہاڑ کے پاس لے گئے۔ مجھ سے کہا کہ پہاڑ پر چڑھ جائیے۔ میں نے کہا کہ میں تو اِس پہاڑ پر نہیں چڑھ پاؤں گا۔ وہ بولے: ''ہم آپ کی مدد کریں گے۔'' چنانچہ میں پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ چوٹی پر پہنچا تو تیز تیز آوازیں سنائی دیں۔ میں نے پوچھا: ''یہ آوازیں کیسی ہیں۔'' اُنھوں نے بتایا: ''یہ اہل جہنم کی چیخ پکار ہے۔'' وہ مجھے ذرا آگے لے گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ کونچوں سے الٹے لٹکائے گئے ہیں۔ اُن کی باچھیں چیر دی گئی ہیں جن میں سے خون بہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' اُنھوں نے بتایا: ''یہ لوگ (رمضان المبارک میں) وقت افطار سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے۔''[1]

یہ تھیں وہ چند احادیث جن میں برزخی زندگی کے عذاب کی بعض تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

فائدے کی بات

''اہلِ قبر کے احوال سے آگاہی حاصل کرنی چاہیے۔ یوں آدمی کو گناہوں سے بچنے میں مدد ملتی ہے۔''

[1] المستدرك للحاكم: 430/1، والمعجم الكبير للطبراني: 8 /155، 156، و صحيح ابن خزيمة: 273/3.

عذابِ قبر سے نجات

مسلمانوں کو فرائض و واجبات کی انجام دہی اور مَنْہیات (حرام کردہ باتوں) سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اِس ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے ان اعمال کی تفصیلات بھی بیان فرمائی ہیں جو عذابِ قبر سے نجات دلاتے ہیں۔

تمام اعمالِ صالحہ آدمی کو عام طور سے نفع دیتے اور دنیا و آخرت میں اُس کے لیے بلندئ درجات کا باعث بنتے ہیں۔ ذیل میں اُن نمایاں اعمالِ صالحہ کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں جو عذابِ قبر سے نجات دلاتے ہیں:

نماز

نماز سب سے بڑی عبادت ہے۔ جو آدمی نماز کی پابندی کرتا ہے، اُس کا دین و ایمان محفوظ رہتا ہے۔ نماز عذابِ قبر سے نجات پانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

زکاۃ

زکاۃ بھی اسلام کا ایک بڑا رکن ہے۔ اِس کی ادائیگی نہایت ضروری ہے۔ زکاۃ کے آٹھ مصارف ہیں جن کی تفصیل سورۂ توبہ کی آیت:60 میں بیان کی گئی ہے۔

روزہ بھی اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ رمضان المبارک کے روزے فرض قرار دیے گئے ہیں۔ نفلی روزوں میں پیر اور جمعرات کا روزہ، نیز یومِ عاشورا، (9 محرم) اور یوم عرفہ (9 ذی الحجہ) کے روزے نمایاں طور پر شامل ہیں۔

صدقہ خیرات اور صلہ رحمی

صدقہ خیرات بلاؤں کو ٹالتا اور عذابِ قبر سے نجات دلاتا ہے۔ صلہ رحمی کی نمایاں صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین سے صلہ رحمی کرے، اُن سے اچھا سلوک کرے اور اُن سے نہایت نرمی

کے ساتھ پیش آئے۔

اچھے اور نیکی کے کام

وہ تمام کام اچھے اور نیکی کے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔ کسی کے لیے مسکرانا بھی نیکی ہے۔ مخلصانہ مشورہ دینا بھی نیکی ہے۔ صلح کرانی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا بھی نیکی کے بڑے عمل ہیں۔ نیکی کے تمام کام عذابِ قبر سے نجات دلاتے ہیں۔

لوگوں سے حُسنِ سلوک

آدمی کو سب سے پہلے اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور بہن بھائیوں سے حسنِ سلوک کرنا چاہیے۔ اُن سے نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ بعد ازاں تمام لوگوں سے، بالخصوص پڑوسیوں اور دیگر قریبی رشتے داروں سے حُسنِ سلوک کرنا چاہیے۔ خوش اخلاقی سے پیش آنا

بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ لوگوں سے حُسنِ معاملہ کرنا اور اُن کے حقوق ادا کرنا بھی حُسنِ سلوک میں شامل ہے۔

یہ تمام باتیں عذابِ قبر سے بچاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب لوگ مرنے والے کو سپردِ خاک کرکے واپس جاتے ہیں تو وہ اُن کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ اگر وہ صاحبِ ایمان ہوتا ہے تو نماز اُس کے سرہانے آجاتی ہے، زکاۃ دائیں، روزہ بائیں، نیکی کے دیگر کام اور لوگوں سے اُس کا حسنِ سلوک قدموں کی طرف آجاتے ہیں۔ عذاب کا فرشتہ سر کی طرف سے آتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ میری طرف سے آنے کا راستہ نہیں۔ وہ دائیں طرف سے آتا ہے تو زکاۃ کہتی ہے کہ تم اِس طرف سے بھی نہیں آسکتے۔ عذاب کا فرشتہ بائیں طرف سے آتا ہے تو روزہ بول پڑتا ہے کہ میری طرف سے بھی راستہ نہیں۔ وہ قدموں کی طرف سے آتا ہے تو نیکی کے عمل کہتے ہیں کہ تم اِس طرف سے بھی نہیں آسکتے۔ تب عذاب کا فرشتہ واپس چلا جاتا ہے۔''[1]

عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگنی

آدمی کو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ دعائیں آدمی کو بہت فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اِن سے خالق اور مخلوق کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ دعاؤں کے دوران میں عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ بھی مانگنی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

[1] المعجم الأوسط للطبراني: 300/3، والمستدرك للحاكم: 535/1، 536.

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ»

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں لاچاری و ناکاری سے [1] اور کسل مندی، بُزدلی، کنجوسی، بڑے بڑھاپے اور عذابِ قبر (سے۔)'' [2]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیہ الفاظ ہمیں اس طرح سکھاتے تھے جیسے کسی کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَ أَعُوذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَ

[1] اَلْعَجْزُ کے اصلی معنی ہیں، وقت پر کام نہ کرنا، آج کل کرنا، آج کا کام کل پر ٹالنا۔
[2] صحيح البخاري، حديث:2823، وصحيح مسلم، حديث:2706.

أَعُوذُبِكَ مِنْ أَنْ نُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَ أَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ»

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کنجوسی سے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں اِس امر سے کہ ہمیں پچھلی عمر (بہت بڑے بڑھاپے) میں واپس لے جایا جائے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں فتنۂ دنیا اور عذابِ قبر سے۔''[1]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ، وَ عَذَابِ النَّارِ، وَ فِتْنَةِ الْقَبْرِ،

[1] صحيح البخاري، حديث: 6390.

وَ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى»

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فتنۂ نارِ (جہنم) سے، عذابِ نارِ (جہنم)، فتنۂ قبر، عذابِ قبر، فتنۂ مسیح دجال کے شر، فتنۂ غربت کے شر اور فتنۂ دولت کے شر (سے۔)'' [1]

یہی وجہ ہے کہ نمازِ جنازہ کی جو دعائیں حدیث میں آئی ہیں، اُن میں یہ دعا بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے والے کو عذابِ قبر سے بچائے۔

«وَ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ»

''(اے اللہ!) اُسے عذابِ قبر سے محفوظ فرما۔'' [2]

وہ افراد جو عذابِ قبر سے محفوظ رہیں گے

نبی کریم ﷺ نے جس طرح اُن اعمالِ صالحہ کا ذکر کیا ہے جو عذابِ قبر سے نجات دلاتے ہیں، اُسی طرح آپ نے اُن افراد کے بارے میں بھی بتایا ہے جو عذابِ قبر سے محفوظ رہیں گے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

شہید

شہید سے مراد وہ مجاہد یا سپاہی ہے جو اللہ کی راہ میں نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے مارا جائے۔ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''کیا وجہ ہے کہ شہید کے سوا تمام

[1] سنن النسائي، حديث: 5468، و سنن ابن ماجه، حديث: 3838. [2] صحيح مسلم، حديث: 963.

اہلِ ایمان فتنۂ قبر میں مبتلا ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''شہید کے سر پر لہرانے والی تلواروں کی چمک ہی بہت کافی فتنہ ہے۔'' [1]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک

وضاحت طلب مسئلہ (فتنۂ قبر کیا ہے؟)

عربی زبان میں فتنہ آزمائش اور امتحان کو کہتے ہیں۔ قبر میں منکر نکیر جو سوال جواب کریں گے وہ بڑا سخت امتحان ہوگا، اس لیے اُسے فتنۂ قبر کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فتنۂ قبر سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ امت کو بھی آپ ﷺ نے یہ دعا کرنے کی تلقین فرمائی تھی۔

پہریدار

پہریدار سے مراد وہ پہریدار مجاہد یا سپاہی ہیں جو اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے

[1] سنن النسائي، حديث: 2055 .

اور گھر بار کو خیر باد کہہ کر زندگی کا طویل عرصہ سرحدوں پر پہرا دیتے گزار دیتے ہیں۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے اجر و ثواب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے: ''آدمی جب مرجاتا ہے تو اُس کے اعمال نامے کو مہر بند کر دیا جاتا ہے، سوائے اُس کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرا دیتے وفات پایا ہے۔ اُس کے اعمال نامے میں روزِ قیامت تک اعمالِ صالحہ درج ہوتے رہتے ہیں اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔'' [1]

پیٹ کی بیماری سے مرنے والا

اہلِ ایمان پر جو بھی آزمائش آتی ہے اُس سے اُن کے گناہ معاف ہوتے اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ بیماری بھی آزمائش ہے۔ وہ موت کا پیغام لائے تو بھی اجر و ثواب ہی کی باعث ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

«مَنْ يَّقْتُلْهُ بَطْنُهُ فَلَنْ يُّعَذَّبَ فِي قَبْرِهِ»

''جس آدمی کو اُس کا پیٹ مار ڈالے، اُسے قبر میں ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا۔'' [2]

[1] سنن أبي داود، حديث: 2500، و جامع الترمذي، حديث: 1621. [2] جامع الترمذي، حديث: 1064، و سنن النسائي، حديث: 2054.

’’جس آدمی کو اُس کا پیٹ مار ڈالے۔‘‘ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی پیٹ کی بیماری سے مرے۔

ایک اور حدیث سے اس امر کی تائید ہوتی ہے جس میں نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

«اَلْمَبْطُونُ شَهِيدٌ»

’’پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے۔‘‘ [1]

وہ آدمی جو ہر رات سورۂ ملک کی تلاوت کرتا ہے

قرآنِ مجید تمام کا تمام خیر و بھلائی کا سرچشمہ ہے، تاہم نبی کریم ﷺ نے بعض سورتوں کی فضیلت علیحدہ سے بھی بیان کی ہے۔ سورۂ ملک کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت عذابِ قبر سے محفوظ رکھتی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:
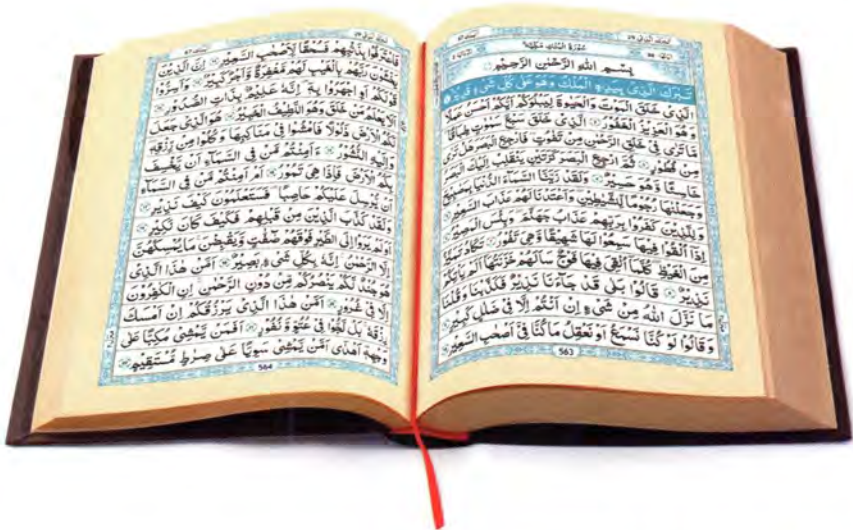
[1] صحيح البخاري، حديث: 5733.

«سُورَةُ الْمُلْكِ هِيَ الْمَانِعَةُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ»

''سورتِ ملک عذابِ قبر سے محفوظ و مامون رکھتی ہے۔'' [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو آدمی ہر رات سورۂ ملک کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا۔

وہ مزید فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں ہم اِس سورہ کو سورۂ مانعہ (عذاب سے محفوظ رکھنے والا سورہ) کہا کرتے تھے۔ کتاب اللہ کی یہ وہ سورت ہے کہ جو آدمی اُسے روزانہ رات کو تلاوت کرتا ہے وہ خیر کثیر حاصل کر لیتا ہے۔ [2]

اہم نکتہ

قبر ہر صاحبِ قبر کو ایک مرتبہ ضرور دباتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: ''یہ وہ آدمی ہے جس کے لیے عرشِ ربانی حرکت میں آیا، آسمان کے دروازے جس کے لیے کھول دیے گئے، ستر ہزار فرشتوں نے جس کے جنازے کو کندھا دیا، اُسے بھی (قبر میں) ایک مرتبہ دبایا گیا، پھر (قبر کو) وسیع کر دیا گیا۔'' [3]

روشنی

''جو آدمی اُن تمام اعمالِ صالحہ پر کاربند رہتا ہے جو عذابِ قبر سے نجات دلاتے ہیں، وہ واقعی خوش نصیب ہے۔''

[1] السلسلة الصحيحة، حديث: 1140. [2] السنن الكبرىٰ للنسائي: 263/9، حديث: 10479، و السلسلة الصحيحة، حديث: 1140. [3] سنن النسائي، حديث: 2057.

وہ مخلوقات جو فنا نہیں ہوتیں

ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا ہر شے کو فنا ہونا ہے، تاہم آٹھ ایسی مخلوقات ہیں جنھیں قرآن وسنت میں فنا سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ریڑھ کی ہڈی کا نچلا سرا

ریڑھ کی ہڈی کے نچلے سرے سے مراد ہے، ریڑھ کی ہڈی کے آخری مہرے کا نچلا نوکدار حصہ۔ عربی میں اِسے عَجْبُ الذَّنَبِ (دم کی جڑ) اور الْعُصْعُصُ کہتے ہیں۔ قبر میں اِس حصے کے سوا انسان کا تمام بدن فنا ہو جاتا ہے۔ قیامت کو انسان اسی حصے سے از سرِ نو تخلیق پائیں گے۔ ارشادِ نبوی ہے:

«كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَأْكُلُهُ التُّرَابُ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ، مِنْهُ خُلِقَ وَ فِيهِ يُرَكَّبُ»

''ابن آدم کے تمام بدن کو مٹی کھا جاتی ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے نچلے سرے

کے۔اُسی سے انسان کو تخلیق کیا گیا تھا اور اسی سے اُسے دوبارہ ترکیب دیا جائے گا۔'' [1]

روح

روح کی حقیقت کیا ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، تاہم روح ایسی مخلوق ہے جو فنا نہیں ہوگی۔ارشادِ نبوی کے مطابق مرنے کے بعد اہلِ ایمان کی ارواح جنت کے پرندوں میں رہتی ہیں۔ وہ پرندے جنت میں اڑتے پھرتے اور اشجارِ جنت کا پھل کھاتے ہیں۔ [2]

جنت اور جہنم

جنت وجہنم بھی اللہ تعالیٰ کی دو ایسی مخلوقات ہیں جو ہمیشہ باقی رہیں گی اور فنا نہیں ہوں گی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2955. [2] صحیح مسلم، حدیث: 1887

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾

''اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔'' [1]

عرشِ باری تعالیٰ

عربی زبان میں اُس تخت کو عرش کہتے ہیں جس پر بادشاہ بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی عرش ہے جسے اُس نے سب سے پہلے تخلیق کیا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سات مقامات پر عرش کا ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾

''وہ رحمٰن ہے، عرش پر مستوی ہے۔'' [2]

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾

''پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا۔'' [3]

جب صور پھونکا جائے گا تو تمام مخلوقات فنا ہو جائیں گی، تاہم عرش اُس وقت بھی فنا نہیں ہو گا اور باقی رہے گا۔

کرسی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول کرسی پر اللہ تعالیٰ اپنے قدم رکھتا ہے۔ اُس کی یہ

[1] النسآء 4:57. [2] طٰہٰ 20:5. [3] الأعراف 7:54.

مخلوق بھی فنا نہیں ہوگی۔ [1]

حُورانِ جنت

حوریں وہ جنتی عورتیں ہیں جو جنت ہی میں رہنے کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ بھی فنا نہیں ہوں گی۔

لوحِ محفوظ

لوحِ محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تقدیر لکھی ہے۔ یہ بھی فنا نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے قلم تخلیق کیا اور اُسے انسانوں کی تقدیر لکھنے کا حکم دیا تھا۔ یہ بھی فنا نہیں ہوگا۔ ارشادِ نبوی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم تخلیق کیا اور اُس سے کہا کہ لکھو۔ قلم نے عرض کیا: ''رب کریم! کیا لکھوں؟'' فرمایا: ''روزِ قیامت تک (کے لیے) ہر شے کی تقدیر لکھ

[1] السلسلة الضعيفة، حديث: 6118.

ڈالو۔'' [1]

امام سیوطی نے اِن آٹھوں اشیاء کو ایک شعر میں باندھا ہے:

ثَـمَـانِيَةٌ حُـكْـمُ الْبَـقَـاءِ يَـعُـمُّـهَـا

مِـنَ الْـخَـلْـقِ وَالْبَـاقُـونَ فِـي حَـيِّـزِ الْـعَـدَمْ

هِـيَ الْـعَـرْشُ وَالْـكُـرْسِـيُّ، نَـارٌ وَّ جَـنَّـةٌ

وَ عَـجْـبٌ وَّ أَرْوَاحٌ كَـذَا الـلَّـوْحُ وَالْـقَـلَـمْ

''آٹھ مخلوقات ایسی ہیں جن کے لیے حکم بقا ہے۔ باقی تمام کی تمام عدم کے زمرے میں شامل ہیں۔ وہ آٹھ مخلوقات ہیں: عرش و کرسی، جنت و جہنم، دم کی جڑ، روحیں اور لوح و قلم۔'' [2]

عقیدہ

''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے فنا کر دیتا ہے۔''

[1] سنن أبي داود، حديث: 4700، و جامع الترمذي، حديث: 2155. [2] رفع الأستار للصنعاني، ص: 18.

اس سلسلے میں عوام کے بیچ بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں جن کا ازالہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ تفصیل ذیل کے سات اہم نکات میں ملاحظہ فرمایئے:

پہلا اہم نکتہ

مرنے والے کو قبر میں جن اچھے یا برے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اُن کا تعلق غیب سے ہے، انسانی عقل اُن کے تصورات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ یوں اُن پر ایمان بالغیب لانا ضروری ہے جو اہلِ ایمان کی ایک نمایاں صفت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞﴾

”الٓمّٓ۔ یہ کتاب ہے جس (کے نازل ہونے) میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے

متقین کے لیے۔ وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور وہ نماز کو (اس کے آداب کے ساتھ) قائم کرتے اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' [1]

یہ بات بھی خوب سمجھ لینی چاہیے کہ قبر میں جزا و سزا کا تمام تر تعلق برزخی زندگی سے ہے۔ جو آدمی مر جاتا ہے اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، اُسے سزا ملتی ہے، چاہے اُسے سپردِ خاک کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ وہ درندوں کا لقمہ بن جائے، جل کر خاک ہو جائے، سولی پر لٹکایا جائے یا غرقِ آب ہو، اُس کے روح و بدن کو بہر حال عذاب ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے قبر میں مدفون آدمی کو عذاب ہوتا ہے۔

دوسرا اہم نکتہ

عزیزوں کے مرنے پر بہت سے لوگ (بالخصوص خواتین) نوحہ کرتے، دوہائیاں کھینچتے، چیختے چلاتے اور واویلا کرتے ہیں۔ ارشادِ نبوی کے مطابق ایسا کرنا حرام ہے۔ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَ شَقَّ الْجُيُوبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ»

''وہ ہم میں سے نہیں جس نے (مصیبت آپڑنے پر) رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی سی دوہائی پکاری۔'' [2]

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] البقرة 2:1-3. [2] صحيح البخاري، حديث: 1297، و صحيح مسلم، حديث: 103.

«اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ عَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ دِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ»

''نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اُسے قیامت کے روز (قبر سے) اِس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اُس نے زنگ آلود قمیص اور تارکول مَلی شلوار پہن رکھی ہوگی۔'' [1]

یوں جس آدمی کا کوئی عزیز وفات پا جائے، اُسے صبر کرنا چاہیے اور صبر کرنے پر بڑے اجر وثواب کی امید رکھنی چاہیے۔ ایک حدیث قدسی میں صبر کرنے والے کو بڑے اجر وثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحیح مسلم، حدیث: 934.

«يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةُ»

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے مومن بندے کا کوئی عزیز دنیا سے اٹھالوں اور وہ (صبر کرے اور) ثواب کی امید رکھے تو میرے پاس اُس کے لیے سوائے جنت کے اور کوئی جزا نہیں۔'' [1]

تیسرا اہم نکتہ

قبروں کی زیارت کرنی حکم شریعت ہے، تاہم زیارتِ قبور کا مقصد یہ ہے کہ آدمی عبرت حاصل کرے اور اہلِ قبرستان کے لیے دعا کرے۔ قبروں کی مٹی سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں۔ زیارتِ قبور کے لیے کوئی دن مختص کرنا بھی جائز نہیں۔ قبرستان میں آ کر فاتحہ خوانی

[1] صحيح البخاري، حديث:6424.

کرنی بھی جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔آپ قبرستان میں آ کر اہلِ قبرستان کے لیے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے۔کسی قبر کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا بھی جائز نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ، الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ مَسْجِدِي هٰذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى»

''رخت سفر نہ باندھا جائے مگر تین مساجد (کی زیارت) کے لیے، مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔'' [1]

چوتھا اہم نکتہ

قبر پر پھولوں کی چادریں چڑھانی جائز نہیں۔یہ کافروں کا طریقہ ہے جسے اپنانا ہمارے لیے جائز نہیں۔مرنے والوں کے لیے ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرنی بھی جائز نہیں۔یہ بھی کافروں کا طریقہ ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔گھر میں مرنے والوں کی یادگاری

[1] صحيح البخاري، حديث: 1995، و صحيح مسلم، حديث: 1397.

تصاویر لگانی بھی جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر روانہ فرمایا تھا: ''جو تصویر دکھائی دے، اُسے مٹا ڈالو اور جو قبر اونچی نظر آئے، اُسے برابر کر دو۔''[1]

جنازے کے ساتھ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیریں کہنی اور کلمۂ شہادت پڑھنا خلافِ شریعت ہے۔ اس کے بجائے خاموشی سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔

قبر میں اذان کہنی بھی جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔ اسی طرح نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد اجتماعی دعا کرنا بھی خلاف شریعت ہے۔ البتہ میت کو سپردِ خاک کرنے کے بعد دعا کرنا مسنون ہے۔ لہٰذا میت کی تدفین کے بعد ہر ایک کو انفرادی دعا کرنی چاہیے۔ میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا بھی درست نہیں۔ طبی ضروریات کا تقاضا ہو تو الگ بات ہے۔ میت جس ملک میں ہو، وہاں کے قانون میں تابوت کے بنا تدفین کی گنجائش نہ ہو تو بھی تابوت میں تدفین کرنی جائز ہے۔

پانچواں اہم نکتہ

آدمی، مرنے والے کے ایصالِ ثواب کے لیے کوئی بھی نیک عمل کرے، اِس میں کچھ حرج نہیں۔ تاہم نیک عمل شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے ہونا چاہیے۔ مطلب یہ کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے وہی نیک عمل کرنا چاہیے جو حدیث میں آیا ہے۔ میت کے لیے دعا کرنی، اُس کے ایصالِ ثواب کے لیے حج و عمرہ کرنا، صدقہ خیرات کرنا اور قربانی کرنی جائز ہے۔ مرنے والے کے ذمے روزے واجب الادا تھے اور وہ نہیں رکھ پایا تھا تو اُس کی طرف سے روزے بھی رکھے جا سکتے ہیں۔

البتہ وہ عبادات جن کا ذکر اِس حوالے سے حدیث میں نہیں آیا، مرنے والے کے

[1] صحیح مسلم، حدیث: 969.

ایصالِ ثواب کے لیے اُن کا بجالانا جائز نہیں، مثلاً: نماز پڑھ کر مرنے والے کو نماز کا ایصالِ ثواب کرنا جائز نہیں۔ بعض لوگ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کراتے ہیں،

یہ بھی جائز نہیں۔ یہ بدعت ہے۔

چھٹا اہم نکتہ

ترکے کی تقسیم سے پہلے اُس میں سے میت کی تجہیز و تکفین کے اخراجات نکالنے ضروری ہیں۔ مرنے والا اگر قرض دار تھا تو ترکے کی تقسیم سے پہلے اُس کا قرض چکانا اور اگر اُس نے کچھ وصیت کی تھی تو اُس کی وصیت کو عملی جامہ پہنانا بھی ضروری ہے۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

«نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ»

''جب تک مومن کی طرف سے اُس کا قرض چکا نہ دیا جائے، اُس کی روح معلق رہتی ہے۔'' [1]

[1] جامع الترمذي، حديث: 1078.

ساتواں اور آخری اہم نکتہ

اسلامی ممالک میں قبر پرستی کا مسئلہ بڑی گھمبیر صورت اختیار کر گیا ہے۔ لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ وہاں جا جا کر مرادیں مانگتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ قبروں میں پڑے مردے اُن کی حاجتیں پوری کرتے اور اُن کے مسائل کا حل نکالتے ہیں، حالانکہ ایسا بالکل نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴾

"(اے مشرکو!) بے شک وہ لوگ، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمھی جیسے بندے ہیں (اچھا تو) جب تم ان کو پکارو تو انھیں تمھاری پکار کا جواب دینا چاہیے اگر تم سچے ہو۔"[1]

وہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق (اور وہ بھی مردہ مخلوق) کے آگے دستِ سوال پھیلاتے ہیں جبکہ

[1] الأعراف 194:7.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾

''اور اس سے زیادہ گمراہ کون شخص ہے جو اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے جو اسے قیامت تک جواب نہیں دے سکتا؟ جبکہ وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔'' [1]

قبر پرستی شرک ہے۔ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ قرآنِ مجید نے اِسے ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ شرک بے غیرتی کی بہت بڑی علامت ہے۔ خالق کو چھوڑ کر، جو سب کو دیتا ہے اور جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، اپنے جیسے انسانوں سے مانگنا جو کسی کو کچھ نہیں دے سکتے، بے غیرتی ہی تو ہے۔ ارشادنبوی ہے:

«مَنْ مَاتَ وَ هُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ»

''جو آدمی اِس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا تھا، وہ جہنم میں جائے گا۔'' [2]

قبر پر مسجد بنانی حرام ہے بلکہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنی جائز نہیں جس کے صحن میں یا کسی گوشے میں قبر ہو۔ ارشادِ نبوی ہے:

''اُن امتوں کے لوگ جو تم سے پہلے گزری ہیں، اپنے انبیاء و صلحا کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا کرتے تھے۔ دیکھو، تم قبروں کو سجدہ گاہیں نہ بنانا۔ میں تمھیں اِس سے منع کر رہا ہوں۔'' [3]

قبر پر مسجد بنانی ہی نہیں، ہر قسم کی تعمیر کرنی حرام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کے پختہ

[1] الأحقاف 46:5. [2] صحيح البخاري، حديث: 4497. [3] صحيح مسلم، حديث: 532.

کرنے، اُس پر (مجاور بن کر یا ویسے) بیٹھنے اور اُس پر مزار بنانے سے منع کیا ہے۔[1]
حکم شریعت یہ ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد قبر کو اُسی مٹی سے پُر کیا جائے جو قبر سے نکالی گئی تھی۔ قبر کی اونچائی ایک بالشت سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔ قبر پر گنبد بنانا بھی حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ مہم دے کر روانہ فرمایا تھا کہ ''جو تصویر نظر آئے، اُسے مٹا ڈالنا اور جو قبر اونچی دکھائی دے، اُسے برابر کر دینا۔''[2]

حسبِ ذیل آیات میں شرک کی شدید مذمت کی گئی اور عقلی دلائل دے کر اُس کی قباحتوں اور مشرکین کی حماقتوں کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ۝ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صٰمِتُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ٘ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ٘ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ٘ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنَّ وَلِیِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾

''کیا وہ ان کو (اللہ کے) شریک ٹھہراتے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے جبکہ وہ

[1] صحیح مسلم، حدیث: 970. [2] صحیح مسلم، حدیث: 969.

تو خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ اور وہ ان (مشرکین) کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم انھیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمھاری پیروی نہیں کریں گے۔ تمھارے لیے برابر ہے کہ تم انھیں (ہدایت کی طرف) بلاؤ یا خاموش رہو۔ (اے مشرکو!) بے شک وہ لوگ، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمھی جیسے بندے ہیں (اچھا تو) جب تم ان کو پکارو تو انھیں تمھاری پکار کا جواب دینا چاہیے اگر تم سچے ہو۔ (اے نبی! مشرکین سے پوچھیے:) کیا ان کے (معبودوں کے) ایسے پاؤں ہیں کہ وہ ان سے چلتے ہوں؟ کیا ان کے ایسے ہاتھ

ہیں کہ وہ ان سے پکڑتے ہوں؟ کیا ان کی ایسی آنکھیں ہیں کہ وہ ان سے دیکھتے ہوں؟ کیا ان کے ایسے کان ہیں کہ وہ ان سے سنتے ہوں؟ کہہ دیجیے: تم اپنے

شریکوں کو بلاؤ، پھر تم میرے خلاف (جو چاہو) تدبیر کرو، پھر مجھے مہلت نہ دو (پھر دیکھو وہ میرا کیا بگاڑتے ہیں؟)۔ (کہہ دیجیے:) بے شک میرا کارساز تو اللہ ہی ہے جس نے یہ کتاب نازل کی اور وہی نیک لوگوں کی کارسازی کرتا ہے۔ اور جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمھاری مدد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم انھیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ سن نہ پائیں گے اور (اے نبی!) آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ (بظاہر) وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ نہیں دیکھتے۔''[1]

سچائی

''اللہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، یہ ہے ایمان وعقیدہ۔ اس ایمان و عقیدے کا تقاضا ہے کہ آدمی براہِ راست اللہ ہی کو پکارے۔''

[1] الأعراف 7:191-198.

یومِ آخرت

برزخی زندگی کے اختتام پر صور پھونکا جائے گا اور اُس کے پھکتے ہی قیامت برپا ہو جائے گی۔ اِس سلسلے میں بہت سے سوال ذہنوں میں اٹھتے ہیں جن کے جواب آئندہ تفصیل سے دیئے جائیں گے۔

یومِ آخرت پر ایمان لانے کی اہمیت

یومِ آخرت پر ایمان لانا ایمانیات کا ایک اہم رکن ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ﴾

"بلکہ نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، (آسمانی) کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔"[1]

[1] البقرة 2:177.

رسول اللہ ﷺ نے ایمانیات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''(ایمان کا مطلب ہے کہ) آپ اللہ کو، اُس کے فرشتوں کو، اُس کی کتابوں کو، اُس کے رسولوں کو اور یومِ آخرت کو (دل سے) تسلیم کرو۔'' [1]

یومِ آخرت پر ایمان لانے کا مطلب

یومِ آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ تسلیم کرنا ہے کہ موت آئے گی اور قیامت برپا ہوگی۔ علاماتِ قیامت کو اور قیامت کے بعد جو حالات پیش آئیں گے، اُن کو ماننا بھی یومِ آخرت پر ایمان لانے میں شامل ہے۔ یومِ آخرت کو جھٹلانا کفر ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ ﴾

''اور جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرے تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔'' [2]

مسلمانوں کا ایمان و یقین ہے کہ یومِ آخرت آ کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾

''اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔'' [3]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 8. [2] النسآء 4:136. [3] البقرۃ 2:4.

جبکہ کافر جو یومِ آخرت کا اور اِس امر کا انکار کرتے ہیں کہ مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اُن کے متعلق ارشاد ہوا کہ وہ کہتے ہیں:

﴿اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝﴾

''ہمیں (قیامت کا) یونہی خیال سا آتا ہے اور ہم (اس پر) یقین نہیں کر سکتے۔'' [1]

یوں اِس امر میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ یومِ آخرت آ کر رہے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝﴾

''اور یہ کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں (پڑے) ہیں۔'' [2]

وضاحت

''جو آدمی یومِ آخرت اور جنت و دوزخ کا یقین نہیں رکھتا، وہ دینِ اسلام کا منکر ہے۔''

[1] الجاثية 32:45. [2] الحج 7:22.

یومِ آخرت کے اوصاف

کتاب وسنت میں یومِ آخرت کے متعدد اوصاف بیان کیے گئے ہیں جن کے متعلق جان کر یومِ آخرت کی حشر سامانیوں سے کچھ نہ کچھ آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اُن اوصاف کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

یومِ حق جس کے آنے میں کچھ شک نہیں

جی ہاں! بالکل! یومِ آخرت یومِ حق ہے جس کے آنے میں شک وشبہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾

”اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ تمھیں دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور تمھیں بڑا دھوکے باز (شیطان بھی) اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ ڈالے۔“ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] فاطر 5:35.

«السَّاعَةُ حَقٌّ»

''قیامت حقیقت ہے۔''[1]

کافروں کے لیے بڑا مشکل دن

اُس روز اعمال کا خاتمہ ہوجائے گا۔ وقت مقرر تمام ہوجائے گا۔ جس نے اچھا بُرا جو کچھ بھی کیا ہوگا، اُسے اُس کا بدلہ مل جائے گا۔ نہ کوئی اپنی نیکیوں میں اضافہ کر پائے گا اور نہ گناہوں میں کمی۔ یوں آخرت کا دن کافروں کے لیے بڑا مشکل دن ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝﴾

''تو وہ دن سخت مشکل دن ہوگا۔ کافروں کے لیے آسان نہ ہوگا۔''[2]

تاہم اہلِ ایمان کے لیے اُس روز کی مشکلات آسانیوں میں بدل جائیں گی۔ اُنھیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اُن میں سے بہت سے عرشِ باری تعالیٰ کے سائے تلے

[1] صحيح البخاري، حديث: 1120، و صحيح مسلم، حديث: 769. [2] المدثر 10,9:74.

ہوں گے۔

بدلے کا دن

یومِ آخرت بدلے کا دن ہے۔مخلوقات نے جو کچھ بھی کیا تھا، اُنھیں اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔جس نے اچھے کام کیے تھے، اُسے جزائے خیر سے نوازا جائے گا۔جس نے برے کام کیے تھے، اُسے سزا ملے گی۔انسانوں کے اچھے بُرے تمام اعمال ہو بہو لکھے جارہے ہیں۔اُن میں نہ تو کسی قسم کی تبدیلی راہ پاتی ہے، نہ اُن کے لکھنے میں فرشتوں سے ذرہ بھر غلطی ہوتی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾

''پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور (اس روز) ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' [1]

مقرر دن

یومِ آخرت کا ایک وقت مقرر ہے جس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوگی۔ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ﴾

''کہہ دیجیے: تمھارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے کہ نہ تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ تم آگے بڑھ سکو گے۔'' [2]

[1] آل عمرٰن 3:25. [2] سبا 34:30.

یومِ قریب

آخرت کا دن بہت نزدیک ہے اگرچہ ہم اُسے بہت دور سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کو بھی یومِ آخرت کے متعلق بتایا تھا۔ اُن کا دور گزر گیا۔ یہ امتِ محمدیہ کا دور ہے جو اِس دنیا کی آخری امت ہے۔ اِس کے بعد دنیا کا اختتام ہو جائے گا اور قیامت آئے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ۝ وَّ نَرٰىهُ قَرِیْبًا ۝﴾

''بے شک وہ (لوگ) اس کو دور دیکھتے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ، وَ قَرَنَ بَيْنَ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى»

''مجھے قیامت کے اِس قدر قریب مبعوث کیا گیا ہے جیسے یہ دونوں انگلیاں (قریب قریب ہیں۔) یہ کہہ کر آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔''[2]

یومِ ناگہانی

تہذیبِ انسانی کیسی ہی ترقی کر جائے، انسان فکر و عمل کی کتنی ہی منزلیں طے کر جائے، آمدِ قیامت کا سراغ پھر بھی کوئی نہیں لگا سکتا۔ یہ بہت بڑا راز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و ملائک کو بھی آگاہ نہیں کیا۔ یوں قیامت بالکل اچانک آئے گی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝﴾

[1] المعارج 70:6،7. [2] صحيح البخاري، حديث:5301، و صحيح مسلم، حديث:2951.

’’بلکہ وہ (قیامت) اچانک ہی انھیں آلے گی، وہ ان کے ہوش کھو دے گی، پھر وہ اسے ٹال نہ سکیں گے اور نہ انھیں مہلت ہی دی جائے گی۔‘‘ [1]

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۆ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً﴾

’’(اے نبی!) وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کون سا ہے؟ کہہ دیجیے: اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ وہی اسے اس کے وقت ہی پر ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری (حادثہ) ہوگی۔ وہ (قیامت) تمھارے پاس بس اچانک ہی آئے گی۔‘‘ [2]

یومِ عظیم (بہت بڑا دن)

یومِ آخرت بہت بڑا دن ہوگا۔ اُس روز مخلوقات کو کئی ہولناک مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ اُس کے پہلے اور اُس کے بعد ویسا بڑا دن نہیں آئے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾

’’ایک عظیم دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔‘‘ [3]

[1] الأنبیآء 40:21. [2] الأعراف 187:7. [3] المطففین 6,5:83.

سورج کی نزدیکی کا دن

قیامت کے روز کائنات کی ہر شے میں زبردست تغیر برپا ہوجائے گا۔آسمان لال انگارا سا دہکنے لگے گا۔ سورج زمین کے بہت قریب آجائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز سورج کو انسانوں کے قریب لایا جائے گا اور وہ ایک یا دو میل دور رہ جائے گا۔''
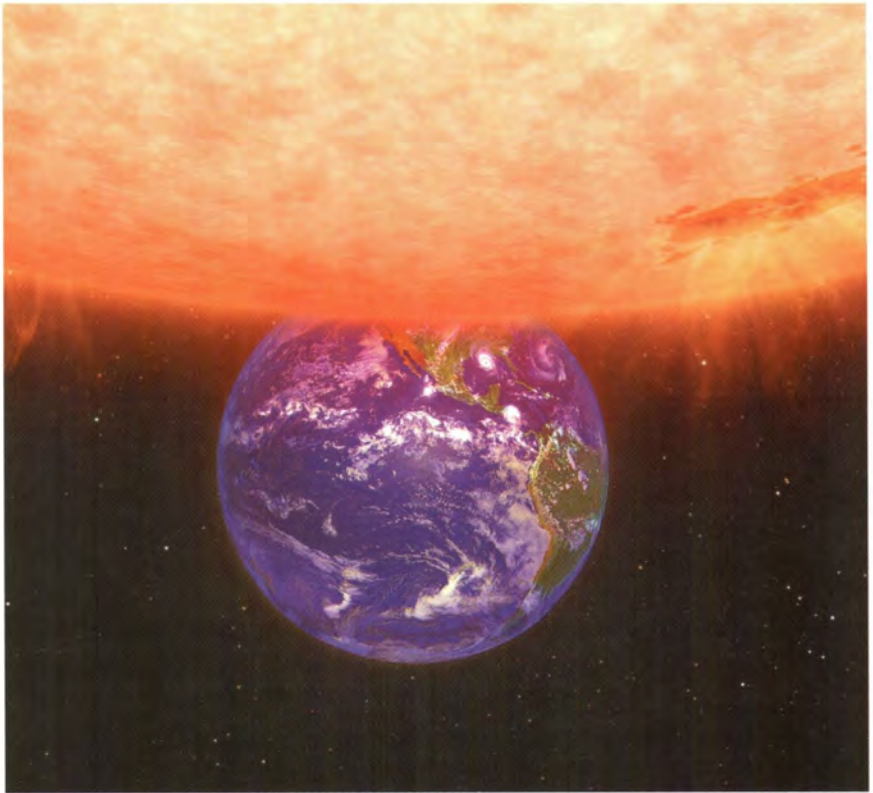
حدیث کے ایک راوی سلیم کا کہنا ہے کہ معلوم نہیں، اِس میل سے زمین کی مسافت مراد ہے یا وہ میل جس سے آنکھوں میں سرمہ ڈالتے ہیں۔ (عربی زبان میں سرمہ کش کو بھی

میل کہتے ہیں۔)

مزید فرمایا: ''سورج لوگوں کو پگھلائے گا۔ وہ اپنے اپنے اعمال کے حساب سے پسینے میں نہائیں گے۔ کسی کی ایڑیاں پسینے میں ڈوبی ہوں گی، کوئی گھٹنوں تک پسینے میں نہائے گا، کوئی زیرِ ناف تک پسینے میں ڈوبا ہوگا، کسی کے پسینا منہ تک پہنچے گا اور وہ اُس میں ڈبکیاں لگائے گا۔''

آخری جملہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے دست مبارک سے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بنا کوئی بول نہیں پائے گا

آخرت کے دن میدانِ حشر میں تمام مخلوقات اکٹھی ہوں گی۔ جن و اِنس و ملائک سبھی وہاں جمع ہوں گے۔ اُن میں اچھے بھی ہوں گے اور بُرے بھی۔ نیک بھی ہوں گے اور بد بھی۔ انبیاء وصلحا سبھی بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ لیکن ہیبتِ الٰہی کے باعث کوئی بولنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ سب کے سب خاموش کھڑے رہیں گے۔ بولے گا وہی جسے رب تعالیٰ بولنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝ ﴾

''(جب) وہ دن آجائے گا تو کوئی نفس اللہ کے اذن کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا، پھر ان میں سے کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت۔'' [2]

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۝ ﴾

[1] مسند أحمد: 3/6، و جامع الترمذي، حديث: 2421. [2] هود 11:105.

''اور سب آوازیں رحمٰن کے سامنے پست ہو جائیں گی، پھر آپ آہٹ (اور خفی آواز) کے سوا کچھ نہ سنیں گے۔'' [1]

اللہ کی بادشاہی کا دن

قیامت کے روز دنیا کے تمام بادشاہوں کی بادشاہی ختم ہو جائے گی۔ نہ کوئی قیصر ہوگا نہ کسریٰ۔ نہ کسی کے لیے جاہ و حشمت ہوگی نہ کسی کی حکومت۔ نہ شاہی محلات ہوں گے نہ حرم سرائیں۔ اُس روز صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہوگی۔ اُسی کا حکم چلے گا۔ اُسی کی ہر بات پر کان دھرے جائیں گے۔ وہی دنیا کے بادشاہوں کی تقدیر کا فیصلہ کرے گا۔ اُس کی شہنشاہی کے آگے کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ اُس روز وہ پورے جاہ و جلال سے پوچھے گا:

قیامت کے روز دنیا کے تمام بادشاہوں کی بادشاہی ختم ہو جائے گی۔ نہ کوئی قیصر ہوگا نہ کسریٰ۔ نہ کسی کے لیے جاہ و حشمت ہوگی نہ کسی کی حکومت۔ نہ شاہی محلات ہوں گے نہ حرم سرائیں۔ اُس روز صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہوگی۔

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝﴾

''(اللہ پوچھے گا:) آج کس کی بادشاہی ہے؟ (پھر خود ہی فرمائے گا:) صرف اللہ واحد و قہار کی۔'' [2]

قرآنِ مجید میں ایک اور موقع پر روزِ قیامت کے متعلق فرمایا:

[1] طٰہٰ 20:108۔ [2] المؤمن 40:16۔

﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝﴾

''اس دن حقیقی بادشاہی رحمٰن ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا۔''[1]

ظالموں کی سخت ندامت کا دن

ہر وہ آدمی جو دنیا میں سرکشی کی راہ پر قدم بڑھاتا رہا، کفر وعصیان کی اندھیر نگریوں میں بھٹکتا رہا، ظلم وعداوت کے آنگن میں انگڑائیاں لیتا رہا، رسولوں کی لائی ہوئی ہدایت سے منہ موڑتا رہا، ایسا ہر آدمی قیامت کے روز سخت نادم ہوگا۔ بہت پچھتائے گا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ قرآن مجید نے اِس کی عکاسی کی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝﴾

''اور جس دن (ہر) ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں میں دبائے گا (اور) کہے گا: اے کاش! میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کرتا۔ ہائے میری کم بختی! کاش! میں فلاں

[1] الفرقان 25:26.

(شخص) کو دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ اس نے میرے پاس ذکر (قرآن) آجانے کے بعد مجھے (اس سے) بہکا دیا اور شیطان انسان کو (مصیبت میں) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ہے۔" [1]

قیامت کب آئے گی؟

تمام مخلوقات میں سے کسی کو پتہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ یہ کائنات کا سب سے بڑا بھید ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ اِس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾

"بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔" [2]

مزید فرمایا:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝﴾

"(اے نبی!) کافر آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا غرض۔ اس (کے علم) کی انتہا تو آپ کے رب ہی کے پاس ہے۔ آپ تو صرف ہر اس شخص کو ڈراتے ہیں جو اس سے ڈرے۔" [3]

تو کیا یہ ممکن ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کو پتہ چل جائے کہ قیامت کب آئے گی؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ قیامت کب آئے گی؟

[1] الفرقان 25:27-29. [2] لقمٰن 31:34. [3] النّٰزعٰت 79:42-45.

آپ ﷺ نے جواباً فرمایا تھا:

«مَاالْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ»

''قیامت کے متعلق جس سے پوچھا گیا ہے، وہ بھی سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔'' [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیب کی چابیاں پانچ ہیں۔اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

''بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک اللہ خوب جاننے والا، خوب باخبر ہے۔'' (لقمان 31:34). [2]

وضاحت طلب مسئلہ

اگر ہمیں پتہ چل جائے کہ قیامت کب آئے گی تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟

حقیقت یہ ہے کہ کچھ فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ جب تک انسان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ اُسے موت کب آئے گی، یہ پتہ لگانے کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی۔فرض کیجیے کہ کسی کو پتہ چل جائے، سال بھر میں قیامت آجائے گی تو بھی یہ ضروری تو نہیں کہ وہ سال

[1] صحیح البخاري، حدیث: 50، و صحیح مسلم، حدیث: 9. [2] صحیح البخاري، حدیث: 4627.

بھر زندہ رہے گا۔ جب موت ہی کا پتہ نہیں تو قیامت کا پتہ چلے نہ چلے، کیا فرق پڑتا ہے۔ موت کو قیامت بھی اسی لیے کہا گیا ہے، یعنی جو مر گیا اُس کی قیامت تو آ گئی۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب یہ پوچھا جاتا تھا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ اِس بے فائدہ سوال کو بڑے حکیمانہ طریقے سے دوسرے مفید سوال پر ٹال دیتے تھے۔ مثال کے طور پر یہ سوال کہ قیامت تو جب آئے گی تب آئے گی، تم یہ بتاؤ کہ قیامت میں جو حالات پیش آئیں گے، اُن کا سامنا کرنے کے لیے تیار بھی ہو؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بدو خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟'' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ وہ بولا: ''میں نے قیامت کے لیے کوئی تیاری تو نہیں کی، ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔'' فرمایا: ''تم اُسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔'' ہم نے عرض کیا کہ ہمارے لیے بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا: ''ہاں۔'' چنانچہ اُس روز ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ [1]

وضاحت طلب مسئلہ

قیامت کس روز آئے گی؟

احادیث میں نہایت واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ قیامت جمعے کے روز آئے گی۔ ارشادِ نبوی ہے:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ»

''قیامت جمعے کے روز ہی آئے گی۔'' [2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6167، و صحيح مسلم، حديث: 2639. [2] صحيح مسلم، حديث: 854.

یہی وجہ ہے کہ تمام مخلوقات جمعے کے دن سے خائف رہتی ہیں۔ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہفتے کے تمام ایام میں بہترین دن جمعے کا دن ہے۔ اِس روز آدم کی تخلیق عمل میں لائی گئی۔ اِسی روز اُنھیں زمین پر اتارا گیا۔ اُن کی توبہ بھی اِسی روز قبول کی گئی۔ جمعہ ہی کے روز انھوں نے وفات پائی۔ قیامت بھی جمعہ ہی کے روز آئے گی۔ جمعے کے روز جب صبح ہوتی ہے تو قیامت کے خوف سے جن و اِنس کے سوا تمام مخلوق طلوعِ آفتاب تک کان لگائے (دھیان) رکھتی ہے۔''[1]

یومِ آخرت کی طوالت

یومِ آخرت کائنات کا سب سے ہولناک، سب سے طویل اور سب سے دشوار دن ہوگا۔ وہ دن پچاس ہزار برس پر محیط ہوگا۔ اُس روز انسانوں کے تمام لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] سنن أبي داود، حديث: 1046.

''سونے چاندی کا مالک وہ شخص جو سونے چاندی کا حق (زکاۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز آگ کی بڑی بڑی تختیاں کاٹ کر انھیں نارِ جہنم میں تپایا جائے گا، پھر اُن سے اُس آدمی کے پہلو، ماتھے اور کمر کو داغا جائے گا۔ جونھی وہ تختیاں ٹھنڈی پڑیں گی، اُنھیں دوبارہ آگ میں تپایا جائے گا۔ وہ پچاس ہزار برس کا طویل دن ہوگا۔ اُس کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا تا آنکہ لوگوں کے لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تب وہ اپنا راستہ دیکھے گا، یا تو جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔''[1]

اہل ایمان کے لیے یومِ آخرت بہت آسان ہوگا۔ اُن کے لیے نہ وہ طویل ہوگا اور نہ دشوار۔ وہ یومِ آخرت یوں گزار دیں گے جیسے ظہر سے عصر تک کا وقت گزارا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ»

''اہل ایمان کے لیے قیامت کا دن اتنا ہی (مختصر) ہوگا جتنا ظہر سے عصر تک کا وقت (مختصر) ہوتا ہے۔''[2]

درست طرزِ فکر

''یہ پوچھنے کے بجائے کہ قیامت کب آئے گی؟ خود سے یہ سوال کیجیے کہ میں نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟''

[1] صحيح مسلم، حديث: 987. [2] المستدرك للحاكم: 84/1.

یومِ آخرت کے مختلف نام

عربی زبان کا یہ دستور ہے کہ عظیم اور اہم اشیاء کے نام زیادہ ہوتے ہیں۔ تلوار اُس زمانے کا اہم ترین ہتھیار تھا۔ یوں عربی زبان میں اُس کے بہت سے نام ہیں: سیف، مُہَنّد، حُسام، صارم وغیرہ۔ شیر بہت خطرناک اور بہادر جانور ہے۔ عربی زبان میں اُس کے بھی کئی نام ہیں۔ اسامہ، عباس، ہزبر، لیث، غضنفر، ضیغم وغیرہ۔ شے جتنی حقیر ہو اُس کے نام بھی اُسی حساب سے کم ہوتے ہیں۔ یومِ آخرت چونکہ کائنات کا سب سے بڑا، سب سے خوفناک اور سب سے دشوار دن ہوگا، اس لیے عربی زبان میں اُس کے بھی کئی نام ہیں۔

یومِ آخرت کا ہر نام اُس کے کسی نہ کسی وصف کا پتہ دیتا ہے۔ اس کا سب سے معروف نام یومِ قیامت ہے۔ یومِ قیامت اُسے یوں کہتے ہیں کہ اُس روز تمام انسان رب تعالیٰ کے حضور قیام کریں گے (کھڑے رہیں گے۔)

یہ نام قرآن مجید میں آیا ہے! فرمایا:

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝﴾

''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!''[1]

[1] القیٰمة 75:1.

قرآن مجید میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اُس روز تمام انسان اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے رہیں گے۔ ارشاد ہوا:

﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

"جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔" [1]

یومِ آخرت کے دیگر نام

یومِ آخرت کے دیگر ناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

یومِ آخری

یومِ آخرت کو یومِ آخری اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دنیا کا آخری دن ہے۔ اُس کے بعد دنیا کا کوئی دن نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صٰلِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾

"ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔" [2]

یومِ دین

دین کے ایک معنی عربی زبان میں بدلے کے بھی ہیں۔ یومِ آخرت کو یومِ دین اس لیے کہتے ہیں کہ اُس روز انسان اپنے اعمال کا حساب دیں گے اور جزا و سزا پائیں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

[1] المطففین 6:83. [2] البقرة 62:2.

﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾

”بدلے کے دن کا مالک ہے۔“ [1]

یومِ جمع

جمع کے معنی اکٹھا کرنے کے ہیں۔ یومِ آخرت کو یومِ جمع بھی کہتے ہیں کیونکہ اُس روز تمام مخلوقات کا حساب چکتا کرنے اور انھیں جزا وسزا دینے کے لیے اکٹھا کیا جائے گا۔ کتابِ الٰہی میں اِس کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ﴾

”جس دن وہ تمھیں یومِ جمع کو اکٹھا کرے گا۔ وہی تو ہار جیت کا دن ہے۔“ [2]

یومِ فتح

فتح کے ایک معنی کھولنے اور انکشاف کرنے کے بھی ہیں۔ یومِ آخرت کو چونکہ اعمال

[1] الفاتحہ 1:4. [2] التغابن 64:9.

نامے کھولے جائیں گے اور رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھایا جائے گا، اس لیے اُسے یومِ فتح کہتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ ﴾

''کہہ دیجیے: فتح کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا اور نہ انھیں مہلت ہی دی جائے گی۔'' [1]

واقعہ

واقعہ سے مراد وہ بات ہے جو واقعی ظہور میں آئے گی۔ یومِ آخرت کو قیامت آئے گی جس کا ظہور واقعی ہے، اس لیے اُسے واقعہ کہتے ہیں۔ کتاب اللہ میں ہے:

﴿ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ ﴾

''جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی۔'' [2]

یومِ فصل

فصل کے ایک معنی عربی میں فیصلہ کرنے اور جھگڑا نمٹانے کے بھی ہیں۔ یومِ آخرت کو چونکہ انسانوں کے جھگڑے نمٹائے جائیں گے، اس لیے اُسے یومِ فصل بھی کہتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں یہ نام یوں آیا ہے:

﴿ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ ﴾

''(کہا جائے گا:) کس دن کے لیے انھیں مؤخر کیا گیا؟ فیصلے کے دن کے لیے۔ اور آپ کیا سمجھے فیصلے کا دن کیا ہے؟'' [3]

[1] السجدة 29:32. [2] الواقعة 1:56. [3] المرسلٰت 77:12-14.

صاخّہ

زوردار چیخ کو عربی میں صاخہ کہتے ہیں۔ صور پھکنے کی آواز نہایت زوردار ہوگی، اس لیے قیامت کو صاخہ کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ ﴾

''پھر جب کان بہرے کردینے والی سخت آواز (قیامت) آئے گی۔''[1]
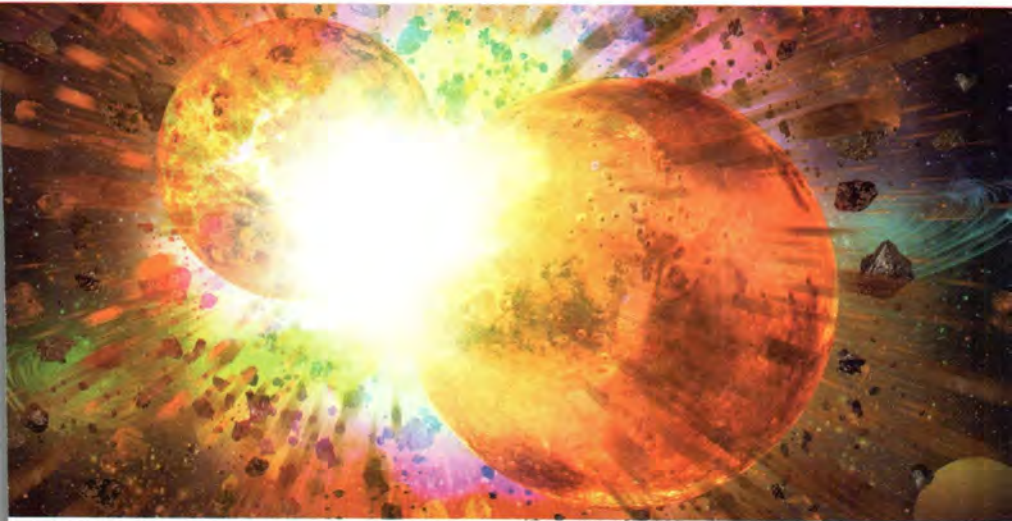
طامۂ کبریٰ

طم کے معنی ہیں، چھا جانا، غالب آجانا۔ قیامت کائنات کا سب سے ہولناک واقعہ ہے۔ انسانوں کو اِس سے زیادہ ہولناک واقعہ پیش نہیں آئے گا۔ یوں اُس کی ہولناکی تمام ہولناکیوں پر غالب ہے، اس لیے اُسے طامۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ کتاب اللہ میں مرقوم ہے:

﴿ فَإِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ ﴾

[1] عبس 33:80.

''پھر جب بہت بڑی آفت (قیامت) آجائے گی۔''[1]

قارعہ

قرع کے معنی کھٹکھٹانے، چوٹ لگانے اور اچانک واقع ہونے کے ہیں۔ قیامت چونکہ اچانک آئے گی اور اُس کی ہولناکیاں دلوں کو چوٹ لگائیں گی، اس لیے اُسے قارعہ کہتے ہیں۔ قرآنِ مجید کی ایک سورت القارعہ کے نام سے موسوم ہے، جس میں قیامت کی تباہ کاریوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿ اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ ﴾

''کھٹکھٹانے والی، کیا ہے کھٹکھٹانے والی؟''[2]

حاقہ

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جو وعدے کیے اور جو وعیدیں سنائی ہیں، وہ اُس روز حقیقت بن کر سامنے آئیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے حاقہ بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی ایک سورت کا نام الحاقّہ ہے۔ ابتدائی آیات یہ ہیں:

﴿ اَلْحَآقَّةُ ۝ مَا الْحَآقَّةُ ۝ ﴾

''ثابت ہونے والی۔ کیا ہے ثابت ہونے والی؟''[3]

ساعہ (گھڑی، وقت)

قیامت کسی وقت اچانک آجائے گی، اس لیے اسے ساعہ کہتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

[1] النّٰزعٰت 79:34. [2] القارعة 101:1،2. [3] الحآقّة 69:1،2.

﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾

''بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔'' [1]

آخرہ

یومِ آخرت کا ایک نام آخرہ ہے۔ آخرہ کے معنی ہیں، آخری۔ اُس کے بعد دنیا کا کوئی دن نہیں ہوگا، اس لیے اُسے آخرہ کہتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں اِس کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾

''اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔'' [2]

یومِ تغابن

اُس روز کافروں کی آنکھیں کھلیں گی۔ اور وہ جو یہ سمجھتے تھے کہ وہی کامیاب ہیں، معلوم کریں گے کہ انھوں نے تو دراصل گھاٹے کا سودا کیا تھا۔ وہ تو خوش تھے کہ انھوں نے اہلِ ایمان کو گھاٹے میں ڈال دیا اور دنیا کی تمام آسائشیں حاصل کرلیں لیکن آج پتہ چلا کہ وہ دھوکے میں پڑے تھے۔ دراصل اہل ایمان ہی نے اُنھیں

اُس روز کافروں کی آنکھیں کھلیں گی۔ اور وہ جو یہ سمجھتے تھے کہ وہی کامیاب ہیں، معلوم کریں گے کہ انھوں نے تو دراصل گھاٹے کا سودا کیا تھا۔ وہ تو خوش تھے کہ انھوں نے اہلِ ایمان کو گھاٹے میں ڈال دیا اور دنیا کی تمام آسائشیں حاصل کرلیں لیکن آج پتہ چلا کہ وہ دھوکے میں پڑے تھے۔

[1] لقمٰن 31:34. [2] البقرة 2:4.

گھاٹے میں ڈالا تھا۔ یوں وہ اہلِ ایمان سے حسد کریں گے۔ اسی کو تغابن کہا گیا ہے۔ اسی سے یومِ آخرت کا ایک نام یومِ التغابن ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورت التغابن کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ﴾

''یہی نقصان کا دن ہے۔''[1]

یومِ حسرت

عربی میں پچھتاوے کو حسرت کہتے ہیں (اردو میں بھی اِس کے ایک معنی پچھتاوے کے ہیں۔) یومِ آخرت کو پچھتاوے کا دن یوں کہا گیا کہ اُس روز ظالم و کافر اپنے کیے پر بہت پچھتائیں گے۔ گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا آدمی حسرت کرے گا کہ کاش! اُس نے اچھے کام کیے ہوتے۔ کاش! وہ گناہوں کی دلدل میں نہ پھنسا ہوتا۔ قرآنِ مجید میں اِس نام کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

''اور آپ انھیں روزِ حسرت سے ڈرائیں جب ہر معاملے کا فیصلہ کیا جائے گا، جبکہ وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔''[2]

یومِ قیامت کے مختلف مراحل

یومِ قیامت بے حد طویل دن ہوگا جس میں لوگ مختلف مراحل سے گزریں گے۔ اُن مراحل کی شدت یا آسانی لوگوں کے اعمال کے لحاظ سے ہوگی۔ ایک مرحلے پر تو کسی سے

[1] التغابن 9:64۔ [2] مریم 39:19۔

کوئی سوال نہیں پوچھا جائے گا۔ کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ کوئی مناقشہ نہیں ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ ﴾

''پھر اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہ کی بابت نہیں پوچھا جائے گا۔'' [1]

دوسرے مرحلے میں ہر ایک سے حساب لیا جائے گا کہ ہاں بھئی! تم نے یہ کیا تھا نا؟ وہ بھی کیا تھا نا؟ تمھیں یہ نعمت بھی دی گئی تھی؟ وہ انعام بھی تم پر کیا گیا تھا؟ پھر ایسا کیوں نہ کیا؟ اور ویسا کیوں نہ کہا؟ ان آیات میں اسی پوچھ پاچھ کا ذکر ہے:

﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۝ ﴾

''اور انھیں ٹھہراؤ، بلاشبہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔'' [2]

اور فرمایا:

[1] الرحمٰن 39:55. [2] الصّٰفّٰت 24:37.

﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾

''چنانچہ ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے۔''[1]

ایک اور موقع پر لوگوں سے سوالات کیے جائیں گے تو وہ اپنے تمام اعمال کا اعتراف کریں گے اور اللہ سے کچھ بھی نہیں چھپائیں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴾

''اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔''[2]

ایک اور مرحلے پر کافروں سے باز پرس کی جائے گی تو وہ جھوٹ بولیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم تو کافر نہیں تھے۔ لیکن وہاں اُن کا جھوٹ نہیں چلے گا کیونکہ وہ علیم وخبیر کے حضور کھڑے ہوں گے۔ وہ اُن کے دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اُن کی سرگوشیاں سنتا رہا ہے۔ اُن کی سازشوں سے آگاہ رہا ہے۔ وہ ان کی سیاہ کاریاں دیکھتا رہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ﴾

''پھر اس (جواب طلبی) پر ان کی معذرت یہی ہوگی کہ وہ کہیں گے: اللہ، ہمارے رب کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے۔ دیکھیں وہ اپنے آپ پر کیسا جھوٹ گھڑیں گے اور جنھیں وہ جھوٹے معبود بنا لیتے تھے، سب (وہاں) گم ہو جائیں گے۔''[3]

پھر وہ مرحلہ بھی آئے گا جب کوئی خبر کافروں تک نہیں پہنچنے پائے گی۔ وہ نہایت حیران و پریشان ہوں گے۔ اُنھیں کسی سوال کا کوئی جواب نہیں سوجھے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

[1] الأعراف 6:7. [2] النسآء 42:4. [3] الأنعام 23:6، 24.

﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ ﴾

''اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا تو وہ کہے گا: تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ پھر اس دن ان پر خبریں پیچیدہ ہو جائیں گی اور وہ ایک دوسرے سے سوال تک نہ کر سکیں گے۔''[1]

اُس روز نجات وہی پائے گا جو ہر سوال کا صحیح جواب دے گا۔ کافروں کو جب درست جواب نہیں سوجھے گا تو وہ یقیناً پھنس جائیں گے۔

رحمت الٰہی

''قیامت کا دن اگرچہ بہت طویل اور دشوار ہوگا، تاہم وہ اہلِ ایمان کے لیے بہت آسان ہوگا۔''

[1] القصص 66,65:28.

صور پھکنا (بگل بجنا)

روزِ قیامت کا پہلا واقعہ صور پھکنا ہے۔ صور کے پھکتے ہی قیامت برپا ہو جائے گی۔

صور

حیوانی سینگ سے بنا وہ آلہ صور کہلاتا ہے جس میں زوردار پھونک ماری جائے تو بہت بھاری بھرکم اور نہایت بلند آواز برآمد ہوتی ہے۔ (اردو میں اسے بھونپو، نرسنگا اور بگل کہتے ہیں۔)

ایک بدو خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''صور کیا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''نرسنگا جس میں پھونکا جاتا ہے۔''[1]

صور کون پھونکے گا؟

حضرت اِسرافیل علیہ السلام وہ فرشتہ ہیں جنھیں صور پھونکنے پر مامور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں جب سے تخلیق کیا ہے، وہ صور پھونکنے کے لیے بالکل تیار کھڑے اذنِ الٰہی کے منتظر ہیں۔

[1] جامع الترمذي، حديث: 2430، و مسند أحمد: 162/2.

ارشادِ نبوی ہے: ''صور پھونکنے والے کو جب سے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے، وہ آنکھیں جھپکے بنا تیار کھڑا عرشِ الٰہی کی جانب دیکھ رہا ہے کہ مبادا اِدھر وہ آنکھ جھپکے اور اُدھر صور پھونکنے کا حکم دے دیا جائے۔ اُس کی ہر دم کھلی آنکھیں دو روشن ستاروں کی طرح ہیں۔''[1]

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کیونکر خوش رہوں جبکہ نرسنگے والا نرسنگا منہ میں لیے، پیشانی جھکائے، کان لگائے اِس انتظار میں ہے کہ جونھی اُسے نرسنگا بجانے کا حکم دیا جائے، وہ اُسے بجا ڈالے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! تب ہم کیا کہیں؟ فرمایا: ''کہیے «حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا» ''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ ہم نے توکل کیا اپنے رب اللہ پر۔''[2]

صور پھکنے کے دلائل

صور پھکنا حقیقی ہے جس کی بھیانک آواز سن کر تمام مخلوقات پر سخت گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔ جن و اِنس اور فرشتے جہاں ہوں گے وہیں غش کھا کر گر پڑیں گے۔ تمام عالم فنا ہو جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ ﴾

''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، بے ہوش ہو جائے گا سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر اس میں دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ یکایک کھڑے (ہو کر) دیکھنے لگیں گے۔''[3]

[1] المستدرك للحاكم: 4/558، والسلسلة الصحيحة، حديث: 1078. [2] جامع الترمذي، حديث: 3243. [3] الزمر 39:68.

مزید فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ﴾

"اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے (سب) گھبرا جائیں گے۔" [1]

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ ﴾

"اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ (اپنی) قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے۔" [2]

ارشادِ نبوی ہے: "پھر صور میں پھونک ماری جائے گی۔ اُس کی آواز جس کے بھی کانوں میں پڑے گی، وہ گردن موڑ کر اُسے بغور سنے گا اور گوش برآواز ہو جائے گا۔ صور پھکنے کی آواز سب سے پہلے جس آدمی کے کانوں میں پڑے گی، وہ اونٹوں کے پانی پینے کے حوض کی لیپ پوت کر رہا ہوگا، وہ آواز سنتے ہی غش کھا کر گر پڑے گا (اور مر جائے گا۔) اور لوگ بھی غش کھا کر گرتے (اور مرتے) جائیں گے۔" [3]

صور کتنی مرتبہ پھونکا جائے گا؟

حضرت اسرافیل علیہ السلام صور میں دو مرتبہ نہایت زور کی پھونک ماریں گے۔

پہلی پھونک

صور کی پہلی پھونک سے گھبراہٹ اور بے ہوشی طاری ہوگی۔ اِس کے پھکتے ہی تمام زندہ

[1] النمل 27:87. [2] یٰسٓ 36:51. [3] صحیح مسلم، حدیث: 2940.

مخلوق مر جائے گی اور تمام غیر جاندار مخلوق فنا ہو جائے گی۔ انسان، جنات، فرشتے، چرند، پرند، کیڑے مکوڑے اور مچھلیاں سب کے سب مر جائیں گے۔ سورج، چاند، تارے اور زمین و آسمان صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہ جائے گی۔

دوسری پھونک

صور کی دوسری پھونک تمام مردہ مخلوق کے لیے نئی زندگی کا پیغام لائے گی۔ مردے قبروں سے نکل بھاگیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے صور کی اِن دونوں پھونکوں کا اور اِن کے نتیجے میں آنے والی تباہی و آبادی کا تذکرہ فرمایا ہے، ارشاد ہوا:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ ﴾

''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، بے ہوش

ہو جائے گا سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر اس میں دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ یکایک کھڑے (ہو کر) دیکھنے لگیں گے۔"[1]

صور کی دوسری پھونک پر جب مردے قبروں سے نکل بھاگیں گے، اللہ تعالیٰ نے اُس عجیب وغریب منظر کی بھی عکاسی کی ہے، فرمایا:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ﴾

"اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ (اپنی) قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے۔"[2]

اللہ تعالیٰ نے صُور کی پہلی پھونک کو راجفہ اور دوسری کو رادفہ فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝﴾

"جس دن کانپنے والی (زمین) کانپے گی۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (قیامت)۔"[3]

راجفہ کے معنی ہیں: زلزلہ برپا کرنے والی اور رادفہ کے معنی ہیں: پیچھے آنے والی۔ قرآن مجید میں ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے صور کی پہلی پھونک کو صیحہ (چیخ) بتایا ہے۔ صور کی دوسری پھونک کا بھی نہایت واضح طور پر ذکر کیا ہے، فرمایا:

﴿مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَّلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ۝﴾

[1] الزمر 68:39. [2] یٰسٓ 51:36. [3] النّٰزعٰت 7,6:79.

''وہ تو صرف ایک (ہولناک) چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انھیں آ پکڑے گی جبکہ وہ (آپس میں) جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر نہ تو وہ کسی وصیت کرنے کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ ہی سکیں گے۔ اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو یکا یک وہ (اپنی) قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے۔''[1]

دونوں پھونکوں کا درمیانی وقفہ

صور کی دونوں پھونکوں کا درمیانی وقفہ کتنا ہوگا، اِس کے متعلق وضاحت سے تو نہیں بتایا گیا، تاہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اِس کے متعلق خفیف سا اشارہ ملتا ہے۔ اُن کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''دو پھونکوں کا درمیانی وقفہ چالیس ہے۔''

لوگوں نے پوچھا: ''ابو ہریرہ! چالیس دن؟''

اُنھوں نے کہا: ''اِس کے متعلق کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔''

لوگوں نے عرض کیا: ''یا پھر چالیس مہینے؟''

فرمایا: ''اِس کے متعلق کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔''

لوگوں نے کہا: ''یا پھر چالیس برس؟''

اُنھوں نے پھر وہی جواب دیا: ''اِس کے متعلق کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔''

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کا تعین نہیں فرمایا تھا، اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اُس کے متعلق کوئی وضاحت نہ کر پائے۔ بعد ازاں اُنھوں نے حدیث کا بقیہ حصہ بیان کیا:

[1] یٰسٓ 36:49-51.

''پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا تو تمام انسان یوں اُگیں گے جیسے ترکاری اگتی ہے۔''

مزید فرمایا: ''مرنے کے بعد انسان کا تمام بدن مٹی ہوجاتا ہے۔ بس ایک ہڈی ایسی ہے جسے زمین نہیں کھاتی۔ وہ ہے ریڑھ کی ہڈی کا آخری سرا۔ روزِ قیامت اُسی ہڈی سے انسان کو دوبارہ تخلیق کیا جائے گا۔'' [1]

صور کس روز پھونکا جائے گا؟

دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ اور دونوں ہی مرتبہ جمعے کے روز صور پھونکا جائے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''ہفتے کے ایام میں افضل دن جمعے کا دن ہے۔ اِسی روز آدم کی تخلیق عمل میں آئی۔ اُن کی روح بھی جمعے کے روز قبض کی گئی۔ اِسی روز صور پھونکا جائے گا، اِس لیے جمعے کے روز مجھ پر بکثرت درود بھیجنا۔ آپ کا درود مجھے پہنچایا جائے گا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ کو کیسے پہنچے گا جبکہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے؟'' فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسد خاکی کو کھانا حرام کر دیا ہے'' [2]

ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت جمعہ ہی کے روز آئے گی۔'' [3]

مزید فرمایا: ''جمعہ کے روز ہر جاندار کان لگائے قیامت کے آنے کا انتظار کرتا ہے۔'' [4]

وہ آدمی جس کے کانوں میں سب سے پہلے صور کی آواز پڑے گی

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ روزمرہ معمولات میں مصروف ہوں گے۔ کوئی بازار میں بزاز کی دکان پر کھڑا کپڑا خرید رہا ہوگا۔ کپڑا ابھی اُس کے ہاتھ میں ہوگا کہ

[1] صحيح البخاري، حديث: 4935، و صحيح مسلم، حديث: 2955. [2] سنن النسائي، حديث: 1375. [3] صحيح مسلم، حديث: 854. [4] سنن أبي داود، حديث: 1046.

قیامت چھا جائے گی۔ کوئی اونٹنی کا دودھ دوہ کر گھر کی طرف جاتا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔ کوئی اونٹوں کے پانی پینے کے حوض کی لیپ پوت اور مرمت کرتا ہوگا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ کوئی کھانا سامنے رکھے لقمہ توڑ کر منہ کی طرف لائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ غرضیکہ قیامت بالکل اچانک آئے گی۔ لوگ معمول کی زندگی گزار رہے ہوں گے۔ صور کی بھیانک آواز دلوں کو چیر ڈالے گی۔ وہ تمام زندہ مخلوق کے لیے موت کا سندیسا لائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو آدمیوں نے اپنے درمیان کپڑا پھیلا رکھا ہوگا۔ وہ ابھی خرید و فروخت نہیں کر پائیں گے اور نہ کپڑا لپیٹ پائیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر گھر کی طرف جاتا ہوگا۔ وہ ابھی دودھ پینے نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک آدمی اپنے حوض کی لیپ پوت کرتا ہوگا، وہ اُس میں اونٹوں کو پانی بھی نہیں پلا سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک آدمی لقمہ منہ کی طرف بڑھائے گا، اِس سے پہلے کہ وہ لقمہ منہ میں ڈالے، قیامت قائم ہو جائے گی۔“ [1]

اہلِ ایمان کے لیے اللہ کی خاص رحمت

صور کی آواز نہایت بھیانک اور خوفناک ہوگی جس سے دلوں پر شدید خوف طاری ہوگا۔ اہلِ ایمان پر رحمتِ الٰہی کا مظاہرہ اِس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے آنے سے پہلے ہی نہایت نرمی سے اُن کی روحیں قبض کر لے گا، چنانچہ دنیا میں نہایت بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے اور اُنھی پر قیامت قائم ہوگی۔ اِس سلسلے کی قدرے تفصیل حسبِ ذیل حدیث میں آئی ہے۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 6506.

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''دجال کا ظہور ہوگا اور وہ چالیس تک رہے گا۔ [1] تب اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا جن کی شکل وصورت عروہ بن مسعود سے ملتی ہے۔ وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور اُسے ہلاک کر ڈالیں گے۔ پھر سات برس (امن وامان کے) ایسے آئیں گے کہ کوئی کسی سے عداوت نہیں رکھے گا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ شمال کی جانب سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا۔ وہ روئے زمین کے ہر اُس آدمی کی روح قبض کرے گی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان پہاڑ کی کھوہ میں بھی چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں بھی پہنچ جائے گی اور اُس کی روح قبض کرے گی۔ دنیا کے بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو جانوروں کی سی حرکتیں کریں گے۔ وہ نہ تو نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ گناہ کو گناہ۔ شیطان آدمی کے روپ میں اُن کے پاس جائے گا اور کہے گا: تم میری بات کیوں نہیں سنتے؟ وہ کہیں گے: تم کہتے کیا ہو؟ شیطان اُنھیں بتوں کی پوجا کرنے کو کہے گا۔ وہ اُس کا کہا مانیں گے اور اسی طرح رہیں گے۔ اُنھیں وافر رزق ملتا رہے گا۔ زندگی بڑی خوشگوار ہوگی۔ [2]

''پھر صور پھونکا جائے گا۔ اُس کی آواز جس کے بھی کانوں میں پڑے گی، وہ گردن موڑے اُس پر کان لگائے گا۔ جس آدمی کے کانوں میں سب سے پہلے صور کی آواز پڑے گی، وہ اپنے اونٹوں کے پانی پینے کے حوض کی لیپ پوت کر رہا ہوگا۔ آواز سنتے ہی وہ غش کھا کر گر پڑے گا (اور مر جائے گا۔) اور لوگ بھی غش کھا کر گرتے جائیں گے (مرتے جائیں گے۔) اُس کے بعد اللہ تعالیٰ شبنم کا سا پانی برسائے گا۔ اُس سے لوگوں کے بدن اُگیں گے (نمو پائیں گے۔) تب صور میں دوسری پھونک ماری جائے گی تو سب لوگ

[1] دجال چالیس دن رہے گا۔ پہلے تین دن غیر معمولی ہوں گے۔ پہلا دن ایک برس کا، دوسرا ایک مہینے کا اور تیسرا دن ایک ہفتے کا ہوگا۔ باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔

[2] اللہ تعالیٰ اُنھیں ڈھیل دے گا۔

زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا: ''لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ۔'' اور اِنھیں ٹھہراؤ، اِن سے سوال جواب کیا جائے گا۔'' پھر کہا جائے گا: ''جہنم کا وفد نکالو۔'' پوچھا جائے گا: ''کتنے میں سے؟'' کہا جائے گا: ''ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ اس دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی سے کپڑا ہٹائے گا''

چنانچہ وہ ایسا دن ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر ڈالے گا اور اُس روز نہایت شدید حالات پیش آئیں گے۔'' [1]

اہم نکتہ

صور پھکنے کا واقعہ نہایت خوفناک ہوگا۔ اُس کے بعد جو حالات پیش آئیں گے، وہ بھی غایت درجہ ہولناک ہوں گے۔ ایسے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے:

«حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ»

''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

مطلب یہ کہ ہمیں اِن تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے اور اُسی کا دامنِ رحمت تھامنا چاہیے کہ خوفزدہ دلوں کا خوف وہی دور کرتا ہے۔

آخری بات

''اسرافیل بہت بڑا اور بہت برگزیدہ فرشتہ ہے۔ اِس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتا ہے۔''

[1] صحیح مسلم، حدیث:2940.

بعث و نشر

جب صور میں دوسری پھونک ماری جائے گی تو بعث ونشر کا واقعہ پیش آئے گا۔ مطلب یہ کہ تمام مردہ مخلوق زندہ ہوکر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑے گی۔ جو لوگ مرنے کے بعد قبروں میں مدفون ہوئے تھے، وہ بھی زندہ ہوکر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ جنھیں مرنے کے بعد سپردِ خاک نہیں کیا گیا، وہ جل کر خاک ہوگئے یا غرقِ آب ہوئے، مچھلیوں کی خوراک بنے یا درندوں کا لقمہ، جو بھی صورت ہوئی، ایسے لوگ بھی زندہ ہوکر رب تعالیٰ کے حضور پہنچ جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

بعث ونشر کے شرعی دلائل

یہ ایمان رکھنا کہ مرنے کے بعد لوگوں کو حساب اور جزا وسزا کے لیے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، ایمانیات کا اہم اصول ہے۔ اِس کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا﴾

''لیکن انھوں نے قیامت کو جھٹلایا اور ہم نے اس شخص کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔''[1]

[1] الفرقان 25:11.

قرآن مجید کی متعدد آیات میں بعث ونشر کا ذکر کیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ ﴾

''جس دن ہم آسمان کو لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے، جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی، اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ (یہ) وعدہ ہمارے ذمے ہے، بے شک ہم اسے (پورا) کرنے والے ہیں۔''[1]

مزید فرمایا:

﴿ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾

''کہہ دیجیے: تمھیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''[2]

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۚ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ﴾

''کافروں نے دعویٰ کیا کہ وہ (قبروں سے) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تمھیں ضرور اٹھایا جائے گا، پھر تمھیں ضرور جتائے جائیں گے جو تم نے عمل کیے اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے۔''[3]

[1] الأنبیآء 21:104. [2] السجدة 32:11. [3] التغابن 64:7.

ارشادِ نبوی ہے: ''ہر آدمی کو اُسی حالت میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا جس حالت میں وہ مرا تھا۔'' [1]

آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ''لوگوں کو اُن کی نیتوں کے مطابق زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔'' [2]

بعث ونشر کے واقعاتی دلائل

روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے بیشتر واقعات بعث ونشر کے لیے عقلی ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

بارش برسنی

یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ قحط زدہ زمین پر بارش برستی ہے تو اُس میں سبزہ اُگ آتا ہے اور چند ہی دنوں میں کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا کرشمہ ہے۔ اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کر اٹھائے گا۔ ارشاد ہوا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۗ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۚ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

''اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے حتی کہ جب وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم انھیں کسی مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم ان کے ذریعے سے پانی نازل کرتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے (زمین سے) ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو

[1] صحيح مسلم، حديث: 2878. [2] صحيح البخاري، حديث: 2118.

(قبروں سے) نکالیں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"[1]

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: "کیا آپ کبھی قحط زدہ وادی سے نہیں گزرے۔ آپ دوبارہ وہاں سے گزرتے ہیں تو وہ سرسبز و شاداب نظر آتی ہے۔ کچھ عرصے بعد پھر وہاں سے گزرتے ہیں تو وہ پھر سے خستہ حال دکھائی دیتی ہے۔ بعدازاں اُس میں ازسرِنو ہریالی آجاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔"[2]

ابتدائے تخلیق

اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمام اشیاء کو پہلی مرتبہ تخلیق کیا تھا اور جیسے چاہا تخلیق کیا تھا، اُسی طرح وہ اُن تمام اشیاء کو جب چاہے اور جیسے چاہے دوبارہ تخلیق کرنے پر بھی پوری طرح

[1] الأعراف 57:7. [2] مسند أحمد: 11/4، اس کی سند ضعیف ہے۔

سے قادر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾

''جس دن ہم آسمان کو لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے، جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی، اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ (یہ) وعدہ ہمارے ذمے ہے، بے شک ہم اسے (پورا) کرنے والے ہیں۔''[1]

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾

''اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے لوٹائے گا، اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔''[2]

[1] الأنبيآء 21:104. [2] الروم 30:27.
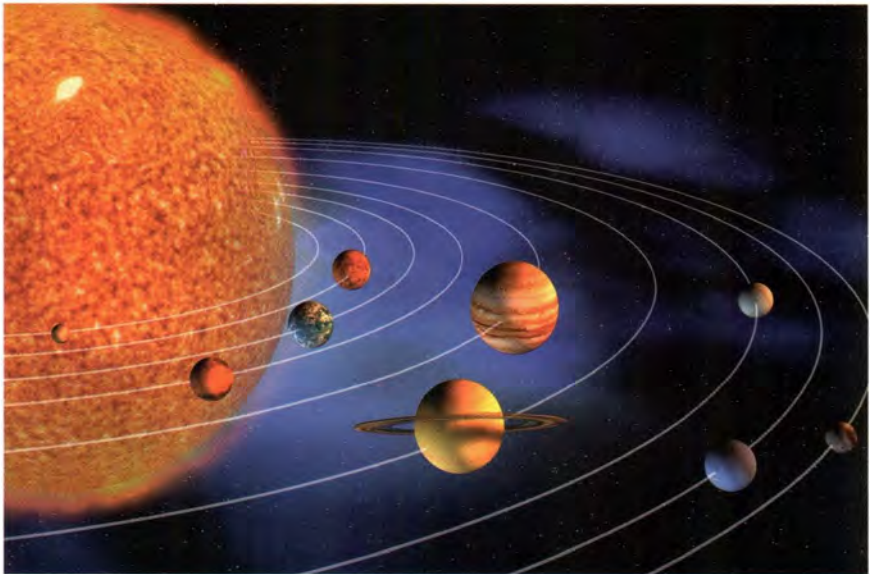
دنیا ہی میں مردہ کو دوبارہ زندہ کرنا

ایسا ایک واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دَور میں پیش آیا تھا۔ ایک مقتول، اللہ کے حکم سے زندہ ہوا اٹھا تھا اور اُس نے اپنے قاتل کا نام بتایا تھا۔ قرآن مجید کی دوسری سورت البقرہ میں اِس واقعے کا حوالہ دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾

''چنانچہ ہم نے کہا: تم اس (گائے کے گوشت) کا ایک ٹکڑا اس مردے کو مارو، اللہ اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ تمھیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔'' [1]

سورۂ بقرہ ہی میں ایک اور آدمی کے بارے میں بتایا گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مار کر دوبارہ زندہ کیا تھا۔ [2] اسی سورہ میں مرے ہوئے پرندوں کو بھی دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ [3]

ایک شے کو اُس کے متضاد سے پیدا کرنا

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا کرشمہ ہے کہ وہ سرسبز و شاداب درخت سے آگ پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ اِس پر بھی قادر ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال کر اُن سے تازہ دم انسان کی تخلیق کرے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظٰمَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ

[1] البقرة 2:73. [2] البقرة 2:259. [3] البقرة 2:260.

﴿يُحْيِيهَا الَّذِىٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۝ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝﴾

''اور اس نے ہمارے لیے مثال بیان کی اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ کہہ دیجیے: ان کو وہی (اللہ) زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا اور ہر طرح کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے۔ وہ اللہ جس نے تمھارے سبز درخت سے آگ نکال دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ سلگاتے ہو۔''[1]

ارض وسما کی تخلیق

اللہ تعالیٰ نے ارض وسما کی بہت بڑی، عجیب وغریب اور نہایت مضبوط تخلیق انجام دی۔

[1] یٰسٓ 36:78-80.

جو ذات ایسی بڑی بڑی اشیاء کی حیرت انگیز تخلیق پر قادر ہے کیا وہ انسان کی تخلیق پر قادر نہیں؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَوَ لَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ ﴾

''کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کر دے؟ کیوں نہیں! وہی تو (سب کچھ) پیدا کرنے والا، خوب جاننے والا ہے۔''[1]

وہ افراد جو مرنے کے بعد سپرد خاک نہیں ہوئے

وہ افراد جو مرنے کے بعد سپردِ خاک نہیں ہوئے، وہ غرقِ آب ہوئے یا جل کر خاک

[1] یٰسٓ 81:36.

ہوئے یا درندوں کا لقمہ بنے یا کوئی اور صورت پیش آئی، بعث ونشر کا عمل اُنھیں بھی زندہ کر اٹھائے گا۔ حدیث میں اگلے زمانے کے ایک آدمی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ نے خوب مال ودولت عطا کیا۔ اولاد سے نوازا۔ آخری وقت آ پہنچا تو اُس نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور پوچھا: ''میں تمھارے لیے کیسا باپ تھا؟'' لڑکوں نے جواب دیا: ''آپ مثالی باپ تھے۔'' تب اُس نے کہا: ''بات دراصل یہ ہے کہ میں نے زندگی میں کوئی اچھا کام نہیں کیا، اِس لیے جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا۔ جل کر خاک ہو جاؤں تو میری راکھ تیز آندھی کے روز سمندر میں بہا دینا۔ رب تعالیٰ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا جو اُس نے اب تک کسی کو نہیں دیا ہوگا۔'' بیٹوں نے عہد کیا کہ ارشاد کی تعمیل ہوگی۔ چنانچہ جب وہ مرا تو اُس کے بیٹوں نے اُس کا جسد خاکی نذرِ آتش کیا اور راکھ سمندر میں بہا دی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا: ''تجھ میں اُس آدمی کے جتنے ذرات ہیں اُنھیں اکٹھا کر۔'' زمین نے حسب ارشاد اُس کے بدن کے تمام ذرات اکٹھے کر دیے۔ اگلے ہی لمحے وہ ازسرِ نو تخلیق پا کر رب تعالیٰ کے حضور کھڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سے فرمایا: ''میرے بندے! تم نے یہ سب کیوں کیا؟'' اُس نے عرض کیا: ''یا رب! تیرے ڈر سے۔'' اِس پر اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا۔[1]

یوں بعث ونشر کے وقت تمام مخلوقات کو زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کے دربارِ عالی میں لا کھڑا کیا جائے گا۔

بعث ونشر کیسے عمل میں آئے گا؟

امورِ غیبی کے متعلق تمام تر وضاحت وحی کی وساطت سے کی گئی ہے۔ بعث ونشر کیسے عمل

[1] صحيح البخاري، حديث:3481، و صحيح مسلم، حديث:2757.

میں آئے گا، متعدد روایات میں اِس کی تفصیلات آئی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صور کی دو پھونکوں کا درمیانی وقفہ چالیس ہے۔''

مزید فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا تو لوگ ترکاری کی طرح اُگیں گے۔ ایک ہڈی کے سوا انسان کا تمام بدن مٹی میں مل جاتا ہے اور وہ ہے ریڑھ کی ہڈی کا آخری سرا۔ روزِ قیامت انسان کو اِسی ہڈی سے دوبارہ تخلیق کیا جائے۔''[1]

صور کی پہلی پھونک پر تمام زندہ مخلوق مرجائے گی۔ موت کا یہ سلسلہ کب تک قائم رہے گا، اِس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ پانی برسائے گا جس سے انسانوں کے بدن نمو پائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَآ ۚ إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ ۝ ﴾

''جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی، اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ (یہ) وعدہ ہمارے ذمے ہے، بے شک ہم اسے (پورا) کرنے والے ہیں۔''[2]

تب صور میں دوسری پھونک ماری جائے گی۔ ارواح اُڑ کر بدن میں پہنچ جائیں گی۔ زمین پھٹ جائے گی اور مردے زندہ ہو کر قبروں سے نکل کر، میدانِ محشر کی طرف بھاگیں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ ﴾

''جس دن ان کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی (وہ اس میں سے) تیزی سے

[1] صحيح البخاري، حديث: 4935، و صحيح مسلم، حديث: 2955. [2] الأنبيآء 21:104.

(نکل رہے ہوں گے) یہ حشر (برپا کرنا) ہم پر نہایت آسان ہے۔"[1]

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ ﴾

"اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو یکا یک وہ (اپنی) قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے۔"[2]

یہ تمام تفصیلات حدیث میں آئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھر صور پھونکا جائے گا۔ صور کی آواز جس کے بھی کانوں میں پڑے گی، وہ گردن موڑ کر اُس آواز پر کان لگائے گا۔ جو آدمی سب سے پہلے صور کی آواز سنے گا وہ اونٹوں کے پانی پینے کے حوض لیپ پوت کر رہا ہوگا۔ صور کی آواز سنتے ہی وہ غش کھا کر گر پڑے گا (اور مر جائے گا۔) اور لوگ بھی غش کھا کر گرتے (اور مرتے) جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی سی بارش برسائے گا جس سے لوگوں کے بدن نمو پائیں گے۔ بعد ازاں دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ (مطلب یہ کہ وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔) پھر کہا جائے گا: "لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ۔"

[1] قٓ 50:44۔ [2] یٰسٓ 36:51۔ [3] صحیح مسلم، حدیث: 2940۔

انسانی بدن ترکاری کی طرح اُگیں گے

جس طرح تمام ترکاریاں بیج میں سے اُگتی ہیں، اُسی طرح جب بارش اترے گی تو انسانوں کے بدن ریڑھ کی ہڈی کے آخری سرے میں سے اُگیں گے۔ بارش سے بنجر زمین کے نمو پانے کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے حتی کہ جب وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم انھیں کسی مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم ان کے ذریعے سے پانی نازل کرتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے (زمین سے) ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو (قبروں سے) نکالیں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' [1]

[1] الأعراف 7:57.

چنانچہ انسانی بدن ریڑھ کی ہڈی کے آخری سرے میں سے ترکاری کی طرح اُگیں گے۔

وضاحت طلب مسئلہ

کیا انسانوں کی دوسری تخلیق، پہلی تخلیق سے مختلف ہوگی؟

متعلقہ آیات واحادیث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انسانوں کی دوسری تخلیق، پہلی تخلیق سے مختلف ہوگی، تاہم انسان وہی ہوں گے جو دنیا میں تھے۔ صرف اُن کی قوت برداشت اور دیگر صلاحیتوں میں نمایاں تبدیلی آئے گی۔ وہ روزِ قیامت بہت سی اُن اشیاء کو بھی دیکھ سکیں گے جنھیں وہ دنیا میں نہیں دیکھ سکتے تھے، چنانچہ وہ جنات اور فرشتوں کو دیکھ سکیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۞ ﴾

''البتہ تحقیق تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا، چنانچہ آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔''[1]

اسی طرح اہلِ جنت نہ تو تھوکیں گے اور نہ بول و براز کریں گے۔ قیامت کا دن اگرچہ بہت طویل ہوگا اور لوگوں کو سخت پیاس لگے گی، تاہم وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے مریں گے نہیں۔ کافر دوزخ میں جلیں گے لیکن مریں گے نہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ﴾

''اور ہر طرف سے اس کو موت آئے گی، جبکہ وہ مرے گا نہیں۔''[2]

[1] قٓ 50:22. [2] إبرٰهيم 14:17.

زمین میں سے سب سے پہلے زندہ ہو کر کون نکلے گا؟

صور کی پہلی پھونک کے بعد جب قبروں میں انسانوں کی تخلیق پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی تو دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس سے قبریں پھٹ جائیں گی۔ قبروں میں پڑے انسانوں کے بدن میں جان پڑ جائے گی اور وہ قبروں سے باہر نکل آئیں گے۔ دوسری مرتبہ صور پھکنے پر سب سے پہلے ہمارے پیارے نبی حضرتِ محمد ﷺ کی قبر کھلے گی اور آپ باہر تشریف لائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ أَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَّ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ»

"میں قیامت کے روز بنو آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میری ہی قبر کھلے گی۔ سب سے پہلے میں ہی سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی سفارش قبول کی جائے گی۔"[1]

[1] صحيح مسلم، حديث:2278.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے جوش میں آ کر نعرہ بلند کیا: ''قسم اُس ذات کی جس نے محمد کو دو جہاں میں برگزیدہ کیا!'' اُدھر یہودی نے بھی جواباً نعرہ بلند کیا: ''قسم اُس ذات کی جس نے موسیٰ کو دو جہاں میں برگزیدہ کیا!'' اِس پر مسلمان کو طیش آ گیا۔ اُس نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے زناٹے کا چانٹا رسید کیا۔ وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اُس مسلمان کی شکایت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: ''مجھے موسیٰ کے مقابلے میں بہتر مت بتاؤ۔ تمام لوگ (قیامت کے روز صور کی پہلی پھونک سے) مر جائیں گے۔ (دوسری پھونک پر) میں سب سے پہلے زندہ ہو کر اٹھوں گا تو کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ نے عرشِ الٰہی کا ایک پایہ تھام رکھا ہے۔ معلوم نہیں وہ مرنے والوں میں شامل ہوں گے یا اُن میں شامل ہوں گے جنھیں اللہ تعالیٰ نے (مرنے سے) مستثنیٰ قرار دیا ہے۔''[1]

[1] صحيح البخاري، حديث:3408، و صحيح مسلم، حديث:2373.

ایک اور روایت میں ہے کہ صور پھونکا جائے گا تو سوائے اُن کے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ نہیں مریں گے، آسمان وزمین کی تمام مخلوق مرجائے گی۔ دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو میں سب سے پہلے زندہ ہوکر اٹھوں گا۔ کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ عرشِ باری تعالیٰ کا ایک پایہ تھامے کھڑے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اُنھیں طور کی بے ہوشی کا بدلہ دیا جائے گا [1] یا پھر مجھ سے پہلے زندہ کیا جائے گا۔ [2]

بعث ونشر کا منکر

بعث ونشر اور روزِ جزا پر ایمان لانا ایمانیات کا اہم جز ہے۔ جو آدمی بعث ونشر کا انکار کرتا ہے، وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا انکار کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ابنِ آدم نے مجھے جھٹلایا، حالانکہ اُسے یہ حق حاصل نہیں تھا اور اُس نے مجھے گالی دی، حالانکہ اُسے یہ حق حاصل نہیں تھا۔ جھٹلایا یوں کہ اُس نے کہا: میں نے اُسے جس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا، دوبارہ پیدا نہیں کروں گا۔ اور گالی یوں دی کہ اُس نے کہا: اللہ کے بھی اولاد ہے، حالانکہ میں تو بے نیاز ہوں۔ نہ میں نے جنا، نہ مجھے جنا گیا۔ اور کوئی میرا ہمسر نہیں۔'' [3]

[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور کے قریب اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میں آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے لیکن اِس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم مجھے دیکھ لو گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اُدھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ نبیِ کریم ﷺ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ معلوم نہیں، موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور کی بے ہوشی کے بدلے قیامت کی بے ہوشی سے مستثنیٰ کردیا جائے گا یا پھر انھیں مجھ سے پہلے زندہ کردیا جائے گا۔

[2] صحيح البخاري، حديث:2373، 3414. [3] صحيح البخاري، حديث:4974.

بعث ونشر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ اُن سے حساب لیا جائے گا۔ وہ جزا و سزا کے مراحل سے گزریں گے۔ جنت و دوزخ کی موجودگی کو ماننا بھی بعث ونشر پر ایمان لانے میں شامل ہے۔ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو انسان زندہ ہو کر قبروں سے نکل آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُنھیں میدانِ محشر میں اکٹھا کیا جائے گا۔

آئندہ یہ تفصیلات بیان کی جائیں گی کہ میدانِ محشر کہاں سجے گا، وہاں کیا کچھ ہوگا اور اُس کے دلائل کیا ہیں۔

اتمامِ حجت

''بعث ونشر کے متعدد شرعی و عقلی دلائل ہیں جن سے منکرینِ بعث ونشر پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور اُن کے لیے انکار و اعتراض کی کچھ گنجائش نہیں رہتی۔''

قیامت کی ہولناکیاں

صور کے پھکتے ہی قیامت برپا ہو جائے گی۔ ہر طرف تباہی مچ جائے گی۔ نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ ہر شے تہ و بالا ہو جائے گی۔ آن کی آن میں تمام منظر بدل جائے گا۔

آسمان کا احوال

جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ ڈالے گا اور اُنھیں اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑ لے گا۔ ارشاد فرمایا:

﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾

''جس دن ہم آسمان کو لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے۔''[1]

اور فرمایا:

﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾

''اور آسمان بھی اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔''[2]

[1] الأنبیآء 104:21. [2] الزمر 67:39.

ارشادِ نبوی ہے:

«يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمٰوَاتِ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ»

''اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے گا اور آسمانوں کو داہنے ہاتھ سے لپیٹ کر کہے گا: میں ہی ہوں بادشاہ۔ کہاں ہیں زمین کے بادشاہ!'' [1]

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹے گا، پھر اُنھیں اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑ کر کہے گا: ''میں ہی ہوں بادشاہ! کہاں ہیں جبر وستم کرنے والے! کہاں ہیں تکبر کرنے والے! پھر وہ زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ سے لپیٹے گا اور فرمائے گا: ''میں ہی ہوں بادشاہ! کہاں ہیں جبر وستم کرنے والے! کہاں ہیں تکبر کرنے والے!'' [2]

زمین کا احوال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَكُونُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَّاحِدَةً، يَتَكَفَّأُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهِ كَمَا يَكْفَأُ أَحَدُكُمْ خُبْزَتَهُ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِّأَهْلِ الْجَنَّةِ».

''قیامت کے دن زمین روٹی بن جائے گی۔ اہل جنت کی مہمانی کے لیے الجبار اسے اپنے ہاتھوں سے الٹ پلٹ کر بنائے گا، بالکل اسی طرح جیسے مسافر ہاتھوں پر الٹ پلٹ کر روٹی بناتا ہے۔''

[1] صحيح البخاري، حديث:4812، و صحيح مسلم، حديث: 2787. [2] صحيح مسلم، حديث:2788.

بعد ازاں ایک یہودی عالم نبیِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: ''اے ابوالقاسم! الرحمٰن آپ کو برکت دے۔ کیا میں آپ کو بتاؤں کہ روز قیامت اہل جنت کی مہمانی کیسے ہوگی؟'' فرمایا: ''ضرور بتائیے۔'' اس نے کہا: ''زمین روٹی بن جائے گی۔'' اس پر نبی ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور (خوشی کے مارے) خوب مسکرائے۔

یہودی عالم نے کہا: ''کیا میں آپ کو بتاؤں کہ اہل جنت کا سالن کیا ہوگا؟'' وہ خود ہی بولا: ''بالام اور نون۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' وہ بولا: ''بیل اور مچھلی۔ ستر ہزار اہل جنت ان دونوں کے جگر کا اضافی حصہ کھائیں گے۔'' [1]

[1] صحيح البخاري، حديث:6520، و صحيح مسلم، حديث:2792.

پہاڑوں کی صورت حال

قیامت کے دن جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو زمین کو ان اونچے اونچے پہاڑوں سمیت یکبارگی کوٹ کر پیس ڈالا جائے گا۔فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝﴾

”پھر جب صور میں ایک ہی بار پھونک ماری جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک ہی چوٹ سے ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔تو اس دن واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی۔“ [1]

[1] الحآقّة 69:13-15.

پہاڑ پس پسا کر نرم ریت بن جائیں گے۔فرمایا:

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝﴾

''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ ریت کے بھربھرے ٹیلے ہوں گے۔''[1]

قیامت کا جھٹکا ایسا زور دار اور ایسا ہولناک ہوگا کہ پہاڑ دھنی ہوئی اُون کی طرح ہوجائیں گے۔قرآن مجید میں مرقوم ہے:

﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝﴾

''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہوجائیں گے۔''[2]

پہاڑ اپنی جگہ قائم نہیں رہ پائیں گے۔زمین پر کوئی پہاڑ دکھائی نہیں دے گا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝﴾

''اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب (کی طرح) ہوجائیں گے۔''[3]

یوں پہاڑ سراب کی صورت اختیار کرلیں گے جو دور سے تو پانی نظر آتا ہے لیکن قریب جایئے تو وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ پہاڑ تو جڑوں سے اکھیڑ دیے جائیں گے۔تب وہ مٹی بن کر ہواؤں کے دوش پر اڑتے پھریں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝﴾

[1] المزمّل 73: 14. [2] القارعة 101: 5. [3] النبا 78: 20.

''اور وہ آپ سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجیے: میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر وہ اس (زمین) کو چٹیل میدان کر چھوڑے گا۔ آپ اس میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ۔''[1]

سمندروں کا احوال

جب قیامت کا بھونچال آئے گا تو یہ وسیع و عریض اور گہرے سمندر پھٹ پڑیں گے اور ان میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ کتاب اللہ میں لکھا ہے:

﴿ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ ﴾

''اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔''[2]

تفجیر کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ سمندروں کا پانی اچھل کر تمام زمین پر پھیل جائے گا۔ دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ پانی کے دونوں عناصر آکسیجن اور ہائیڈروجن علیحدہ علیحدہ ہو

[1] طٰهٰ 20:105-107. [2] الانفطار 82:3.

جائیں گے اور ان کے ایٹم پھٹ کر دھماکے پیدا کریں گے۔ قیامت کے روز سمندروں کی جو حالت ہوگی، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۞ ﴾

''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔'' [1]

تسجیر کے معنی ہیں: آگ بھڑکانی۔ اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ سمندر کے پیندے میں شگاف پڑ جائیں گے اور زمین کا لاوا سمندر کے آتش گیر مادوں سے مل کر آگ بھڑکا دے گا۔

آسمان کا گھومنا اور پھٹنا

جب قیامت کا زلزلہ برپا ہوگا تو آسمان دائیں بائیں، اوپر نیچے، نہایت تیز رفتاری سے گھومے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۞ ﴾

''(وہ واقع ہوگا) جس دن آسمان زور سے حرکت کرنے لگے گا۔'' [2]

بعد ازاں آسمان میں شگاف پڑ جائیں گے اور وہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۞ ﴾

''جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' [3]

اور فرمایا:

[1] التکویر 81:6۔ [2] الطور 52:9۔ [3] الانفطار 82:1۔

﴿ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ ﴾

''اور جس دن آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا۔''[1]

یہ تو ہم نہیں جانتے کہ آسمان کیسے ٹکڑے ٹکڑے ہوگا، تاہم اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ انتہائی خوفناک اور دلدوز منظر ہوگا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ ﴾

''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور وہ اپنے رب کے حکم (کی تعمیل) کرے گا اور اس کے لائق یہی ہے۔''[2]

مزید فرمایا:

﴿ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ ﴾

[1] الفرقان 25:25. [2] الانشقاق 84:1، 2.

''اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن بودا ہوگا۔''[1]

آسمان بہت مضبوط و مستحکم ہے لیکن قیامت کے روز وہ پھٹ کر بہت نرم اور ڈھیلا ہو جائے گا۔ مضبوطی نام کی کوئی شے اس میں نہیں رہے گی۔ آسمان کا نہایت خوبصورت نیلا رنگ قیامت کے روز بدل کر کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ وہ کبھی سرخ ہو جائے گا کبھی پیلا، معاً ہرا اور اگلے ہی لمحے پھر سے نیلا ہو جائے گا۔ یوں وہ برابر رنگ بدلتا رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝﴾

''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح لال ہو جائے گا۔''[2]

سورج کی حالت

فرمان الٰہی ہے:

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝﴾

''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔''[3]

جب قیامت کا ہولناک واقعہ پیش آئے گا تو سورج کی روشنی یکایک غائب ہو جائے گی۔ اسے لپیٹ لپاٹ کر دور پھینک دیا جائے گا۔ تکویر کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ

[1] الحآقّة 16:69. [2] الرحمٰن 37:55. [3] الشمس 1:81.

سورج ٹھنڈا ہو کر بجھ جائے گا۔ اس کی روشنی ماند پڑ جائے گی۔ اس میں حرارت باقی نہیں رہے گی اور وہ بالکل زمین کی طرح ہو جائے گا۔

چاند کا احوال

قیامت کے روز چاند گہنا جائے گا اور اس کی روشنی ماند پڑ جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ ﴾

''چنانچہ جب آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے۔ اس دن انسان کہے گا: کہاں ہے بھاگنا؟ ہرگز نہیں! نہیں ہے (وہاں) کوئی پناہ گاہ۔ اس دن آپ کے رب ہی کی طرف ٹھکانا ہوگا۔'' [1]

[1] القیٰمۃ 75:7-12.

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴾

اس کے معنی یہ ہیں کہ سورج اور چاند کو اکٹھا کر دیا جائے گا، چنانچہ وہ دونوں مغرب سے طلوع ہوں گے اور ان میں روشنی نہیں ہوگی۔ [1]

ستارے

جب قیامت کے خوفناک سائے دنیا بھر پر چھائیں گے تو ستارے جنھوں نے آسمان کو بڑی ترتیب کے ساتھ سجا رکھا ہے، بے ترتیب ہو جائیں گے۔ ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ بے نور ہو جائیں گے۔ ان کا حسن و جمال ماند پڑ جائے گا۔ یہ تمام احوال حسب ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝ ﴾

''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔'' [2]

ایک اور موقع پر فرمایا:

[1] القیٰمة 9:75. [2] التکویر 2:81.

﴿ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ ﴾

''پھر جب ستارے بے نور کر دیے جائیں گے۔'' [1]

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ ﴾

''اور جب تارے جھڑ جائیں گے۔'' [2]

وضاحت طلب مسئلہ

وہ کون سے ستارے ہیں جن کی یہ حالت ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کن ستاروں کی یہ حالت ہوگی۔ وہ ہماری کہکشاں کے ستارے ہوں گے یا آسمان کے تمام ستاروں کا یہی حال ہوگا، صرف اللہ کو پتہ ہے۔ ستارے کتنی تعداد میں ہیں اور کہاں کہاں ہیں، یہ بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تاہم یہ ایمان ہم رکھتے ہیں کہ ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔

میدانِ محشر کے برپا ہونے سے پہلے یہ تمام تغیرات عمل میں آئیں گے۔ ان واقعات کے ظہور میں آنے کے بعد میدان محشر سجے گا اور تمام مخلوقات کو وہاں اکٹھا کیا جائے گا۔ میدان محشر میں جو حالات پیش آئیں گے، ان کی تفصیلات آئندہ بیان کی جاتی ہیں۔

عقیدہ

''ہمارا رب جس کی کرسی ارض وسماء سے زیادہ وسیع ہے، کائنات میں جو چاہے تغیر برپا کرتا ہے۔''

[1] المرسلٰت 8:77. [2] الانفطار 2:82.

حشر

حشر کے لغوی معنی ہیں: بکھری پڑی اشیاء اکٹھی کر کے ایک جگہ رکھنا۔ قیامت کے روز جو حشر برپا ہوگا، اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام مخلوقات کو جزا و سزا کے لیے ایک میدان میں اکٹھا کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ نے یوم جمع بھی فرمایا ہے۔ اس روز تمام لوگوں کو میدان محشر میں اکٹھا کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝﴾

''وہ (یوم آخرت) ایسا دن ہے جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہ ایسا دن ہے جب (سب) حاضر کیے جائیں گے۔'' [1]

[1] هود 11:103.

اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے لوگوں کو اکٹھا کر لائے گا، فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقٰتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾

''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: بلاشبہ پہلے بھی اور پچھلے بھی۔ یقیناً ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر (سب) جمع کیے جائیں گے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔ انسان کہیں بھی ہلاک ہوئے تھے۔ وہ فضا میں مرے تھے۔ پانی کی گہرائیوں میں مچھلیوں کی خوراک بنے تھے۔ زمین کی تہوں میں مدفون ہوئے تھے۔ جل کر خاک ہوئے اور سمندروں میں بہائے گئے تھے۔ یا درندوں کا لقمہ بنے تھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہر جگہ سے اور ہر حالت میں اکٹھا کر لائے گا۔ ارشاد ہوا:

﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾

''تم جہاں کہیں بھی ہو گے، اللہ تم سب کو لے آئے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''[2]

وہ سب انسانوں کو جانتا ہے۔ وہ کسی کو بھولے گا نہیں۔ وہ کسی کو چھوڑے گا نہیں۔ فرمایا:

﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝ ﴾

''آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں، وہ سب رحمٰن کے پاس غلام بن کر آئیں گے۔ بلاشبہ یقیناً اس (رحمٰن) نے ان کا شمار کر رکھا ہے اور انھیں خوب گن رکھا ہے۔

[1] الواقعة 56:49، 50. [2] البقرة 2:148.

اور وہ سب یوم قیامت اللہ کے پاس تنہا تنہا آئیں گے۔'' [1]

اور فرمایا:

﴿ وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾

''اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔'' [2]

یوں جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو میدانِ محشر میں جمع کرے گا۔

حشر کے شرعی دلائل

کتاب و سنت میں حشر کے کئی دلائل ملتے ہیں۔ کتاب اللہ میں ایک جگہ یہ لکھا ہے:

﴿ وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾

''اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔'' [3]

ایک اور مقام پر یہ مرقوم ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقٰتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾

''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: بلاشبہ پہلے بھی اور پچھلے بھی۔ یقیناً ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر (سب) جمع کیے جائیں گے۔'' [4]

ایک اور موقع پر یہ رقم ہے:

[1] مریم 19:93-95. [2] الکھف 18:47. [3] الکھف 18:47. [4] الواقعة 56:49,50.

﴿وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا﴾

''اور صور میں پھونکا جائے گا، پھر ہم ان (سب) کو جمع کریں گے جمع کرنا۔''[1]

امام بخاری اور امام مسلم کی کتب حدیث میں ایک مقام پر یہ حدیث درج ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ»

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے تمام لوگوں کو ایک سرزمین پر اکٹھا کرے گا۔ وہ سب پکارنے والے کی آواز سن پائیں گے اور ان سب پر نظر پڑے گی۔''[2]

ارض محشر

قیامت کے روز صاف اور سیدھی زمین پر میدان محشر سجے گا۔ ارشاد نبوی ہے:

«يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ»

''قیامت کے روز لوگوں کو میدے کی چپاتی جیسی صاف اور سفید زمین پر اکٹھا کیا جائے گا۔''[3]

[1] الكهف 18:99. [2] صحيح البخاري، حديث:3361، و صحيح مسلم، حديث:194.
[3] صحيح البخاري، حديث:6521، و صحيح مسلم، حديث:2790.

ارض محشر کون سی ہے؟

شام کی سرزمین ارض محشر بنے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ شام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ''لوگوں کو یہاں سے وہاں تک کی سرزمین پر اکٹھا کیا جائے گا۔ سوار اور پیدل۔ بعض افراد کو ان کے چہروں کے بل گھسیٹ کر لایا جائے گا۔ قیامت کے دن لوگوں کے منہ پر ڈھکن چڑھے ہوں گے۔ ستر امتیں آئیں گی جن میں اللہ کے ہاں سب سے معزز امت مسلمانوں کی ہوگی۔ سب سے پہلے آدمی کی ران اس کے اعمال پر سے پردہ اٹھائے گی۔'' [1]

''لوگوں کے منہ پر ڈھکن چڑھے ہوں گے۔''

یعنی وہ خود بول نہیں پائیں گے۔ ان کے اعضاء بول کر بتائیں گے کہ ان سے کیا کیا

[1] صحيح الجامع الصغير، حديث:4066، و مسند أحمد: 5/5.

کام لیے گئے تھے۔

یوم محشر

یوم محشر کو مخلوقات کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ حقائق کا چہرہ بے نقاب کیا جائے گا۔ اس روز لوگوں کے جھگڑے نمٹائے جائیں گے۔ وہ پچاس ہزار برس کا طویل ترین دن ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ ﴾

"فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف چڑھیں گے ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔" [1]

اس روز تمام لوگ سخت گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے۔ مطمئن وہی ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوگا۔ وہ اس قدر طویل دن ہوگا کہ اس کے مقابلے میں دنیا کی زندگی لوگوں کو یوں دکھائی دے گی جیسے انھوں نے صرف ایک گھڑی گزاری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ ﴾

"اور جس دن وہ انھیں اکٹھا کرے گا (تو انھیں یوں لگے گا) جیسے وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہ رہے تھے۔ وہ باہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ ہدایت یافتہ نہ تھے۔" [2]

[1] المعارج 4:70. [2] یونس 45:10.

اور فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ۝ ﴾

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) گھڑی بھر کے سوانہیں ٹھہرے، اسی طرح وہ (دنیا میں) بہکے رہے۔'' [1]

اس روز کوئی کسی کی طرف دھیان نہیں دے گا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ دوست دوست سے پیچھا چھڑائے گا۔ آدمی اپنے عزیز واقارب سے دور بھاگے گا۔ مائیں دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ ﴾

''پھر جب کان بہرے کر دینے والی سخت آواز (قیامت) آئے گی۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (بھی)۔ ان میں سے ہر شخص کا اس دن ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔'' [2]

مجرم چاہے گا کہ کاش اس سے اس کے ماں باپ، بہن بھائی اور بیوی بچے لے لیے جائیں اور خود اس کی جان بخشی کر دی جائے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ۝ ﴾

''حالانکہ وہ انھیں دکھلا بھی دیے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا، کاش! عذاب سے

[1] الروم 30:55. [2] عبس 80:33-37.

(بچنے کو) اپنے بیٹے فدیے میں دے دے۔ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی۔ اور اپنا خاندان جو اسے پناہ دیتا تھا۔ اور جتنے زمین پر ہیں سب، پھر وہ (فدیہ) اسے نجات دلادے۔"[1]

وہ بہت ہی دشوار اور بہت ہی مشکل دن ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝ ﴾

"(ہم ڈرتے ہیں) اس دن سے جو ہوگا، چہرے بگاڑ دینے والا۔"[2]

[1] المعارج 70:11-14 [2] الدھر 76:10.

اقسام حشر

حشر کے معنی اکٹھا کرنے کے ہیں۔ قیامت کے روز جن لوگوں کو میدان محشر میں اکٹھا کیا جائے گا، ان کی دو بڑی قسمیں ہوں گی: پہلے وہ لوگ جو قبروں میں مرے پڑے ہوں گے اور دوسرے وہ زندہ افراد جن پر قیامت آئے گی۔ پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام کے تمام زندہ افراد مر جائیں گے۔

یہ تو معلوم ہی ہے کہ قیامت دنیا کے بدترین لوگوں پر آئے گی۔ قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو تمام مسلمانوں کی روحیں نکال لے جائے گی۔ یوں تمام مسلمان مر جائیں گے اور جو لوگ زندہ رہ جائیں گے، وہ نہایت بے ایمان و بدکار اور خبیث لوگ ہوں گے۔ قیامت سے پہلے اللہ کا کوئی نام لیوا زندہ نہیں رہے گا۔

زندہ اور مردہ دونوں قسم کے لوگوں کا حشر کیسے عمل میں آئے گا، اس کی تمام تر تفصیلات کتاب و سنت میں بیان ہوئی ہیں۔

پہلی قسم: زندہ لوگوں کا حشر

قیامت سے پہلے تمام زندہ لوگوں کو اکٹھا کر کے ارض محشر میں لایا جائے گا جو شام میں واقع

ہوگی۔ انھیں ایک آگ اکٹھا کر کے شام کی طرف ہانکے گی۔ وہ آگ نشیبِ عدن سے نمودار ہوگی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تب تک نہیں آئے گی جب تک اس کی دس بڑی نشانیاں سامنے نہ آجائیں۔''

ان دس بڑی نشانیوں کے ضمن میں آپ نے ایک یہ نشانی بھی بیان فرمائی: ''نشیبِ عدن سے آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو ارضِ محشر کی طرف ہانکے گی۔ لوگ دوپہر اور رات کو سونے کے لیے جہاں جہاں ٹھہریں گے، وہ آگ بھی ان کے ساتھ وہیں ٹھہرے گی۔ [2]

نبیِ کریم ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا تھا: ''قیامت کی پہلی بڑی نشانی یہ ہے کہ ایک آگ لوگوں کو اکٹھا کر کے مشرق سے مغرب کی جانب لے جائے گی۔'' [3]

ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''لوگوں کو اکٹھا کر کے یہاں سے وہاں لے جایا جائے گا (یہ کہہ کر آپ نے شام کی

[1] نشیب عدن سے متعلقہ تفصیلات، تصاویر اور نقشے ''جب دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی'' میں پیش کیے گئے ہیں۔ [2] صحيح مسلم، حديث: 2901. [3] صحيح البخاري، قبل الحديث: 7118.

طرف اشارہ کیا۔) اور انھیں منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔'' [1]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آگ لوگوں کو زمین کے اطراف واکناف سے اکٹھا کر کے ارض شام میں لے آئے گی۔ بعدازاں صور میں پہلی پھونک ماری جائے گی تو لوگ بے ہوش ہو کر گرتے (اور مرتے) جائیں گے۔

آخری آدمی کا حشر

وہ آگ لوگوں کے سامنے اچانک نمودار ہوگی۔ لوگ اس وقت روزمرہ کے معمولات میں مشغول ہوں گے۔ سب سے آخر میں دو آدمیوں کا حشر ہوگا جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''قبیلہ مزینہ کے دو گڈریے سب سے آخر میں حشر کے مرحلے سے گزریں گے۔ وہ اپنی بکریوں کو للکارتے ہوئے مدینہ کی طرف آتے ہوں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ بکریاں وحشت زدہ ہیں۔ چلتے چلتے جب وہ ثنیۂ وداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل

[1] جامع الترمذي، حديث:2424، و مسند أحمد:3/5.

گر پڑیں گے۔'' [1]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دونوں گڈریے بھی ارض محشر شام کی طرف جاتے ہوں گے، تاہم ابھی وہ ثنیۂ وداع تک ہی پہنچ پائیں گے کہ بے ہوش ہو کر گریں گے اور مر جائیں گے۔ [2]

دوسری قسم: مردہ لوگوں کا حشر

حشر کے لغوی معنی ہیں: لوگوں کا میدان محشر میں اکٹھا ہونا۔ یہاں اس کے یہی معنی مراد لیے گئے ہیں۔ مردہ لوگوں کا حشر صور کی پہلی پھونک کے بعد عمل میں آئے گا۔ صور کی پہلی پھونک کے بعد تمام مخلوق مقررہ مدت تک مردہ حالت میں پڑی رہے گی۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ عرش تلے سے بارش برسائے گا جس کے اثر سے لوگوں کے مٹی میں ملے بدن پودوں کی طرح اگیں گے۔ جب ان کے بدن پوری طرح سے پروان چڑھ جائیں گے تو صور میں دوسری پھونک ماری جائے گی۔ اس پر تمام مردہ مخلوق زندہ ہو کر ارض محشر کی طرف چل پڑے گی۔ روئے زمین کی تمام قبریں پھٹ جائیں گی۔ ان میں پروان چڑھنے والے

[1] صحيح البخاري، حديث: 1874، و صحيح مسلم، حديث: 1389.

[2] ثنیہ سے مراد سطح مرتفع ہے۔ مدینہ منورہ میں واقع ثنیۂ وداع کے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے۔ لغت کے اعتبار سے پہاڑی راستے کو ثنیہ کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک سے زائد پہاڑی راستے ہیں۔ ایک پہاڑی راستہ تو جبل سلع کے مشرقی جانب مسجد رایہ کے قریب سے گزرتا ہے۔ خیبر اور تبوک کے مسافر عام طور پر یہ راستہ اپناتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں جنھیں اسلامی یونیورسٹی اور ٹیچر ٹریننگ کالج جانا ہوتا ہے، وہ بھی اسی راہ سے گزرتے ہیں۔ آس پاس کے مقابلے میں یہ قدرے اونچی جگہ ہے۔ اب تو زمین ہموار کر کے تارکول کی پکی سڑک بچھا دی گئی ہے۔ اہل مدینہ اسی راستے کو ثنیۂ وداع کہتے ہیں اور کسی راستے کو وہ یہ نام نہیں دیتے۔

انسانوں کے بدن میں جان پڑ جائے گی۔ وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور میدان محشر کی طرف چل پڑیں گے۔ چنانچہ تمام کے تمام لوگ، چاہے وہ صور کی پہلی پھونک سے قبل زندہ تھے یا مردہ، زندہ ہو کر صحیح سلامت ارض محشر میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ انسان ہی کیا، دنیا کی تمام ذی روح مخلوقات ارض محشر میں اکٹھی ہوں گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَٰٓئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَٰبِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۝﴾

''اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور اور اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو تمھاری طرح (الگ) امت نہ ہو، ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا ذکر نہ کیا ہو)، پھر وہ سب اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔''[1]

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝﴾

''اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔''[2]

مزید فرمایا:

﴿وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ خَلْقُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَآبَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَآءُ قَدِيرٌ ۝﴾

''اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو بھی چلنے

[1] الأنعام 38:6. [2] التکویر 5:81.

پھرنے والے اس نے ان دونوں میں پھیلار کھے ہیں اور وہ جب بھی چاہے ان کے جمع کرنے پر قادر ہے۔'' [1]

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جانور بھی انسانوں کی طرح جزاوسزا کے مرحلے سے گزر کر جنت یا جہنم میں جائیں گے۔ ان کا آپس کا حساب کتاب البتہ ضرور بے باق کیا جائے گا، چنانچہ جس جانور نے دوسرے جانور کو مارا تھا اور وہ اس سے بدلہ نہیں لے پایا تھا، اسے بدلہ دلوایا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ.»

''قیامت کے روز حقداروں کو ان کے حقوق ضرور دلوائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلوایا جائے گا۔'' [2]

قصاص کا مرحلہ طے پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام جانور مٹی بن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔

وضاحت طلب مسئلہ

قرآن مجید میں سورۂ انبیاء کی ایک آیت ہے:

﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝﴾

''سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمناک نہیں کرے گی اور فرشتے ان سے (یہ کہہ کر) ملیں گے: یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' [3]

[1] الشوریٰ 42:29. [2] صحیح مسلم، حدیث: 2582. [3] الأنبیآء 21:103.

سوال یہ ہے کہ یہاں اَلْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (سب سے بڑی گھبراہٹ) سے کیا مراد ہے؟
جواب اِس کا یہ ہے کہ یہ بہت بڑی گھبراہٹ قبروں میں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہونے والے انسانوں پر طاری ہوگی، تاہم نیک لوگ دیگر انسانوں کی طرح اس گھبراہٹ میں مبتلا نہیں ہوں گے کیونکہ وہ قیامت کے لیے بالکل تیار تھے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنی چاہتے تھے۔ اُن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ ﴾

"ہم اپنے رب سے چہرے بگاڑ دینے والے نہایت سخت دن کا خوف کھاتے ہیں۔ پھر اللہ نے انھیں اس دن کے شر (عذاب) سے بچا لیا اور تازگی اور سرور سے نوازا۔ اوران کے صبر کے عوض انھیں جنت اور ریشمی لباس کا بدلہ عطا فرمایا۔" [1]

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مجھے اپنی عزت کی قسم! میں اپنے بندے کو نہ تو اکٹھی دو مرتبہ بےخوف کروں گا اور نہ اکٹھی دو مرتبہ خوف میں مبتلا کروں گا۔ اگر وہ دنیا میں مجھ سے بےخوف رہا تو میں اسے اس روز خوفزدہ کروں گا جب میں اپنے بندوں کو اکٹھا کروں گا۔ اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے خوف کھاتا رہا تو میں اسے اس روز بےخوف کر دوں گا جب میں اپنے بندوں کو اکٹھا کروں گا۔" [2]

[1] الدهر 76:10۔ 12. [2] صحيح الجامع الصغير، حديث:4332.

میدان محشر میں پرچم نبوی

اللہ تعالیٰ میدان محشر میں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو یہ اعزاز بخشے گا کہ تمام انبیاء آپ کے پرچم تلے اکٹھے ہوں گے۔ روز قیامت انبیاء کے امام وخطیب بھی آپ ہی ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''روز قیامت میں انبیاء کا امام وخطیب اور ان کی شفاعت والا ہوں گا بغیر فخر کے (یہ بات کہتا ہوں، محض تحدیث نعمت کے طور پر۔)'' [1]

لوائے حمد (پرچم حمد) آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ ہر نبی لوائے حمد کے سائے تلے آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''روز قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور کچھ فخر نہیں۔ پرچم حمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور کچھ فخر نہیں۔ اس روز آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء میرے ہی پرچم تلے اکٹھے ہوں گے۔ سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور کچھ فخر نہیں۔'' [2]

اور کچھ فخر نہیں، یعنی یہ باتیں تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں۔ مجھے ان پر گھمنڈ نہیں۔

[1] جامع الترمذي، حديث: 3613، و سنن ابن ماجه، حديث: 4314. [2] جامع الترمذي، حديث: 3148، و سنن ابن ماجه، حديث: 4308.

میدان محشر میں لوگوں کی حالت

دنیا بھر کے اگلے پچھلے لوگ جب میدان محشر میں اکٹھے ہوں گے تو وہ بے لباس، برہنہ پا اور بے ختنہ ہوں گے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کے دوران میں فرمایا: ''لوگو! تمھیں اکٹھا کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں لایا جائے گا اِس حالت میں کہ تم بے لباس، برہنہ پا اور بے ختنہ ہو گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ ﴾

''جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ (یہ) وعدہ ہمارے ذمے ہے، بے شک ہم اسے (پورا) کرنے والے ہیں۔'' [1] (الأنبيآء 21:104)

اشکال

حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کو اسی لباس میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا جس میں اس نے وفات پائی تھی۔ یہ روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ان کا وقت آخر آیا تو انھوں نے نئے کپڑے منگائے اور پہن لیے۔ انھوں نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ

[1] صحيح البخاري، حديث:3349، وصحيح مسلم، حديث:2860.

کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ مرنے والے کو اسی لباس میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا جس میں اس نے وفات پائی تھی۔ [1]

ادھر مذکورہ حدیث میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ لوگ جب قبروں سے نکل کر میدان محشر میں آئیں گے تو وہ بے لباس ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تال میل کیسے ممکن ہے۔

رفع اشکال

دونوں حدیثوں کے بیچ مطابقت پیدا کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ دونوں حدیثیں اپنی جگہ پورے مفہوم کی حامل ہیں، یعنی لوگوں کو جب قبروں سے اٹھا کر میدان محشر میں لایا جائے گا تو وہ بے لباس ہی ہوں گے، تاہم جب اللہ تعالیٰ انھیں لباس پہنائے گا تو وہ وہی لباس ہوگا جس میں لوگوں نے وفات پائی تھی۔

مطابقت پیدا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دوسری حدیث میں جن افراد کا ذکر ہے ان سے مراد شہدائے کرام ہیں۔ شہدائے کرام کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ انھیں اسی لباس میں سپرد خاک کر دیا جائے جس میں انھوں نے شہادت پائی تھی۔ یوں وہ قبروں میں سے انھی کپڑوں میں اٹھیں گے جن میں انھوں نے شہادت پائی تھی تاکہ پہچانے جائیں کہ شہید ہیں۔

تال میل کی ایک صورت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حدیث کا جو مفہوم سمجھا تھا، وہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔ دراصل حدیث میں کپڑوں سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ اس کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

[1] سنن أبي داود، حديث: 3114.

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ ﴾

''اور اپنے کپڑے پاک رکھیے۔''[1]

مطلب یہ کہ اپنے اعمال کو پاکیزہ کیجیے۔ یوں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اسی عمل پر قبر سے نکلے گا جس کو انجام دیتے ہوئے اس نے وفات پائی تھی۔ اس مطلب کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہر آدمی کو اسی حالت میں قبر سے اٹھایا

جائے گا جس میں اس نے وفات پائی تھی۔[2] یہی وجہ ہے کہ جانکنی کے عالم میں مرنے والے کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کی جاتی ہے تا کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دے اور قیامت کے دن یہی مقدس کلمہ پڑھتے ہوئے قبر سے اٹھے۔

وضاحت طلب مسئلہ

لوگ جب میدان محشر میں آئیں گے تو برہنہ ہوں گے۔ کیا وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟

[1] المدثر 74:4. [2] صحیح مسلم، حدیث: 2878.

نبی کریم ﷺ سے یہ سوال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے یہ بتایا کہ لوگ جب میدانِ محشر میں آئیں گے تو بے لباس، برہنہ پا اور بے ختنہ ہوں گے، انھوں نے آپ سے پوچھا: ''یا رسول اللہ! مرد اور عورتیں وہاں اکٹھے ہوں گے، کیا وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟'' فرمایا: ''عائشہ! معاملہ اس سے کہیں زیادہ سنگین ہوگا کہ کوئی کسی کو دیکھے۔''[1]

مطلب یہ کہ لوگوں پر جو گھبراہٹ طاری ہوگی اور جس خوف و دہشت میں وہ مبتلا ہوں گے، اس کے ہوتے ہوئے انھیں ایک دوسرے کو دیکھنے کا ہوش ہی کہاں ہوگا! ہر کوئی اپنے آپ میں مگن ہوگا! ہر کسی کو اپنی فکر ہوگی!! کوئی کسی کو نہیں دیکھے گا!! کوئی کسی پر دھیان نہیں دے گا!!

لوگوں کی حالتِ زار

قیامت کے دن لوگوں کی جو حالتِ زار ہوگی، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزِ قیامت سورج کو لوگوں کے اتنا قریب لایا جائے گا کہ وہ ایک میل کے فاصلے پر رہ جائے گا۔ لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینے میں نہائیں گے۔ کوئی ٹخنوں تک پسینے میں ڈوبا ہوگا تو کوئی گھٹنوں تک۔ کسی کے پسینا زیرِ ناف تک پہنچے گا۔ کوئی سرتاپا پسینے میں ڈبکیاں لگائے گا۔''

روایت کے ایک راوی سلیم بن عامر کا کہنا تھا کہ واللہ! میں نہیں جانتا، اس میل سے مراد زمین کی مسافت ہے یا پھر وہ میل جس سے آنکھوں میں سرمہ ڈالا جاتا ہے۔ (عربی میں سرمہ کش کو بھی میل کہتے ہیں۔)[2]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2859. [2] صحیح مسلم، حدیث: 2864.

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''روز قیامت لوگوں کو اتنا پسینا آئے گا کہ ان کا پسینا زمین کی گہرائی میں ستر ہاتھ تک چلا جائے گا۔ (بعد ازاں زمین پر اس کی سطح بلند ہوتی جائے گی) اور وہ لوگوں کے کانوں تک پہنچے گا۔'' [1]

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی روز قیامت کھڑا ہوگا تو وہ آدھے کانوں تک پسینے میں ڈوبے گا۔'' [2]

ایک اور حدیث کے مطابق قیامت کے روز سورج کو لوگوں کے اتنا قریب لایا جائے گا کہ وہ ایک یا دو میل کے فاصلے پر رہ جائے گا۔ سورج کی گرمی انھیں پگھلا ڈالے گی۔ [3]

روز قیامت اہل ایمان کا احوال

میدان محشر میں جب لوگ سخت پریشانی سے دوچار ہوں گے اور ایک دوسرے سے پیچھا چھڑائیں گے، اہل ایمان اس وقت آسودہ حال ہوں گے۔ فرشتے انھیں برابر اطمینان دلائیں گے اور ان کی وحشت دور کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝﴾

''بڑی گھبراہٹ انھیں غمناک نہیں کرے گی اور فرشتے ان سے (یہ کہہ کر) ملیں گے: یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' [4]

جی ہاں! دنیا میں ان کے دل خشیت الٰہی سے معمور تھے۔ وہ جانتے تھے کہ انھیں ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہونا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات نقل فرمائی ہے:

[1] صحيح البخاري، حديث: 6532. [2] صحيح البخاري، حديث: 4938، و صحيح مسلم، حديث: 2862. [3] جامع الترمذي، حديث: 2421. [4] الأنبيآء 21:103.

﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ ﴾

''ہم اپنے رب سے چہرے بگاڑ دینے والے نہایت سخت دن کا خوف کھاتے ہیں۔'' [1]

ان کے متعلق مزید فرمایا:

﴿ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ ﴾

''جس طرح ہم نے نئے سرے سے پہلی پیدائش کا آغاز کیا تھا (اسی طرح) ہم اس کو لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور بے شک ہم اسے (پورا) کرنے والے ہیں۔'' [2]

اور فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ ﴾

''اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔'' [3]

[1] الدهر 10:76. [2] الأنبيآء 104:21. [3] المعارج 70: 27، 28.

اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا:

''مجھے اپنی عزت اور اپنے جاہ وجلال کی قسم! میں اپنے بندے کو نہ تو اکٹھی دو مرتبہ بے خوف کروں گا اور نہ اسے اکٹھی دو مرتبہ خوف میں مبتلا کروں گا۔ اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو میں اسے اس روز خوف میں مبتلا کر دوں گا جب میں اپنے بندوں کو اکٹھا کروں گا۔ اگر وہ دنیا میں میرا خوف کھاتا رہا تو میں اسے اس روز بے خوف کر دوں گا جب میں اپنے بندوں کو اکٹھا کروں گا۔''[1]

کافروں کا حشر

قیامت کے روز ہر آدمی اپنے اعمال کے مطابق اچھے یا برے حالات سے گزرے گا۔ اہل ایمان کے لیے وہ دن بہت آسان ہوگا اور کافروں کے لیے نہایت مشکل۔ کافر بڑے ذلت آمیز طریقے سے میدان محشر میں آئیں گے۔ بعض کافر تو منہ کے بل چلتے ہوئے میدان محشر میں آئیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ ﴾

''اور ہم انھیں یوم قیامت چہرے کے بل، اندھے، گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لیے اور بھڑکا دیں گے۔''[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''یا نبی اللہ! قیامت کے دن کافر کو منہ کے بل چلا کر میدان محشر میں لایا جائے

[1] السلسلة الصحيحة، حديث: 742. [2] بنيّ إسراء يل 17:97.

گا؟'' فرمایا: ''جس نے دنیا میں اسے پیروں پر چلایا، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلائے؟'' [1]

کافر جب میدان محشر میں آئیں گے تو سخت پیاسے ہوں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۞ ﴾

''اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے (ہی) ہانک لے جائیں گے۔'' [2]

﴿ وِرْدًا ﴾ کے معنی ''پیاسے'' کے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے شفاعت کی طویل حدیث میں کفار اور مشرکین کے متعلق فرمایا: ''ان سے پوچھا جائے گا: کیا چاہتے ہو تم؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا۔ ایک طرف اشارہ کر کے ان سے کہا جائے گا: ارے! جا کر پانی کیوں نہیں پیتے۔ وہ اس طرف دیکھیں گے تو جہنم انھیں سراب کی طرح دکھائی دے گی۔ وہ اسے پانی سمجھ کر دیوانہ وار اس کی طرف بھاگیں گے اور اس

[1] صحيح البخاري، حديث: 4760، و صحيح مسلم، حديث: 2806. [2] مريم 19:86.

میں گرتے جائیں گے۔''[1]

روز قیامت جنھیں سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے

قیامت کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا: ''قیامت کے روز سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔''[2]

بعدازاں تمام اہل ایمان کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور ان کے لیے سواریاں تیار کی

[1] صحيح البخاري، حديث:4581، و صحيح مسلم، حديث: 183، واللفظ له.
[2] صحيح البخاري، حديث:3349، و صحيح مسلم، حديث:2860.
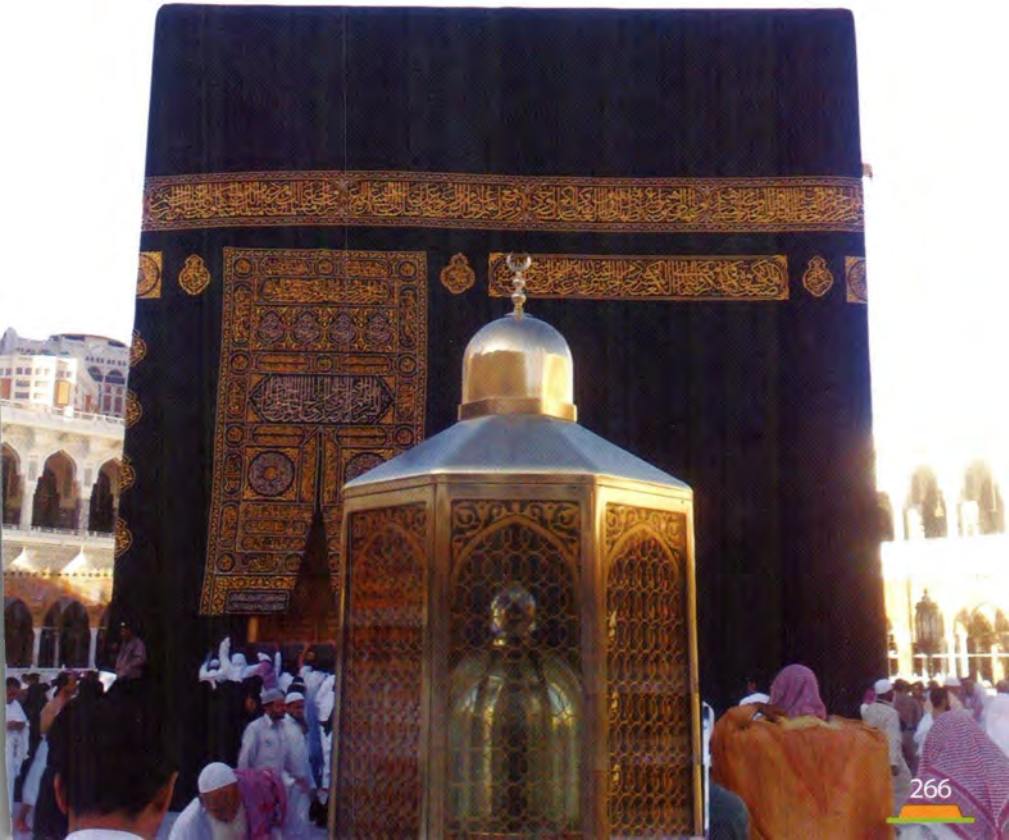
جائیں گی جو انھیں نہایت سبک روی سے ان کی منزل مقصود پر پہنچائیں گی۔

روز قیامت جنھیں سب سے پہلے بلایا جائے گا

قیامت کے روز سب سے پہلے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا تھا: ''قیامت کے روز سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ لبیک کہتے ہوئے (بارگاہِ الٰہی میں) حاضر ہوں گے۔ لوگوں سے کہا جائے گا: ''یہ ہیں تمھارے والد آدم!'' اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام

سے فرمائے گا: ''اپنی ذریت میں سے دوزخ کا وفد نکالو۔'' آدم عرض کریں گے: ''رب کریم! کتنے نکالوں؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ہر سو میں سے ننانوے نکال دو۔'' صحابۂ کرام نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! جب ہر سو میں سے ننانوے نکال لیے جائیں گے تو باقی کیا بچے گا؟'' فرمایا: ''میری امت کی تعداد دوسری امتوں کے مقابلے میں یوں ہے جیسے سیاہ بیل کے بدن پر ایک سفید بال۔'' [1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6529.

میدان محشر کے ٹھنڈے سائے

کتاب وسنت میں ایسے کئی اعمال کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جو میدان محشر کی شدتوں میں کمی کا باعث بنیں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ میدان محشر کی ناقابل بیان گرمی میں بعض خوش نصیبوں کو عرش الٰہی کا ٹھنڈا اور خوشگوار سایہ نصیب ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات آدمی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس روز اپنا سایہ فراہم کرے گا جب اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا: خلیفۂ عادل، وہ نوجوان جو رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے پروان چڑھا، وہ آدمی جس کا دل مساجد میں اٹکا رہتا ہے، وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں، اللہ ہی کے لیے وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جدا ہوتے ہیں، وہ آدمی جسے نہایت خوب صورت اور بااختیار عورت نے اپنے پاس بلایا تو اس نے کہا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ آدمی جس نے اس قدر چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا جو کچھ اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔'' [1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 660، و صحيح مسلم، حديث: 1031.

ان سات افراد کے علاوہ حدیث میں دیگر کئی افراد کا بھی ذکر آیا ہے جو روز قیامت عرش الٰہی کے خوشگوار ٹھنڈے سائے سے بہرہ یاب ہوں گے۔

الحب للّٰہ و البغض فی اللّٰہ

اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف رضائے الٰہی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ وہ کسی کی خوب صورتی یا اس کا عہدہ دیکھ کر اس سے دوستی نہیں کرتے۔ ان کی محبت، ان کی چاہت، ان کی ہمدردی و غمخواری دنیاوی مفادات سے بالاتر ہوتی ہے۔ مفاد کی یاری سے وہ آشنا نہیں ہوتے۔ ان کی محبت بے لوث ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے لوگوں کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ روزِ قیامت انھیں عرش الٰہی کے سائے میں جگہ دی جائے گی۔ ایک حدیث میں خاص طور پر ان کے اس انعام کا ذکر ہے۔ ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کہاں ہیں میرے جاہ وجلال کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے؟ آج کے دن میں انھیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔''[1]

قرضدار کو مہلت دینی

وہ قرض دار جو تنگدست اور غریب ہے، اسے قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت دینی بڑے اجر و ثواب کی بات ہے۔ اور جو قرض دار قرض ادا نہ کر پائے، اس کا قرض معاف کر دینا تو بہت بڑے اجر و ثواب کی بات ہے۔ قیامت کے دن اس عمل کے نتیجے میں قرض خواہ کو عرش الٰہی کا سایہ ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اس پر سے قرض کا بوجھ اتار دیا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سایہ دے گا۔''[2]

[1] صحيح مسلم، حديث: 2566. [2] صحيح مسلم، حديث: 3006، و جامع الترمذي، حديث: 1306.

آپ نے مزید فرمایا: ''جس نے اپنے قرضدار کا بوجھ ہلکا کیا یا اس پر سے قرض مٹا ڈالا، وہ روزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوگا۔'' [1]

جو دکاندار تاجر خریداروں سے نرمی کا معاملہ کرتا ہے اور تنگدست وغریب افراد کو مہلت دیتا یا ان کا قرض معاف کر دیتا ہے، وہ بھی اسی اجر و ثواب کا حقدار ٹھہرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ روز قیامت کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کے حضور لایا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟'' وہ عرض کرے گا: ''یارب تعالیٰ! میں نے کچھ عمل نہیں کیا، سوائے اس کے کہ تم نے مجھے مال ودولت سے نوازا تھا۔ میں لوگوں سے خرید وفروخت کا معاملہ کیا کرتا تھا۔ میری عادت تھی کہ مالدار کے لیے آسانی کرتا اور تنگدست کو مہلت دیتا تھا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں تجھ سے زیادہ حق رکھتا ہوں کہ ایسا کروں۔ (پھر وہ فرشتوں سے فرمائے گا:) میرے بندے کو جانے دو۔'' [2]

[1] مسند أحمد: 300/5. [2] صحيح البخاري، حديث: 2391، و صحيح مسلم، حديث: 1560، والمستدرك للحاكم: 306/2.

ایک اور روایت میں ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''ایک آدمی نے کبھی بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا تھا، تاہم وہ لوگوں سے ادھار کا لین دین کرتا تھا۔ جب وہ اپنے کارندے کو لوگوں سے روپیہ لینے بھیجتا تو اس سے کہتا: جو آدمی آسانی سے ادا کر پائے اس سے لے لینا، جس کا ہاتھ تنگ ہو اسے چھوڑ دینا اور درگزر کرنا، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر کرے۔'' جب وہ مرا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ''کیا تو نے کبھی بھلائی کا کوئی کام کیا؟'' اس نے عرض کیا: ''نہیں، البتہ میرا ایک غلام تھا۔ میں لوگوں سے ادھار کا لین دین کیا کرتا تھا۔ جب میں اسے روپے کا تقاضا کرنے بھیجتا تو اس سے کہتا کہ جو آدمی آسانی سے ادا کر پائے اس سے لے لینا، جس کا ہاتھ تنگ ہو اسے چھوڑ دینا اور درگزر کرنا۔ یوں شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر کرے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے تجھ کو معاف کیا۔'' [1]

مسلمان کے کام آنا

کسی مسلمان کے کام آنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس کا اجر وثواب یہ ہے کہ کام آنے والے مسلمان کو اللہ تعالیٰ روز قیامت شدتوں سے محفوظ رکھے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے دنیا میں کسی مسلمان کی ایک مشکل دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک مشکل دور کرے گا۔ جس نے تنگدست کے لیے آسانی پیدا کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا وآخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ آدمی جب تک اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔'' [2]

[1] سنن النسائي، حديث: 4698، و المستدرك للحاكم: 2/29، وسنده صحيح. [2] صحيح مسلم، حديث: 2699.

عدل وانصاف

عدل وانصاف اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ یہ بڑے لوگوں کا وصف اور اہل دانش کا اخلاق ہے۔ جوآدمی عدل وانصاف سے کام لیتا ہے، وہ ہمیشہ فائدے میں رہتا ہے۔ دنیا میں اسے آرام وسکون میسر آتا ہے اور آخرت میں بلند رتبہ۔ اس کے دشمن کم ہوتے ہیں اور دوست زیادہ۔ عدل وانصاف کے برعکس ظلم وزیادتی ابلیس شیطان کی صفت مذمومہ ہے۔ ابلیس شیطان مردود وملعون ہے اور اس کا ابدی ٹھکانا جہنم ہے۔ قیامت کے دن عدل و انصاف کرنے والوں کو ممتاز مقام عطا کیا جائے گا۔ ارشاد نبوی ہے: ''عدل وانصاف سے کام لینے والے افراد جو فیصلہ کرتے وقت عدل کرتے، گھر والوں سے انصاف کرتے اور ان پر جو ذمے داری عائد کی جاتی ہے، اسے وہ پوری دیانت داری سے نبھاتے ہیں، ایسے افراد اللہ تعالیٰ کے ہاں نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے، الرحمٰن کے دائیں ہاتھ۔ اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔''[1]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 1827.

''فیصلہ کرتے وقت عدل کرتے ہیں۔'' مطلب یہ کہ جب وہ لوگوں کے جھگڑے نمٹاتے ہیں تو غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے مبنی برانصاف فیصلے کرتے ہیں۔

''گھر والوں سے انصاف کرتے ہیں۔'' یعنی وہ نہ تو بیوی پر ظلم کرتے ہیں، نہ بچوں سے بے انصافی کرتے ہیں۔ وہ تمام حقداروں کو ان کا قرار واقعی حق دیتے ہیں۔

''ان پر جو ذمے داری عائد کی جاتی ہے، اسے وہ پوری دیانتداری سے نبھاتے ہیں۔'' مطلب یہ کہ جب وہ کسی ملک کے یا کسی ادارے کے سربراہ بنتے ہیں یا کسی سرکاری وغیر سرکاری عہدے پر فائز ہوتے ہیں یا کہیں ملازمت کرتے ہیں تو امانت میں خیانت نہیں کرتے اور اپنی ذمے داریاں پوری تندہی سے انجام دیتے ہیں، نیز وہ اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتے۔

ضبط اشتعال

ضبط اشتعال کا مطلب ہے غصے پر قابو پانا۔ بعض لوگ بہت جلدی غصے میں آجاتے ہیں۔ یہ بڑی مذموم عادت ہے۔ غصے کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ غصے میں آکر آدمی یا تو اپنا نقصان کرتا ہے یا دوسرے کو گزند پہنچاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو تین مرتبہ یہ وصیت فرمائی تھی کہ غصہ مت کرو۔ غصہ مت کرو۔ غصہ مت کرو۔ [1]

آپ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ».

[1] صحيح البخاري، حديث: 6116.

''طاقتور وہ نہیں جو ہر پہلوان کو پچھاڑ ڈالے۔ طاقتور تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔'' [1]

غصے پر قابو پانے سے دنیاوی فوائد کے علاوہ اخروی اجر و ثواب بھی حاصل ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غصہ نکالنے کی طاقت ہوتے ہوئے غصہ پیا، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اختیار دے گا کہ جنت کی جو حور اسے پسند آئے، حاصل کر لے۔'' [2]

اذان

نماز کے لیے دی گئی اذان بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ لوگوں کو اذان کی فضیلت کا پتہ چل جائے تو بلاشبہ اذان دینے کے لیے قرعہ اندازی ہو۔ اذان دینے کی یہ فضیلت کیوں نہ ہو جبکہ موذن کلمۂ توحید کا اعلان کرتا اور اسے پکار پکار کر کہتا ہے۔ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''موذنین کی گردنیں روز قیامت تمام لوگوں کے مقابلے میں لمبی ہوں گی۔'' [3]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6114، و صحيح مسلم، حديث: 2609. [2] جامع الترمذي، حديث: 2021. [3] صحيح مسلم، حديث: 387.

انسانی حسن و جمال کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آدمی کی گردن لمبی ہو۔ موذنین چونکہ گردن اٹھا کر اور حلق سے بلند آواز نکال کر اذان دیتے ہیں اور کلمۂ توحید کا اعلان کرتے ہیں، اس لیے انھیں حسن و جمال کا یہ پہلو عطا کیا جائے گا۔ اذان کی فضیلت کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے، اس خطہ ارضی کی تمام جاندار و بے جان مخلوق روز قیامت مؤذن کے حق میں گواہی دے گی۔

صحابیِ رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن صعصعہ سے فرمایا تھا: ''میں دیکھتا ہوں کہ تمھیں بکریاں چرانی اور بادیہ (صحرا) میں رہنا پسند ہے۔ بادیہ میں بکریاں چراتے ہوئے نماز کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھنے سے پہلے بلند آواز میں اذان کہہ لیا کرو کیونکہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے، وہاں کی ہر مخلوق روزِ قیامت اس کے حق میں گواہی دے گی۔'' [1]

بڑھاپا

اسلام پر قائم رہنا اور اسلام پر قائم رہتے ہوئے وفات پانی بہت بڑی کامیابی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔'' [2]

جو لوگ پکے مسلمان ہوتے ہوئے بوڑھے ہو جاتے ہیں، اسلام میں ان کا خاص مقام و

[1] صحیح البخاری، حدیث: 609. [2] آل عمرٰن 102:3.

مرتبہ ہے۔ اسلام نے ہمیں ان کی عزت و توقیر کا درس دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ”جو نوجوان کسی بوڑھے کا اکرام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی بڑھاپے میں ایسے لوگوں کا ساتھ نصیب فرماتا ہے جو اس کا اکرام کرتے ہیں۔“ [1]

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کھایا اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کی۔“ [2]

بوڑھے مسلمان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی عزت عطا فرمائے گا۔ ارشاد نبوی ہے: ”جو آدمی اسلام میں بوڑھا ہوا، روز قیامت اس کا بڑھاپا اس کے لیے نور بن جائے گا۔“ [3]

وضو، نماز، تلاوتِ قرآن اور طوافِ بیت اللہ کے علاوہ متعدد عبادات کی کنجی ہے۔ ہمیشہ باوضو رہنا بہت بڑا عمل ہے۔ روز قیامت امت مسلمہ کا امتیازی نشان وضو ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن جب میری امت کے لوگ بلائے جائیں گے تو ان کے چہرے اور اعضائے وضو چمکتے ہوں گے۔“ [4]

[1] (ضعيف) جامع الترمذي، حديث: 2022. [2] جامع الترمذي، حديث: 1919. [3] جامع الترمذي، حديث: 1634. [4] صحيح البخاري، حديث: 136، و صحيح مسلم، حديث: 246.

روزِ قیامت جب اگلی پچھلی امتوں کے تمام افراد ملے جلے ہوں گے تو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اپنی امت کے افراد کو وضو کی امتیازی علامات سے پہچانیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ مجھی کو سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی۔ میں سامنے کی طرف دیکھوں گا تو دوسری امتوں میں ملے جلے اپنی امت کے افراد کو پہچان لوں گا۔ دائیں بائیں اور پیچھے دیکھوں گا تو بھی تمام امتوں میں ملے جلے اپنی امت کے افراد کو پہچان لوں گا۔''

ایک صاحب نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟'' فرمایا: ''میری امت کے چہرے اور اعضائے وضو چمکتے ہوں گے۔'' [1]

تلاوت قرآن

قرآن مجید کی تلاوت بڑی عبادت ہے۔ جو آدمی قرآن مجید حفظ کرنے اور اس کے مطالب پر غور و فکر کرنے میں مصروف رہتا ہے، وہ روزِ قیامت دوسروں کے مقابلے میں یقیناً بلند درجات پائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کی تلاوت کیا کرو کہ یہ روز قیامت تلاوت کرنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔'' بالخصوص سورۂ بقرہ اور سورۂ

[1] مسند أحمد: 199/5.

آل عمران کی تلاوت کی ترغیب دلائی اور فرمایا: ''دو چمکتی ہوئی سورتوں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی تلاوت کیا کرو۔ وہ دونوں قیامت کے دن دو بدلیوں کی صورت یا پرندوں کی دو ڈاروں کے مانند آئیں گی اور اپنی تلاوت کرنے والوں کے لیے حجت کریں گی۔''

مزید فرمایا: سورۂ بقرہ کی تلاوت کیا کرو۔ اسے حاصل کرنا باعث برکت اور اسے ترک کرنا باعث پریشانی ہے۔ اور اس کے آگے جادوگروں کا بس نہیں چلتا۔'' [1]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''قرآن مجید کا قاری روز قیامت دربار الٰہی میں آئے گا تو قرآن مجید بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا: ''رب تعالیٰ! میری تلاوت کرنے والے کو خلعت عطا فرما۔'' چنانچہ اسے خلعت پہنایا جائے گا۔ قرآن مجید عرض کرے گا: ''رب تعالیٰ! اسے اور پہنا۔'' تب اسے عزت و تکریم کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن مجید عرض کرے گا: ''رب کریم! اس سے راضی ہو جا۔'' چنانچہ رب کریم اس سے راضی ہو جائے گا۔'' [2]

[1] صحيح مسلم، حديث: 804. [2] جامع الترمذي، حديث: 2915.

کمزور کی امداد

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔کوئی اونچے طبقے کا ہے، کوئی نیچے طبقے کا۔اونچے طبقے کے بعض کمینے لوگ نیچے طبقے کے بعض لوگوں پر مسلط ہوکران پر ظلم ڈھاتے ،انھیں ایذائیں دیتے اوران کے حقوق پامال کرتے ہیں۔ایسے میں اونچے

طبقے کے بعض معتبر نیچے طبقے کے کمزورافراد کی مدد بھی کرتے ہیں۔یوں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجروثواب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔حدیث میں ایسے لوگوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جوآدمی اپنے (مسلمان) بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی مدد کرے گا،اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں اس کی مدد کرے گا۔'' [1]

نیکی کے کام کرنے والوں کوروز قیامت جن انعامات سے نوازا جائے گا،ان سے متعلقہ تفصیلات آپ نے ملاحظہ کیں۔اب ان لوگوں کے احوال سنیے جو برے کام کرتے ہیں۔

[1] السلسلة الصحيحة، حديث: 1217، والجامع الصغير، حديث: 11520.

معصیت کاروں کے احوال

جو آدمی عقیدۂ توحید پر قائم رہا، شرک و بدعت میں مبتلا نہ ہوا، البتہ چھوٹے بڑے گناہ اس سے سرزد ہوتے رہے، اسے اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بخش دے گا، چاہے گا تو سزا دے گا۔ کتاب وسنت میں ان بداعمالیوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں جن کے مرتکب قیامت کے روز سنگین حالات سے گزریں گے۔ وہ تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

زکاۃ کی عدم ادائیگی

زکاۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ جو آدمی زکاۃ ادا نہیں کرتا، وہ قیامت کے روز نہایت سنگین حالات سے دوچار ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ ﴾

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کے ماتھوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا:) یہ وہ (مال) ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا، لہٰذا (اب اس کا مزہ) چکھو جو تم جمع کرتے رہے تھے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی زکاۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز اس کا مال گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ وہ آ کر اس کی گردن میں لپٹ جائے گا اور کہے گا: ''میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۝﴾

''اور جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے بہت کچھ دیا ہے اور وہ اس میں کنجوسی کرتے ہیں تو وہ اس (بخل) کو اپنے لیے ہرگز بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے بہت برا ہے۔ جس مال میں انھوں نے کنجوسی کی، قیامت کے دن اسی کے انھیں طوق پہنائے جائیں گے۔''[2]

[1] التوبۃ 9:34، 35. [2] آل عمرٰن 3:180.

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''سونے اور چاندی کا مالک جو سونے اور چاندی کی زکاۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن آگ کی تختیاں کاٹ کر انھیں نارِ جہنم میں دہکایا جائے گا اور ان سے اس کے پہلو، ماتھے اور کمر کو داغا جائے گا۔ جونہی وہ تختیاں ٹھنڈی ہوں گی، انھیں دوبارہ دہکایا جائے گا۔ پچاس ہزار برس کے اس طویل دن میں اس آدمی سے برابر یہی سلوک ہوتا رہے گا تا آنکہ انسانوں کا فیصلہ کیا جائے گا کہ ان کا ٹھکانا کیا ہے۔ تب اسے اس کا راستہ دکھا دیا جائے گا یا تو جنت کا راستہ یا جہنم کا راستہ۔''

کسی نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اور اونٹ؟'' فرمایا: ''اونٹوں کا مالک اگر اونٹوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اسے ایک میدان میں ڈال دیا جائے گا اور وہ سارے اونٹ اسے کھروں تلے روندتے اور دانتوں سے کاٹتے ہوئے گزریں گے۔ اِدھر آخری اونٹ گزرے گا، اُدھر پہلا اونٹ پھر سے آجائے گا۔ پچاس ہزار برس کے اس طویل دن میں اس کے ساتھ برابر یہ سلسلہ جاری گا تا آنکہ انسانوں کا فیصلہ کیا جائے گا کہ ان کا ٹھکانا کیا ہے۔ تب اسے اس کا راستہ دکھایا جائے گا یا تو جنت کا راستہ یا جہنم کا راستہ۔''

کسی نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اور گائے بکری؟'' فرمایا: ''گائے بکری کا مالک بھی اگر ان کی زکاۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اسے بھی ایک میدان میں ڈال دیا جائے گا اور اس کی گائیں بکریاں جن میں مڑے سینگوں والی، بے سینگ کے اور ٹوٹے سینگوں والی کوئی گائے بکری نہیں ہوگی، اسے کھروں تلے روندتی ہوئی اور سینگوں سے مارتی ہوئی گزریں گی۔ اِدھر آخری گائے بکری گزرے گی، اُدھر پہلی گائے بکری پھر سے آجائے گی۔ پچاس ہزار برس کے طویل دن میں اس کے ساتھ یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا تا آنکہ انسانوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تب اسے اس کا راستہ دکھا دیا جائے گا یا تو جنت کا راستہ یا جہنم کا راستہ۔'' [1]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 987.

تکبر

تکبر بڑی خطرناک بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ متکبر آدمی کو پسند نہیں کرتا نہ اسے عزت دیتا ہے۔ حدیث کے مطابق جس آدمی کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ لوگ متکبر آدمی سے نفرت کرتے ہیں۔ چھوٹے بڑے سبھی اسے ناپسند کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز جب متکبر لوگ میدان محشر میں آئیں گے تو ان کی صورتیں تو آدمیوں جیسی ہوں گی لیکن ان کی جسامت چیونٹیوں جیسی ہوگی۔ انھیں ہر جگہ ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' [1]

حدیث کے مطابق جس آدمی کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ بڑے سبھی اسے ناپسند ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جب متکبر لوگ میدان محشر میں آئیں گے

چیونٹی کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ لوگ بے خیالی میں چیونٹیوں کو پاؤں تلے روند ڈالتے ہیں اور انھیں پتہ بھی نہیں چلتا۔ متکبر لوگ بھی قیامت کے روز چیونٹیوں کی طرح پاؤں کی ٹھوکریں کھاتے پھریں گے۔ وہ جہاں بھی جائیں گے، لوگ انھیں پاؤں تلے روند ڈالیں گے۔

وہ بدبخت افراد جن سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرے گا

قیامت کے روز بعض افراد سے نہایت ذلت آمیز سلوک کیا جائے گا۔ اور تو اور ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کلام ہی نہیں کرے گا۔ ان لوگوں کے لیے یہ بہت بڑا عذاب ہوگا۔

[1] جامع الترمذي، حديث:2492.

کتاب وسنت میں ایسے بعض افراد کے متعلق تفصیلات بیان کی گئی ہیں جو ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

علمائے سُو

علمائے سُو سے مراد وہ علما ہیں جو علم شرعی کو چھپاتے ہیں۔ جو کسی بڑے آدمی کی خوشی کے لیے یا دنیاوی مفاد حاصل کرنے کے لیے غلط فتویٰ دیتے ہیں۔ جو قدرت ہوتے ہوئے بھی کلمۂ حق نہیں کہتے۔ ایسے علماء کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾

”بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی گئی کتاب میں سے کچھ (باتیں) چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑا سا مول لیتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھرتے اور قیامت کے دن اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ انھیں پاک ہی کرے گا اور ان کے لیے بہت دردناک عذاب ہے۔“ [1]

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾

”بے شک جو لوگ اللہ کا عہد اور اپنی قسمیں تھوڑی قیمت کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں،

[1] البقرة 2:174.

ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور قیامت کے روز اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' [1]

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا مرد

رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے سے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ازار (شلوار، پاجامہ، پتلون، تہبند) کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہے وہ آگ (نارِ جہنم) میں ہے۔'' [2]

جھوٹی قسمیں کھا کر سامان بیچنے والا تاجر

زیادہ قسم کھانی ویسے بھی اچھی بات نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاحۡفَظُوۡۤا اَيۡمٰنَكُمۡ ﴾

[1] آل عمرٰن 3:77. [2] صحيح البخاري، حديث: 5787.

''اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔'' [1]

جھوٹی قسم کھانی تو بہت ہی ناپسندیدہ بات ہے۔ جو تاجر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان بیچتا ہے، وہ بہت بڑا پاپی ہے۔

احسان جتلانے والا

بعض لوگ دوسروں پر احسان کرتے ہیں۔ ان سے نیکی کرتے ہیں اور ان کے کام آتے ہیں۔ بعد ازاں انھیں محض ذلیل کرنے کے لیے اپنے احسانات یاد دلاتے ہیں۔ یہ بہت بری بات ہے۔ اس سے نیکی ضائع ہو جاتی ہے۔ اجر و ثواب ملنے کے بجائے الٹا گناہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے والے مرد، جھوٹی قسمیں کھا کر سامان بیچنے والے تاجر اور احسان جتلانے والے کے متعلق فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو کلام کرے گا، نہ اُن کی طرف دیکھے گا، نہ انھیں پاکیزگی عطا کرے گا اور وہ المناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔'' آپ نے تین مرتبہ یہی بات دہرائی۔ حدیث کے راوی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! وہ تین آدمی کون ہیں؟ وہ تو تباہ و برباد ہوئے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے والا، جھوٹی قسمیں کھا کر سامان بیچنے والا اور احسان جتلانے والا۔'' [2]

پانی کی بخیلی کرنے والا

بخیلی یا کنجوسی ویسے ہی بہت بری عادت ہے۔ یہ انسان کی کمینگی کا پتہ دیتی ہے۔ تاہم سب سے کمینہ کنجوس وہ ہے جو پانی کے متعلق کنجوسی سے کام لیتا ہے۔ جو لوگوں کو پانی بھی

[1] المآئدة 89:5. [2] صحیح مسلم، حدیث: 106.

نہیں دیتا۔ یہ کنجوسی انتہا کی ہے۔ پانی تو ہر جگہ مل جاتا ہے۔ پانی پلانے سے آدمی کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ پانی وہ شے ہے جس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا کہ "سب لوگ اس میں برابر کے شریک ہیں۔" [1]

بیعت توڑنے والا

عہد و پیمان، قول قرار، معاہدہ، میثاق، دین میں ان سب باتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کسی امیر یا خلیفہ کی بیعت کرنے کا مطلب بھی یہی ہے۔ آدمی دراصل اس سے عہد باندھتا ہے، جہاں تک ہو سکے، اس کی اطاعت کرنے کا اور اس کا کہا ماننے کا۔ بیعت توڑنے کا مطلب ہے غداری اور عہد شکنی۔ یہ بہت معیوب بات ہے۔ دین میں عہد شکنی کی کوئی گنجائش نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے پانی کے متعلق بخیلی کرنے والے اور بیعت توڑنے والے کے

[1] سنن أبي داود، حديث:3477.

متعلق فرمایا: ''تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاکیزگی عطا فرمائے گا، نیز انھیں نہایت المناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا، ایک وہ آدمی جو مسافر کو اپنے ہاں کا فالتو پانی بھی نہیں پینے دیتا، دوسرا وہ جو جھوٹی قسمیں کھا کر سامان تجارت بیچتا ہے اور ایک وہ جو کسی خلیفہ کی بیعت کرتا ہے۔ خلیفہ اسے مال و متاع اور عطیات دیتا ہے تو وہ وفاداری کرتا ہے۔ اگر خلیفہ اسے کچھ نہیں دیتا تو وہ بیعت توڑ ڈالتا ہے۔'' [1]

بوڑھا زانی

زنا بلاشبہ بڑا گناہ ہے لیکن اس گناہ کی سنگینی میں اس وقت بہت اضافہ ہو جاتا ہے جب کوئی بوڑھا پھونس زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔ کس واسطے کہ بوڑھے کھپٹ میں شہوت کم ہوتی ہے۔ یوں اس میں زنا کا محرک کمزور ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ زنا کرتا ہے تو یہ دلیل ہے اس امر کی کہ وہ فطرتاً ہی خبیث النفس ہے۔

جھوٹا بادشاہ

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو وہ کسی نہ کسی کے دباؤ میں آ کر ایسا کرتا ہے۔ بادشاہی ملک کا سب سے بڑا عہدہ ہوتا ہے۔ بادشاہ پر کسی کا دباؤ نہیں ہوتا۔ یوں اسے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کے باوجود اگر وہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کا گناہ عام آدمی کے مقابلے میں زیادہ سنگین ہے جسے کسی کے دباؤ میں آ کر جھوٹ بولنا پڑ جاتا ہے۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 2358، و صحيح مسلم، حديث: 108.

متکبر غریب ومحتاج

غریب ومحتاج آدمی کے لیے تکبر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ نہ تو اس کے پاس بہت سا روپیہ ہوتا ہے۔ نہ وہ اونچے اونچے محلات کا مالک ہوتا ہے۔اس کے باوجود اگر وہ تکبر کرتا ہے تو اس کا گناہ زیادہ شدید ہے۔ یاد رہے کہ تکبر ہر حال میں مذموم اور حرام ہے، چاہے امیر وآسودہ حال آدمی تکبر کرے یا غریب ومحتاج۔ تاہم غریب آدمی کا تکبر کرنا زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

ان تینوں افراد بوڑھے زانی، جھوٹے بادشاہ اور متکبر غریب ومحتاج کے گناہ کی سنگینی کا اندازہ کیجیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ تو کلام کرے گا، نہ انھیں پاکیزگی عطا کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور انھیں دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا: بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر محتاج۔'' [1]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 107.

وہ بد بخت افراد جن کی طرف اللہ تعالیٰ نہیں دیکھے گا

قیامت کے روز بعض ایسے بد بخت افراد بھی میدان محشر میں ہوں گے جن کی طرف اللہ تعالیٰ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے جس سے منہ موڑ لیا، اس کی تباہی و بربادی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا۔ کتاب و سنت میں ایسے بعض افراد کے متعلق فراہم کردہ تفصیلات حسب ذیل ہیں:

مارے تکبر کے کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا مرد

مرد اگر اپنا کپڑا ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے تو گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد کے بدن کا کوئی کپڑا ٹخنوں کے نیچے نہیں لٹکنا چاہیے۔ ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے کے ساتھ اگر تکبر بھی شامل ہو جائے تو گناہ کی سنگینی دو چند ہو جاتی ہے۔ یہ اس قدر سخت گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے آدمی کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف نہیں دیکھے گا

جس نے مارے تکبر کے اپنا کپڑا گھسیٹا۔"[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے ازار (شلوار، پتلون، تہبند) قمیص اور عمامے کا پلو مارے تکبر کے (ٹخنوں کے نیچے) گھسیٹا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔"[2]

والدین سے بدسلوکی کرنے والی اولاد

والدین سے بدسلوکی کرنی بڑی خطا ہے۔ یہ بڑی احسان فراموشی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے حق کو اپنے حق کے متصل بعد اور والدین کے شکریہ کو اپنے شکریہ کے متصل بعد بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسٰنًا ۝ ﴾

"اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے اچھا سلوک کرو۔"[3]

اور فرمایا:

﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

"یہ کہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر کر (بالآخر) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"[4]

والدین سے اچھا سلوک کرنے کا مطلب ہے دنیا وآخرت کی سعادت مندی اور خوش نصیبی۔ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ والدین سے بدسلوکی کرنے والی اولاد پر بھی نظر نہیں ڈالے گا۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 5788، و صحيح مسلم، حديث: 2085. [2] سنن أبي داود، حديث: 4094، و سنن النسائي، حديث: 5336. [3] بنيّ إسرآء يل 23:17. [4] لقمٰن 14:31.

مردوں کی وضع قطع اپنانے والی عورت

مردوں کی وضع قطع اپنانے والی عورت اور عورتوں کی وضع قطع اختیار کرنے والا مرد دونوں ملعون ہیں۔ عہد حاضر میں یہ بیماری تیزی سے پھیل رہی ہے اور مسلم معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کر رہی ہے۔ اس سے معاشرے میں ایک نوع کا اضطراب پھیل رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق سخت انتباہ کیا اور فرمایا ہے کہ جو مرد و عورت اس طرز عمل کو اپناتے اور ایک دوسرے کی وضع قطع اختیار کرتے ہیں روز قیامت اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔

دَیوث

دیوث اس بے غیرت آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے اہل خانہ کی بدکرداریوں سے چشم پوشی کرتا ہے۔ جو اپنی بیوی بیٹیوں کو پردے کا حکم نہیں دیتا اور جنس بے مایہ کی طرح انھیں بے پردہ بازار میں لیے پھرتا ہے۔ جس کے گھر کی عورتیں بدکاری میں ملوث پائی جاتی ہیں لیکن وہ غیرت میں نہیں آتا، غصہ نہیں کرتا۔ مردانہ حمیت نام کی کوئی شے اس کے جثّے میں باقی نہیں رہتی۔ رسول اللہ ﷺ نے والدین سے بدسلوکی کرنے والی اولاد، مردوں کی وضع قطع اپنانے والی عورت اور دیوث کے متعلق فرمایا: ”تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا: والدین سے بدسلوکی کرنے والی اولاد، مردانہ وضع قطع اپنانے والی عورت اور دیوث۔“

مزید فرمایا: ”تین طرح کے لوگ جنت میں نہیں جائیں گے: والدین سے بدسلوکی کرنے والی اولاد، سدا کا شرابی اور دے کر جتلانے والا۔“ [1]

[1] سنن النسائي، حديث :2563.

عورت کی دبر (سرین) میں وطی کرنے والا مرد

اللہ تعالیٰ نے مرد میں عورت کے لیے اور عورت میں مرد کے لیے جنسی میلان رکھا ہے۔ مرد و عورت کی باہمی تسکین کے لیے اس نے شرعی طریقہ مقرر کیا ہے جس سے تجاوز کرنا حرام ہے، چنانچہ جو مرد اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے، وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے۔''[1]

وہ لعنتی جو اپنی اہلیہ کی دبر میں وطی کرتا ہے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس پر نگاہ ڈالنی بھی گوارا نہیں کرے گا۔ ارشاد نبوی ہے:

''وہ شخص جو اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔''[2]

وہ افراد جنھیں آگ کی لگام پہنائی جائے گی

بعض افراد کو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دین کا علم رکھتے تھے لیکن لوگوں کے پوچھنے پر بھی انھیں دینی معلامات سے آگاہ نہیں کرتے تھے۔ وہ علم دینی کو بلاوجہ چھپاتے تھے، حالانکہ وہ اسے پھیلانے کی قدرت رکھتے تھے اور اس سلسلے میں انھیں کوئی گزند پہنچنے کا بھی اندیشہ نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس (عالم) سے علم (دینی) کا کوئی مسئلہ پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپایا تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''[3]

[1] مسند أحمد، 2/444، وسنن أبی داود، حديث: 2162. [2] مسند أحمد: 2/272. [3] سنن أبي داود، حديث: 3658، و جامع الترمذي، حديث: 2649.

وہ افراد جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت غصے ہوگا

اللہ تعالیٰ کے غصے اور ناراضی کی تاب کوئی نہیں لاسکتا، اس لیے اس کی ناراضی اور اس کے غصے سے ہمیشہ اس کی پناہ مانگنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی مسلمان کا روپیہ ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غصے ہوگا۔“ [1]

مالدار اور آسودہ حال لوگ

روپیہ کمانا اور روپیہ خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا بالکل جائز ہے، تاہم اس باب میں بھی حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، نیز اگر نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے تو اس پر بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں اسراف سے کام لینا اور حد اعتدال سے تجاوز کرنا درست نہیں۔ ایک صاحب

[1] صحيح البخاري، حديث: 2356.

نے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، منہ کھول کر ڈکار لی تو آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا:

''اپنی ڈکاریں روک لو۔ قیامت کے دن وہی لوگ زیادہ طویل بھوک برداشت کریں گے جو دنیا میں زیادہ سیر ہوتے ہیں۔'' [1]

نبیِ کریم ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

''قیامت کے دن بڑے بڑے مالدار بے مایہ ہوں گے۔ سوائے اس آدمی کے جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے اُسے لٹایا اور اس سے بھلائی کے کام لیے۔'' [2]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''قیامت کے روز بڑے بڑے مالدار بہت گھٹیا ہوں گے، سوائے اس آدمی کے جس نے رزق حلال کمایا اور مال و دولت کو بے دریغ خرچ کیا۔'' [3]

عہد شکن کا احوال

عہد شکنی، خیانت اور بے وفائی منافقین کی صفات ہیں۔ منافق جب معاہدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا۔ اسے کوئی امانت سونپی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ اس سے وعدہ کیا جائے تو وہ وعدہ ایفا نہیں کرتا۔ قیامت کے روز ایسے آدمی کو بے حد ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے لوگوں کو اکٹھا کرے گا تو عہد شکن کے لیے جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی (کا نشان) ہے۔''

[1] جامع الترمذي، حديث: 2478، و سنن ابن ماجه، حديث: 3350. [2] صحيح البخاري، حديث: 6443. [3] سنن ابن ماجه، حديث: 4130.

یوں سب لوگوں کو پتا چلے گا کہ فلاں آدمی غدار اور عہد شکن ہے۔ وہ جھنڈا اس کی پشت کی جانب نصب کیا جائے گا۔ غداری، بددیانتی اور بدعہدی جس قدر سنگین ہوگی وہ جھنڈا اسی قدر بلند ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا جو اس کی عہد شکنی کے لحاظ سے بلند ہوگا۔ اور لوگوں کا امیر اگر عہد شکنی کرے تو اس سے بڑا بدعہد کوئی نہیں۔'' [1]

امیر، حاکم یا رئیس اگر بدعہدی کرے تو اس کا خمیازہ عوام کو بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ برسرِ اقتدار ہوتا ہے۔ یوں اسے بدعہدی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کے باوجود اگر وہ بدعہدی کرے تو اس کا جرم عام آدمی کے مقابلے میں زیادہ سنگین ہے، نیز اس میں ہر قسم کا حکمران شامل ہے، چاہے وہ ملک کا سربراہ ہو یا کسی ادارے کا سربراہ۔ ہر وہ عہدیدار بھی اس میں شامل ہے جو عہد کی پاسداری نہیں کرتا۔

اہم نکتہ: بدعہدی اور دورِ جاہلیت

دورِ جاہلیت میں عربوں کی روایت تھی کہ کوئی عہد شکن یا غدار اگر میلوں ٹھیلوں میں شرکت کرتا یا حج کے ایام میں حاضر ہوتا تو اس کے لیے جھنڈا نصب کرتے تھے۔ یہ بھی دستور تھا کہ مجرم کو گلیوں بازاروں میں پھرایا جاتا اور اس کے جرم کی تشہیر کی جاتی تھی۔ چور کو چوری کے سامان سمیت بازاروں گلیوں میں گھمایا جاتا تھا۔ یوں سب کو پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں شخص دھوکے باز ہے، چور ہے، اس لیے اس سے لین دین کرنے کی ضرورت نہیں۔

[1] صحیح مسلم، حدیث: 1735 و 1738.

مال غنیمت کا غلول

غلول کے معنی ہیں: مجاہدین میں مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس میں سے کچھ چرانا۔ مجاہدینِ اسلام کافروں کو شکست دے کر ان کا مال و متاع حاصل کرتے ہیں۔ اس مال و متاع کو مال غنیمت کہتے ہیں۔ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس میں سے کچھ چرانا بڑا گناہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝﴾

''اور جو کوئی خیانت کرے گا تو جو اس نے خیانت کی ہوگی، اس کے ساتھ قیامت کے دن حاضر ہوگا، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''[1]

[1] آل عمرٰن 3:161.

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو غلول سے بچنے کی بہت تاکید کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ہم سے خطاب کیا۔ خطاب کے دوران میں آپ نے غلول کی بے حد مذمت کی اور اسے بے حد سنگین جرم قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کسی کو اس طرح ہرگز نہ دیکھوں کہ وہ قیامت کے دن اپنی گردن پر بلبلاتا ہوا اونٹ لادے میدان محشر میں آئے اور مجھ سے کہے کہ یارسول اللہ! میری مدد کیجیے تو میں کہوں کہ میں تو تمھارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تو تمھیں پیغامِ الٰہی پہنچادیا تھا۔''

مزید فرمایا: ''میں کسی کو اس طرح بالکل نہ دیکھوں کہ وہ قیامت کے روز ہنہناتا ہوا گھوڑا اپنی گردن پر لادے میدان محشر میں آئے اور مجھ سے کہے کہ یارسول اللہ! میری مدد کریے تو میں کہوں کہ میں تو تمھارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تو تمھیں پیغامِ الٰہی پہنچادیا تھا۔''

اور فرمایا: ''میں کسی کو اس طرح قطعی نہ دیکھوں کہ وہ قیامت کے دن منمناتی ہوئی بکری اپنی گردن پر لادے میدان محشر میں آئے اور مجھ سے کہے کہ یارسول اللہ! میری مدد کریے تو میں کہوں کہ میں تو تمھارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تو تمھیں پیغامِ الٰہی پہنچادیا تھا۔''

پھر فرمایا: ''میں کسی کو اس طرح ہرگز نہ دیکھوں کہ وہ قیامت کے روز چیختے چلاتے انسان کو اپنی گردن پر اٹھائے میدان محشر میں آئے اور مجھ سے کہے کہ یارسول اللہ! میری مدد کریے تو میں کہوں کہ میں تو تمھارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تو تمھیں پیغامِ الٰہی پہنچادیا تھا۔''

آخر میں فرمایا: ''میں کسی کو اس طرح بھی نہ دیکھوں کہ وہ قیامت کے دن سامان خاموش (سونا چاندی وغیرہ) اپنی گردن پر لادے میدان محشر میں آئے اور مجھ سے کہے کہ یارسول اللہ! میری مدد کیجیے تو میں کہوں کہ میں تو تمھارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تو تمھیں پیغامِ الٰہی پہنچادیا تھا۔''[1]

یوں یہ تمام چور جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی، چوری کا سامان کمر پر لادے میدان محشر میں آئیں گے۔ سامان کا وزن انھیں دبائے ڈالتا ہوگا۔ وہ اس کی خوفناک آواز سے اور اس امر سے بھی نہایت پریشان ہوں گے کہ وہ برسرِ عام رسوا ہو رہے ہیں۔

یہ بھی غلول ہے

حکام ملکی خزانے سے ناجائز روپیہ حاصل کریں تو یہ بھی غلول ہی کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر وہ عوام سے حاصل کردہ ٹیکسوں میں خرد برد کریں تو بھی یہی حکم ہے۔ ملازمین اپنے اداروں سے ناجائز روپیہ حاصل کریں تو وہ بھی غلول کے دائرے میں آتا ہے۔

اس امر کے متعلق بطور خاص ایک روایت آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو زکاۃ وصدقات کا مال اکٹھا کرنے کے لیے عرب قبائل کے ہاں دیہی علاقوں میں بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے قبیلۂ ازد کے ایک آدمی ابن لُتْبِیّہ کو زکاۃ اکٹھی کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ قبائل کے لوگوں نے اسے زکاۃ تو دی ہی، ساتھ میں اسے تحفے تحائف بھی دیے۔ وہ زکاۃ کے جانوروں کو ہانک کر مدینہ لایا۔ ان میں سے کچھ جانور علیحدہ کیے جو اسے تحفے میں ملے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

[1] صحيح البخاري، حديث: 3073، و صحيح مسلم، حديث: 1831، واللفظ له.

زکاۃ کے اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: ''یہ رہے آپ کے جانور۔'' پھر دیگر جانوروں کی طرف اشارہ کر کے بولا: ''اور یہ مجھے تحفہ میں ملے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو غصہ آیا۔ ابن لتبیہ ملازم تھا اور اُسے زکاۃ اکٹھی کرنے کا معاوضہ پانا تھا۔ یوں وہ ان تحفوں کو اپنے قبضے میں نہیں کر سکتا تھا۔ اگر تحفے تحائف کا یہ دروازہ کھول دیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ عاملین اپنی ذمے داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی برتنے اور رشوت لینے لگتے۔ آپ ﷺ نے یہ دروازہ بالکل بند کر دیا۔ آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''اس عامل کا کیا حال ہے جسے ہم کسی کام کے لیے روانہ کرتے ہیں۔ وہ واپس آ کر کہتا ہے کہ یہ سب سامان میرا ہے اور وہ آپ کا۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر ہی میں کیوں نہیں بیٹھ رہا، پھر وہ دیکھتا کہ اسے تحفہ ملتا ہے یا نہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! وہ ایسا جو بھی تحفہ قبول کرتا ہے، روز قیامت وہ اسے گردن پر اٹھائے میدان محشر میں آئے گا۔ اگر وہ اونٹ ہے تو بلبلائے گا۔ اگر وہ گائے ہے تو ڈکرائے گی اور اگر وہ بکری ہے تو منمنائے گی۔''[1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 7174، وصحيح مسلم، حديث: 1832.

یہ حدیث بڑے وسیع معنی کی حامل ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر سرکاری ملازمین لوگوں کے تحفے قبول کریں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ تحفے دینے والوں کا لحاظ کریں گے اور دیگر لوگوں کو نظر انداز کریں گے۔ یوں امیر لوگ تو اپنے کام نکلوائیں گے جبکہ غریب بیچارے دربدر ہو کر رہ جائیں گے، اس لیے سرکاری ملازم کو اگر اس کی ملازمت کی وجہ سے تحفہ ملتا ہے تو ملازم کے لیے اسے قبول کرنا جائز نہیں۔ اگر اس نے وہ تحفہ قبول کیا تو روز قیامت وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے میدان محشر میں آئے گا۔

غاصب

غاصب سے مراد وہ شخص ہے جو روپے پیسے، عہدے یا اثر و رسوخ کے بل پر کسی کی کوئی شے چھین لیتا ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ ظالم لوگ اپنے ذرائع کام میں لا کر لوگوں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کر لیتے ہیں۔ حدیث میں ایسے سرکشوں کے انجام بد کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''جس نے کوئی اراضی ناحق حاصل کی، اسے روزِ قیامت ساتویں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔'' [1]

پیشہ ور بھکاری

مانگنا اسلام میں بہر صورت معیوب ہے۔ جو آدمی اپنے ہاتھ سے کماتا ہے، بھلے ہی تھوڑا کماتا ہے اور روکھی سوکھی پر گزارہ کرتا ہے، وہ اس آدمی سے کہیں بہتر و برتر ہے جو مانگ تانگ کر گزارہ کرتا اور خدا کو چھوڑ کر مخلوق خدا کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ذلت گوارا کرتا ہے۔ اس قبیل کا سب سے بُرا آدمی وہ ہے جس نے بھیک مانگنے کو پیشے کے طور پر اپنا رکھا

[1] صحيح البخاري، حديث: 2454، و صحيح مسلم، حديث: 1610.

ہے۔ جسے ضرورت کے مطابق مل جاتا ہے، پھر بھی مانگتا ہے اور مانگتا چلا جاتا ہے۔ ایسے پیشہ ور بھکاری کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے: ''جو آدمی اس حالت میں مانگتا ہے کہ ضرورت کا روپیہ اسے دستیاب ہے وہ قیامت کے روز جب میدان محشر میں آئے گا تو اس کا چہرہ جا بجا سے زخمی ہوگا۔ کسی نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ضرورت کا روپیہ کتنا ہے؟'' فرمایا: ''پچاس درہم یا اس کے بقدر سونا۔''[1]

وہ آدمی جو نماز کی پابندی نہیں کرتا

نماز دینِ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ رب تعالیٰ اور بندے کے باہمی تعلق کی استواری کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ نماز وہ عبادت ہے جسے لوگ سب سے آخر میں ترک کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی سب سے آخری وصیت نماز ہی کے متعلق ارشاد فرمائی تھی۔ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائے

[1] سنن أبي داود، حديث: 1626، وجامع الترمذي، حديث: 650.

گا۔نماز اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔نبی کریم ﷺ کو جب بھی کوئی مشکل معاملہ پیش آتا تو آپ نماز پڑھتے تھے۔

نماز ان عبادات واعمال میں شامل ہے جو میدان محشر میں نفع دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:''جس نے نماز کی پابندی کی قیامت کے روز نماز اس کے لیے نور و برہان اور ذریعۂ نجات ثابت ہوگی۔جس نے نماز کی پابندی نہ کی، وہ اس کے لیے نہ نور بنے گی نہ برہان اور نہ ذریعۂ نجات ثابت ہوگی۔ قیامت کے دن تارکِ نماز فرعون، قارون، ہامان اور اُبَیّ بن خلف (جیسے کافروں) کے ساتھ کھڑا ہوگا۔''[1]

غیبتی اور چغل خور

غیبتی کا مطلب ہے، غیبت کرنے والا۔غیبت کا مطلب ہے، کسی آدمی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کرنی۔اور چغل خور وہ ہے جو لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے ایک فریق کی غلط باتیں دوسرے فریق کو جا سناتا ہے۔آج کل بہت سے لوگ ان دو بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں۔ان گناہوں کی وجہ سے بڑا فساد پھیلتا ہے۔غیبتی اور چغل خور بہت برے

[1] مسند أحمد:2/169 والجامع الصغير، حديث:6597.

لوگ ہوتے ہیں۔ ارشادِ نبوی کے مطابق ایسے لوگ انجام بد سے دوچار ہوں گے۔ فرمایا: ''جو آدمی دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے، قیامت کے دن وہ اس کے قریب لایا جائے گا اور اُس سے کہا جائے گا: ''جس طرح تو اِسے زندہ حالت میں کھاتا تھا، اسی طرح اب اسے مردہ حالت میں کھا۔'' وہ ناک بھوں چڑھاتے ہوئے اور چیختے چلاتے ہوئے اسے کھائے گا۔'' [1]

دو مونہا آدمی

دو مونہا آدمی وہ ہے جس کے دو چہرے ہوتے ہیں۔ وہ آپ کے منہ پر آپ کی تعریف کرے گا۔ دوسرے کے پاس جا کر آپ کی مذمت کرے گا۔ جو آپ کے روبرو تو آپ کا حمایتی ہے اور آپ کے پیچھے آپ کا جڑ کاٹ۔ اسے میٹھی چھری بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ منافقت کی بدترین قسم ہے۔ فرمان نبوی کے مطابق اس کا انجام بھی بہت برا ہے۔ ارشاد ہوا: ''دنیا میں جس شخص کے دو چہرے ہوتے ہیں، روزِ قیامت اس کے آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔'' [2]

بت تراش و صورت گر

تصویر سازی کی متعدد اقسام ہیں۔ ان مختلف اقسام کی شرعی حیثیت کے متعلق اہلِ علم کا اختلاف ہے، تاہم بت تراشی کی حرمت پر سبھی کا اتفاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں، انھیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا: ''تم نے جو تخلیق کیا، اسے زندہ کرو۔'' [3]

[1] (ضعيف) السلسلة الضعيفة، حديث: 6316، والمعجم الأوسط للطبراني: 90/1. [2] سنن أبي داود، حديث: 4873. [3] صحيح البخاري، حديث: 5951، و صحيح مسلم، حديث: 2108.

ایک اور موقع پر فرمایا: ''جس نے دنیا میں صورت بنائی، روز قیامت اسے اس صورت میں روح پھونکنے کو کہا جائے گا۔ وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔'' [1]

میدان محشر میں مختلف لوگ جن مختلف حالات سے گزریں گے، ان کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا۔ آئندہ یہ بیان کیا جائے گا کہ میدان محشر میں حساب کا عمل کیسے شروع ہوگا؟ اعمال نامے کیونکر تقسیم ہوں گے؟ لوگ اعمال ناموں کو کب پڑھیں گے اور اعمال ناموں کے متعلق پوچھ تاچھ کیسے ہوگی؟

[1] صحيح البخاري، حديث: 5963، و صحيح مسلم، حديث: 2110.

اعمال نامے

دنیا میں بسنے والے ہر آدمی کا ایک اعمال نامہ ہے جس میں اس کے تمام اعمال درج کیے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال بھی اور برے اعمال بھی۔ بڑے اعمال بھی اور چھوٹے اعمال بھی۔ میدان محشر میں ہر آدمی کو یہ اعمال نامہ تھمایا جائے گا تا کہ وہ اسے پڑھے اور اپنے اعمال دیکھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''(کہا جائے گا:) یہ ہماری کتاب ہے، یہ تمھارے متعلق سچ سچ بولتی ہے۔ بلاشبہ ہم لکھواتے تھے جو تم عمل کرتے رہے تھے۔''[1]

مختلف افراد کو مختلف طریقوں سے ان کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ صاحبِ ایمان کا ہلکا پھلکا حساب ہوگا، پھر اس کے داہنے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ وہ اسے ہاتھ میں لیے خوشی خوشی اپنے اہل خانہ کے پاس جائے گا۔ کافرین و منافقین کو ان کے

[1] الجاثیة 45:29.

اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں تھمائے جائیں گے۔ وہ اپنے اعمال نامے وصول کر کے انھیں دیکھیں گے تو چیخ پکار اور واویلا کریں گے۔ انسانوں سے جب ان کے اعمال کے متعلق پوچھ تاچھ ہوگی تو ان کے اعمال نامے بھی کھولے جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝﴾

''اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔'' [1]

ہر آدمی کو ان اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس کے اعمال نامے میں درج ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكُلَّ اِنْسٰنٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ۝﴾

''اور ہم نے ہر انسان کا عمل (نامہ) اس کی گردن سے لگا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جس سے وہ ملے گا جبکہ وہ کھلی ہو گی۔ (کہا جائے گا:) اپنا اعمال نامہ پڑھ، آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے والا کافی ہے۔'' [2]

یوں ہر انسان اپنا اعمال نامہ پڑھ کر اپنے انجام کے متعلق آگاہی حاصل کرے گا۔

وہ لوگ جنھیں ان کے اعمال نامے داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے

ایسے افراد سے بہت ہلکا پھلکا حساب لیا جائے گا۔ وہ اپنے اعمال نامے ہاتھوں میں لیے خوشی خوشی اپنے اہل خانہ کے پاس جائیں گے۔ ان کا تمام خوف دور ہو چکا ہوگا۔ وہ مارے

[1] التکویر 81:10. [2] بنیٓ إسرآء یل 17:13، 14.

خوشی کے لوگوں کو بلائیں گے کہ آؤ، ہمارے اعمال نامے پڑھو۔ ارشاد باری ہے:

﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ ۝ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۝ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۝ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ۝ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ۝ ﴾

''پھر جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: لو! میرا اعمال نامہ پڑھو۔ بے شک مجھے یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب کو ملنا ہے۔ چنانچہ وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ بہشت بریں میں۔ اس کے پھل قریب جھکے ہوں گے۔ (کہا جائے گا:) مزے سے کھاؤ اور پیو ان (اعمال) کے بدلے جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے۔'' [1]

وہ لوگ جنھیں ان کے اعمال نامے ان کی پیٹھ کے پیچھے ان کے بائیں ہاتھوں میں تھمائے جائیں گے

یہ وہ روسیاہ ہوں گے جنھوں نے تمام زندگی بداعمالیوں میں گزاردی تھی۔ یہ لوگ در حقیقت خائب وخاسر ہوں گے۔ اعمال نامے پا کر یہ لوگ چیخ پکار اور واویلا کریں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

[1] الحاقّة 69:19۔ 24.

﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ ﴾

''اور جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ پیچھے دیا گیا۔ تو وہ عنقریب تباہی کو دعوت دے گا۔ اور وہ بھڑکتی آگ میں جا پڑے گا۔''[1]

اور فرمایا:

﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝ ﴾

''اور جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: کاش! مجھے میرا اعمالنامہ نہ دیا جاتا۔ اور مجھے خبر نہ ہوتی میرا حساب کیا ہے۔ کاش! وہی (موت) فیصلہ کن (ثابت) ہوتی۔ مجھے میرے مال نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ میری سلطانی مجھ سے چھن گئی۔''[2]

ارشاد نبوی ہے:

''پھر اہل ایمان کو ان کے اعمال نامے داہنے ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ جہاں تک کافرین و منافقین کا تعلق ہے، ان کے متعلق برسرعام یہ اعلان کیا جائے گا:

﴿ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ گھڑا تھا، سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''[3] (ھود 11:18)

[1] الانشقاق 84:10-12. [2] الحآقّة 69:25-29. [3] صحيح البخاري، حديث:2441، و صحيح مسلم، حديث:2768.

پیشی اور حساب

جب تمام انسانوں کو ان کے اعمال نامے دے دیے جائیں گے تو پیشی اور حساب کا مرحلہ آئے گا۔ پیشی دو طرح کی ہوگی:

اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مخلوقات کی پیشی

اس پیشی میں تمام مخلوقات، جن و انس و ملائک اور تمام حیوانات، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔ حساب ہوگا نہ پوچھ تاچھ ہوگی۔ بس تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گی۔ کوئی بھی غیر حاضر نہیں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝﴾ ''اس دن تمھاری پیشی ہوگی اور تمھارا کوئی راز خفیہ نہ رہے گا۔''[1]

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّن نَّجْعَلَ لَكُم مَّوْعِدًا ۝﴾

''اور وہ آپ کے رب کے سامنے صف بستہ پیش کیے جائیں گے (کہا جائے گا:) یقیناً تم ہمارے پاس (ایسے) آئے ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تم سمجھتے تھے کہ ہم تمھارے لیے وعدے کا کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے۔''[2]

[1] الحآقّة 69:18. [2] الکہف 18:48.

پیشی اور حساب

اس پیشی میں اعمال کے متعلق پوچھ تاچھ کی جائے گی۔ لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے رسولوں کا کہا مانا تھا؟ تم نے کیا کیا عمل کیے تھے؟ یہ پیشی بہت طویل ہوگی۔ لوگوں کے قدم ڈگمگائیں گے۔ زبانیں لڑکھڑائیں گی۔ بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝﴾

''بے شک ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے۔ پھر بے شک ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے۔''[1]

حساب

اللہ تعالیٰ بے حد عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کے عدل و انصاف کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ روز قیامت انسانوں سے اپنی عطا کردہ نعمتوں کا حساب لے گا۔ ان سے ان کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ کرے گا۔

مختلف لوگوں کا حساب مختلف طریقے سے ہوگا۔ بعض لوگ تو حساب کے بغیر جنت میں چلے جائیں گے۔ یہ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ یہ ایمان و تقویٰ کے لحاظ سے نہایت برگزیدہ امتی ہوں گے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امتیں میرے سامنے لائی گئیں تو میں نے اپنی امت دیکھی۔ اس کی کثرت اور ہیئت مجھے پسند آئی۔ پہاڑ اور میدان میری امت کے افراد سے پُر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''محمد! کیا تم راضی ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں، اے میرے رب!'' فرمایا: ''ان کے ہمراہ ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بنا حساب کے جنت میں جائیں گے۔ وہ دم نہیں کرواتے نہ (بدن کو) داغ دیتے ہیں۔''[2]

[1] الغاشية 88:25، 26. [2] مسند أحمد: 1/454، وصحيح البخاري، حديث: 6541.

یوں یہ ستر ہزار افراد بنا حساب کے جنت میں جائیں گے۔ ان سے کوئی پوچھ تاچھ نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان خوش نصیب افراد میں شامل کرے۔ آمین۔

بعض افراد ایسے ہوں گے جن سے نہایت ہلکا پھلکا حساب لیا جائے گا۔ ان سے زیادہ پوچھ پاچھ نہیں کی جائے گی۔ ان سے ان کے اعمال کا اعتراف کرا کے انھیں بخش دیا جائے گا۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کرے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپا لے گا۔ پھر اس سے کہے گا: ''کیا تم فلاں گناہ کا اعتراف کرتے ہو؟ کیا تم فلاں گناہ کا اعتراف کرتے ہو؟''

مومن ہر سوال کے جواب میں یہی عرض کرے گا: ''جی ہاں، اے میرے رب!'' جب اللہ تعالیٰ اس سے اس کے تمام گناہوں کا اعتراف کرا لے گا اور مومن اپنے متعلق سمجھے گا کہ میں تو گیا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''میں نے دنیا میں تمھارے گناہوں پر پردہ ڈالا اور آج میں تمھارے گناہ معاف کرتا ہوں۔'' تب مومن کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔''[1]

[1] صحيح البخاري، حديث:2441، و صحيح مسلم، حديث:2768.

کتاب وسنت میں تخفیفِ حساب کے لیے یہ دعا سکھائی گئی ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَاباً يَّسِيرًا»

''اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔''

مزید فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

«اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَاباً يَّسِيرًا»

''اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔''

نماز کے اختتام پر میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی! حساب یسیر کیا ہے؟'' فرمایا: ''آدمی کے اعمال نامے پر ایک نظر ڈالی جائے گی، پھر اسے معاف کر دیا جائے گا۔''[1]

اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہم سے بھی عفو ودرگزر کا معاملہ کرے۔ آمین!

بعض افراد وہ ہوں گے جن سے نہایت سختی سے باز پرس ہوگی۔ انھیں بات بات پر ڈانٹ پلائی جائے گی۔ بحث وتکرار ہوگی۔ کرید کرید کر ان سے جواب اگلوائے جائیں گے۔ یہ کام کیوں کیا تھا؟ اور وہ کیوں نہیں کیا تھا؟ یہ حساب دیتے ہوئے آدمی کو بڑی اذیت ہوگی۔ وہ سخت پریشان ومضطرب ہوگا۔ ڈرے گا۔ خوف کھائے گا اور دریائے ملال میں ڈوب جائے گا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن جس سے حساب لے لیا گیا وہ تو برباد ہو جائے گا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

[1] مسند أحمد: 48/6، والمستدرك للحاكم: 57/1.

﴿ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ ۙ فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا ۙ﴾

''پھر جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ تو جلد ہی اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔'' [1]

فرمایا: ''وہ تو بس پیشی ہوگی۔ جس سے بحث وتکرار کرکے حساب لیا گیا، وہ ضرور عذاب میں مبتلا ہوگا۔'' [2]

یہاں عذاب سے مراد نارِ جہنم کا عذاب نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آدمی خوف واضطراب اور گھبراہٹ اور رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

بعض افراد سے بہت طویل اور پیچیدہ حساب لیا جائے گا۔ یہ یا تو وہ افراد ہوں گے جو ہمیشہ گناہ کبیرہ کے مرتکب رہے تھے یا پھر وہ جو گناہ کرکے جتلاتے اور گناہ پر فخر کرتے تھے یا پھر وہ افراد جن کی نیتیں خراب تھیں اور جو دکھاوے کے عمل کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز جن لوگوں کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا، ان میں ایک آدمی وہ ہوگا جس نے شہادت پائی تھی۔ اسے حاضر خدمت کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی عطا کردہ نعمتیں جتلائے گا۔ وہ آدمی اُن نعمتوں کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''پھر تو نے ان (نعمتوں کے ذریعے) سے کیا عمل کیا؟'' وہ جواب دے گا: ''میں نے تیری خاطر قتال کیا اور لڑتے لڑتے شہادت پائی۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جھوٹ بولتا ہے تو۔ تو نے تو صرف اس لیے قتال کیا تھا کہ کہا جائے: وہ جرأت مند ہے، سو ایسا کہہ دیا گیا۔'' پھر اُس آدمی کے متعلق حکم ہوگا تو اُسے منہ کے بل گھسیٹ کر نارِ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ دوسرا آدمی وہ ہوگا جس نے (کتاب وسنت کا) علم حاصل کیا تھا، اس کی تعلیم دی تھی اور

[1] الانشقاق84:7، 8. [2] صحیح البخاري، حدیث: 6537، و صحیح مسلم، حدیث: 2876.

قرآن مجید پڑھا تھا۔ اسے حاضر خدمت کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنی نعمتیں جتلائے گا۔ وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''پھر تو نے ان (نعمتوں کے ذریعے) سے کیا عمل کیا؟'' وہ جواب دے گا: ''میں نے علم حاصل کیا، اس کی تعلیم دی اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جھوٹ کہتا ہے تو۔ تو نے تو اس لیے علم حاصل کیا تھا کہ لوگ کہیں گے: وہ عالم ہے اور قرآن مجید تو نے اس لیے پڑھا تھا کہ کہا جائے: وہ قاری ہے، سو یہ کہہ دیا گیا۔'' اُس کے متعلق حکم ہوگا تو اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر نارِ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ایک آدمی وہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تھا۔ اُسے حاضر خدمت کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی عطا کردہ نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''پھر تو نے اُن (نعمتوں کے ذریعے) سے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا جس میں روپیہ خرچ کرنا تجھے پسند تھا۔ میں نے صرف تیری خاطر ان راہوں میں روپیہ خرچ کیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جھوٹ بولتا ہے تو۔ تو نے یہ کام صرف اس لیے کیا تھا کہ کہا جائے: وہ سخی ہے، سو ایسا کہہ دیا گیا۔'' پھر اُس کے متعلق حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر نارِ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''[1]

وضاحت طلب مسئلہ

کیا تمام اہل ایمان سے حساب لیا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ایک بڑے گروہ کو حساب سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ وہ بنا حساب کے جنت میں چلے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے ستر

[1] صحيح مسلم، حديث: 1905.

ہزار افراد بنا حساب کے جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دم نہیں کراتے، بدشگونی نہیں لیتے اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' [1]

''جو دم نہیں کراتے۔'' کسی سے دم کرانا عین جائز ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ آدمی خود کو آپ دم کرے۔ اِسی میں تمامِ توکل ہے۔ جنابِ رسالت مآب ﷺ جب بھی بیمار پڑتے، معوذتین پڑھ کر خود کو آپ دم کر لیتے تھے۔

بدشگونی نہ لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دیکھی سُنی بات کو اور کسی سونگھی چکھی شے کو منحوس نہیں سمجھتے۔ وہ کسی دن کو نامبارک خیال نہیں کرتے، نہ کسی مہینے کو نامسعود تصور کرتے ہیں، نہ کوئی چہرہ ان کے نزدیک نحس قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندگی کے تمام معاملات میں تمام تر بھروسا اللہ تعالیٰ پر کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اُن کا کردار ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ کی عملی تصویر ہوتا ہے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اسے پھر کس شے کی فکر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ہزار افراد کے ساتھ مزید ستر ہزار افراد بنا حساب کے جنت میں جائیں گے۔ [2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 5705، و صحيح مسلم، حديث: 218. [2] جامع الترمذي، حديث: 2437.

حساب کے اصول و ضوابط

روز قیامت جب لوگ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ بڑا عجیب وغریب منظر ہوگا۔ وہ بے لباس و بے ختنہ، ننگے پاؤں چلتے ہوئے میدان محشر میں آئیں گے۔ بڑی نازک صورت حال ہوگی۔ بڑے بڑے طاغوتوں کے دل تھرتھر کانپیں گے۔ ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ دنیا کے متکبر ذلیل ہوں گے۔ ظالم گھبرائیں گے۔ نہ وہ پلکیں جھپکیں گے۔ نہ ان کو چین پڑے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۚ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝﴾

''اور (اے نبی!) آپ مت خیال کریں کہ اللہ ان کاموں سے غافل ہے جو ظالم کرتے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ وہ اپنے سر اٹھائے (محشر کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے، ان کی نگاہ اپنی طرف بھی نہ پھر سکے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔''[1]

اس روز کلیجے منہ کو آئیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] إبراهيم 14:42، 43.

﴿ وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡاٰزِفَةِ اِذِ الۡقُلُوۡبُ لَدَى الۡحَنَاجِرِ كٰظِمِيۡنَ ۝ ﴾

''اور آپ انھیں قریب آنے والے دن (قیامت) سے ڈرائیں جبکہ غم سے بھرے کلیجے حلقوں کو آرہے ہوں گے۔'' [1]

زمین کا حلیہ اس روز بدل جائے گا۔ پہاڑ مٹ جائیں گے۔ آسمان کی کھال کھینچ اتاری جائے گی۔ ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ سمندروں میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔ اور تو اور بڑے بڑے فرشتے بھی اس گھمبیر صورت حال سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہیں گے۔ رسولوں کے لیے اس روز فیصلے کا ایک وقت مقرر کیا جائے گا۔ اگلے پچھلے تمام بنی نوع انسان، اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عدالت میں پیش ہوں گے۔ گواہوں کو بلایا جائے گا۔ اعمال نامے کھول کھول کر دکھائے جائیں گے۔ کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ دل سراپا اضطراب ہوں گے اور زبانیں سراپا اعتراف۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۝ ﴾

''اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص نے جو کچھ کیا ہوگا، اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔'' [2]

کتاب وسنت کے نصوص پر غور کرنے سے حساب کے حسب ذیل اصول وضوابط سمجھ میں آتے ہیں:

مکمل عدل وانصاف

اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اس کا ارشاد ہے:

[1] المؤمن 18:40. [2] البقرة 281:2

﴿ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾

''پھر ہر شخص نے جو کچھ کیا ہوگا، اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔'' [1]

اور فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۝ ﴾

''بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔'' [2]

مزید فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ ﴾

''اور جو کوئی نیک کام کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' [3]

[1] البقرة 2:281. [2] النسآء 4:40. [3] النسآء 4:124.

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے میرے بندو! میں نے ظلم کو خود پر حرام قرار دیا ہے اور اسے تمھارے درمیان بھی حرام ہی رکھا ہے، اس لیے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم میں ہر ایک گمراہ ہے، سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں۔ سو مجھ سے ہدایت طلب کرو۔ میں تمھیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میں ہر ایک بھوکا ہے، سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں، پس مجھی سے کھانا مانگو۔ میں تمھیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میں ہر ایک برہنہ ہے، سوائے اس کے جسے میں پہناؤں تو مجھ سے پہناوا مانگو۔ میں تمھیں پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات خطائیں کرتے ہو اور میں تمام گناہ معاف کرتا ہوں، سو مجھ سے معافی چاہو۔ میں تمھیں معاف کروں گا۔ اے میرے بندو! نہ تو تم مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ مجھے کچھ فائدہ دے سکتے ہو۔ اے میرے بندو! تم میں سے اگلے پچھلے (تمام) انسان اور جنات اگر تم میں سے ایک شخص کے سب سے متقی دل (کی طرح) پر (متقی) بن جائیں تو یہ امر میری بادشاہی میں کچھ اضافہ نہیں کرے گا۔

اے میرے بندو! تم میں سے اگلے پچھلے (تمام) انسان اور جنات اگر تم میں سے ایک شخص کے سب سے گنہگار دل (کی طرح) پر (گنہگار) بن جائیں تو یہ امر میری بادشاہی میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔

اے میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے (تمام) انسان اور جنات ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کروں تو میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی کمی سوئی کے سمندر میں

ڈبو کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں آتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمھارے ہی تو اعمال ہیں جو میں شمار کر رکھتا ہوں۔ بعد ازاں ان کا پورا پورا بدلہ تمھیں دوں گا۔ سو (اس وقت) جو کوئی خیر پائے، وہ اللہ کا شکر ادا کرے۔ اور جو کوئی خیر کے سوا کچھ اور پائے، وہ صرف اپنے آپ کو دوش دے۔'' [1]

جس نے بویا اُسی نے کاٹا

عدل و انصاف کی غرض و غایت یہ ہے کہ ہر آدمی صرف اپنے متعلق جوابدہ ہو، کسی کے جرائم کی پاداش میں اسے نہ پکڑا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾

[1] صحيح مسلم، حديث: 2577.

''اور کوئی شخص ایسا (گناہ) نہیں کماتا جس کا وبال اسی پر نہ ہو اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' [1]

اور فرمایا:

﴿ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ﴾

''جس نے ہدایت پائی تو بس وہ اپنے نفس کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو بس وہ اپنے نفس ہی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' [2]

مزید فرمایا:

﴿ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاۗءَ الْاَوْفٰى ۝﴾

''کیا اسے ان (باتوں) کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں؟ اور ابراہیم کے جس نے (اپنا عہد) پورا کیا؟۔ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کے لیے بس وہی کچھ ہے جو اس نے کوشش کی۔ اور بلاشبہ اس کی کوشش جلد دیکھی جائے گی۔ پھر اسے پوری پوری جزا دی جائے گی۔'' [3]

[1] الأنعام 164:6. [2] بنيٓ إسرآء يل 15:17. [3] النجم 36:53-41.

اشکال

اگر آدمی صرف اپنے اعمال کے متعلق جوابدہ ہے اور کسی کے اعمال کا ذمے دار نہیں تو پھر ان آیات کا مطلب کیا ہے؟

﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾

''تاکہ یوم قیامت وہ اپنے کامل بوجھ اُٹھائیں اور کچھ ان کے بوجھ بھی جنھیں وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں، جان لو! برا بوجھ ہے جو وہ اٹھاتے ہیں۔'' [1]

مزید فرمایا:

﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾

''اور یقیناً وہ اپنے بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ ضرور اٹھائیں گے۔'' [2]

ازالۂ اشکال

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی کسی کو برے کام پر لگاتا یا اس کی ترغیب دلاتا ہے، وہ اس کے جرائم میں برابر کا حصے دار بنتا ہے۔ ان جرائم کی پاداش میں اس کا بھی مؤاخذہ کیا جائے گا۔ ارشاد نبوی ہے: ''جو آدمی کسی کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، اسے بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اس کی بات مان کر ہدایت کے راستے پر چلنے والے کو ملتا ہے، (تاہم اس طرح) اس کا کہا ماننے والے کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی۔ اور جو آدمی کسی کو گمراہ کرتا

[1] النحل 16:25. [2] العنکبوت 29:13.

ہے، اسے بھی اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا گناہ اس کے پیچھے لگ کر گمراہ ہونے والے کو ہوتا ہے، (تاہم اس طرح) اس کا کہا ماننے والے کے گناہ میں کچھ کمی نہیں آتی۔'' [1]

معلوم ہوا کہ جو آدمی لوگوں کو سیدھے راستے سے بھٹکاتا ہے، ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اسی کے سر لادا جاتا ہے۔

آئینے میں منہ دیکھنا

کائنات کی ہر شے اور اس کا ماضی، حال اور مستقبل، اللہ تعالیٰ کے آگے ظاہر وعیاں ہے۔ کوئی بھی بات اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے باوجود اس نے صرف بندوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کے اعمال لکھنے والے فرشتے تعینات کیے ہیں جو انسان کی ایک ایک بات، ایک ایک حرکت، ایک ایک سکنت کا حساب رکھتے ہیں۔ جن صحیفوں میں یہ باتیں تحریر کی جاتی ہیں، وہی قیامت کے دن انسان کے روبرو کھولے جائیں گے اور آدمی ان میں تحریر کردہ تمام اعمال خود اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ﴾

''جس دن ہر شخص اپنے کیے ہوئے اچھے عمل کو اور اپنے کیے ہوئے برے عمل کو اپنے سامنے پائے گا، وہ خواہش کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائی کے درمیان دور کا فاصلہ ہوتا۔'' [2]

اور فرمایا:

﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ﴾

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2674. [2] آل عمرٰن 3:30.

''تو ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا کیا دھرا سب معلوم ہو جائے گا۔'' [1]

﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ ﴾

''اور انھوں نے جو عمل کیے تھے حاضر پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔'' [2]

ایک موقع پر فرمایا:

﴿ وَكُلَّ اِنْسٰنٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ ﴾

''اور ہم نے ہر انسان کا عمل (نامہ) اس کی گردن سے لگا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جس سے وہ ملے گا جبکہ وہ کھلی ہو گی۔ (کہا جائے گا:) اپنا اعمال نامہ پڑھ، آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے والا کافی ہے۔'' [3]

آدمی کا وہ اعمال نامہ اس کے تمام چھوٹے بڑے اعمال پر مشتمل ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ ﴾

''اور (ہر ایک کا) اعمال نامہ (سامنے) رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں

[1] الانفطار 5:82. [2] الكهف 49:18. [3] بنيَ إسرآءيل 17:13، 14.

گے کہ وہ اس کے مندرجات (تحریر) سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! کیسا ہے یہ اعمال نامہ جو نہیں چھوڑ رہا کسی چھوٹے اور نہ بڑے (عمل) کو مگر اس نے اسے شمار کر رکھا ہے۔ اور انھوں نے جو عمل کیے تھے، حاضر پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔'' [1]

نیکیاں دونی چوگنی

اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت ناپیدا کنار ہے۔ معاف کرنا اور درگزر کرنا اسے بے حد پسند ہے۔ آدمی نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتا اور نیکی کا ثواب دگنا چوگنا کر دیتا ہے۔ وہ برائی کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ آدمی برائی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ دگنا نہیں کرتا بلکہ اکثر اوقات اسے معاف ہی کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝﴾

''اگر تم اللہ کو قرضِ دو، قرضِ حسنہ، تو وہ اسے تمھارے لیے بڑھا دے گا اور تمھیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑا قدر دان، بہت حلم والا ہے۔'' [2]

نیکی کا ثواب بڑھانے کی کم سے کم حد دس گنا ہے۔ مطلب یہ کہ بندہ نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب کم سے کم دس گنا تک ضرور بڑھا دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۝﴾

''جو شخص (وہاں) ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے دس گنا (ثواب) ہوگا۔'' [3]

[1] الكهف 49:18. [2] التغابن 17:64. [3] الأنعام 160:6.

تاہم برائی کا گناہ نہیں بڑھایا جاتا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾

''اور جو شخص ایک برائی لے کر آئے گا تو اسے بس اس کے برابر ہی سزا دی جائے گی۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' [1]

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تمھارا رب بلا شبہ نہایت رحم کرنے والا ہے۔ جو آدمی نیکی کا ارادہ کرتا ہے لیکن اسے انجام نہیں دیتا، اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ جو آدمی نیکی کا ارادہ کر کے اسے انجام بھی دیتا ہے، اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک اور سات سو سے بھی آگے کئی گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور جو آدمی برائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن اسے انجام نہیں دیتا، اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اگر وہ اسے انجام دے لیتا ہے تو ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے یا پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے (بے پایاں

[1] الأنعام 160:6.

فضل وکرم سے) مٹاڈالتا ہے۔ (جب صورت حال ایسی امید افزا ہے تو) تباہ و برباد وہی ہوتا ہے جسے تباہ و برباد ہونا ہی ہوتا ہے۔'' [1]

ایک اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس نے ایک نیکی انجام دی، اس کے لیے وہ دس گنا ہے اور میں (اس سے بھی) زیادہ عطا کرتا ہوں۔ جس نے ایک برائی کا ارتکاب کیا، اس کی سزا اسی کے مثل ہے یا پھر میں اسے معاف کر ڈالتا ہوں۔ اور جس نے زمین کے بقدر گناہ کیے، پھر وہ مجھے اس حالت میں ملا کہ میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا، میں اسے اسی قدر مغفرت سے نوازوں گا۔ جو ایک بالشت میرے قریب آتا ہے، میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں۔ جو ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے میں دونوں بازوؤں کے پھیلانے کے بقدر اس کے قریب آتا ہوں۔ اور جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے، میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔'' [2]

یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل وکرم ہے کہ وہ نیکی کا ثواب سات سو سے زائد گنا تک بڑھا دیتا ہے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وٰسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، اس دانے کی سی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہے (اجر) بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔'' [3]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6491، و صحيح مسلم، حديث: 130، 131. [2] صحيح مسلم، حديث: 2687، و سنن ابن ماجه، حديث: 3821. [3] البقرة 2:261.

گواہوں کا بیان

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی عدالت عظمیٰ میں گواہوں کے بیانات بھی سنے جائیں گے۔ تاہم یہ وہ گواہ ہوں گے جو ہمیشہ آدمی کے ہمراہ رہے تھے لیکن آدمی کو ان کی ہمراہی کا شعور نہیں تھا۔ اور بعض گواہوں کی ہمراہی کا اُسے شعور تو تھا مگر اسے ہرگز یہ توقع نہیں ہوگی کہ وہ بھی اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ گواہوں میں وہ فرشتے شامل ہوں گے جو ہمیشہ آدمی کے ساتھ رہتے اور اُس کی ایک ایک حرکت نوٹ کرتے ہیں۔ آدمی کے اپنے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضائے بدن بھی ان گواہوں میں شامل ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝ ﴾

''اور (اے نبی!) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے (نازل شدہ) قرآن میں سے جو کچھ بھی پڑھتے ہیں اور تم لوگ جو بھی عمل کرتے ہو، اس وقت ہم تمھیں دیکھ رہے ہوتے ہیں جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو۔ اور آپ کے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز بھی چھپی نہیں ہوتی، زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی اس سے چھوٹی (چیز) اور نہ بڑی، مگر (وہ) واضح کتاب میں (درج) ہے۔'' [1]

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل میں سے اور اپنی تمام مخلوقات میں سے جسے چاہے گا،

[1] یونس 10:61.

گواہ کے طور پر لا کھڑا کرے گا۔ اس کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾

''پھر ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو اس امت پر گواہ بنائیں گے۔'' [1]

اور فرمایا:

﴿ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ﴾

''اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں گے، پھر ہم کہیں گے: تم (میرے ساتھ شرک کرنے پر) اپنی دلیل لاؤ۔'' [2]

مزید فرمایا:

﴿ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴾

''اور ہر نفس آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک شہادت دینے والا ہوگا۔'' [3]

گواہوں میں یہ مخلوقات بھی شامل ہوں گی

زمین: زمین بتائے گی کہ اس پر کیا کیا اعمال انجام دیے گئے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴾

''اس دن وہ (زمین) اپنے (خود پر گزرنے والے) حالات بیان کرے گی۔'' [4]

دن اور رات: دن اور رات میں جو اعمال انجام دیے گئے تھے، دن اور رات ان کے متعلق گواہی دیں گے۔

مال و متاع: آدمی کا مال و متاع یہ گواہی دے گا کہ آدمی نے اسے کیسے کمایا اور کہاں کہاں

[1] النسآء 41:4. [2] القصص 75:28. [3] قٓ 21:50. [4] الزلزال 4:99.

خرچ کیا۔

جب آدمی اپنے اعمال کا انکار کرے گا

قیامت کے روز بعض افراد اپنے ان اعمال کا انکار کریں گے جو انھوں نے انجام دیے تھے اور جو فرشتوں نے اعمال نامے میں تحریر کیے تھے۔ وہ بحث وتکرار پر اتر آئیں گے اور گواہوں کو جھٹلائیں گے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعضائے بدن کو قوت گویائی عطا کرے گا۔ تب ان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں ناک، کان اور جلد بول بول کر بتائیں گے کہ ان سے کیا کیا کام لیے گئے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۝﴾

”آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پیر گواہی دیں گے اس کی جو کچھ وہ کماتے تھے۔“ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز کافر اور منافق کو حساب کے لیے حاضر کیا جائے گا اور اسے اس کا اعمال نامہ کھول کر دکھایا جائے گا۔ وہ کہے گا: ”یارب! تیری عزت کی قسم! اس فرشتے نے جو کچھ لکھا ہے، وہ میں نے نہیں کیا۔ اس پر فرشتہ بول پڑے گا اور اس کافر ومنافق کو مخاطب کر کے کہے گا: ”اے! تو نے فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ یہ کام نہیں کیا تھا؟“ کافر ومنافق کہے گا: ”یارب! تیری عزت کی قسم! میں نے یہ کام نہیں کیا تھا۔“ یوں جب وہ اپنی تمام بداعمالیوں کا انکار کرے گا تو اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضائے بدن بول کر بتائیں گے کہ ان سے کیا کیا کام لیے گئے تھے۔ [2]

[1] یٰسٓ 65:36. [2] تفسير الطبري، يٰسٓ 65:36.

جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''بندہ (رب تعالیٰ سے مخاطب ہوکر) عرض کرے گا: ''یارب! کیا تو نے مجھے ظلم سے نجات نہیں دی؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''بالکل، نجات دی ہے۔'' بندہ عرض کرے گا: ''تو آج پھر میں اپنے متعلق کسی گواہ کو روا نہیں رکھتا مگر وہ جو مجھی سے ہو۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آج اپنے گواہ کے طور پر تُو خود ہی کافی ہے۔'' تب اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں کو حکم دیا جائے گا کہ بولو اور بتاؤ۔ وہ اس کا سارا کچا چھٹا کھول دکھائیں گے۔ بعد ازاں جب اس کے منہ سے مہر ہٹائی جائے گی تو وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے مخاطب ہوکر کہے گا: ''پھٹکی پڑے تم پر! (ارے!) تمھارا ہی تو میں دفاع کر رہا تھا۔'' [1]

جواب طلب امور

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ ﴾

''اور انھیں ٹھہراؤ، بلاشبہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔'' [2]

یوں قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال واقوال اور نیتوں کے متعلق پوچھ تاچھ کی جائے گی۔ اس ضمن میں جن باتوں کا ذکر کتاب وسنت میں آیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سب سے بڑا گناہ، شرک

اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہے، اس کے نزدیک سب سے بڑا اور ناقابل

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2969. [2] الصّٰفّٰت 37:24.

معافی جرم یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ سب اس کی مخلوق، اس کے بندے اور اس کے تابع فرمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرے گا۔ اس کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝ ﴾

''بے شک اللہ (یہ گناہ) نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے جھوٹ گھڑا اور بڑے گناہ کا کام کیا۔'' [1]

[1] النسآء 4:48.

خالق کو چھوڑ کر لوگ جن مخلوقات کی پوجا کرتے ہیں، قیامت کے روز وہ مخلوقات ان پجاریوں سے دور بھاگیں گی اور ان سے پنڈ چھڑائیں گی۔ اللہ تعالیٰ مشرکین سے نہایت سختی سے باز پرس کرے گا۔ اس کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝﴾

''اور ان سے کہا جائے گا: کہاں ہیں وہ جنھیں تم پوجتے تھے۔ اللہ کے سوا؟ کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟'' [1]

اور فرمایا:

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝﴾

''اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا، پھر وہ کہے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنھیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے؟'' [2]

جو مشرکین غیر اللہ کے نام پر قربانیاں اور نذر نیاز کرتے ہیں، اُن سے بھی باز پرس کی جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۗ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝﴾

''اور ہم نے انھیں جو رزق دیا ہے، اس میں سے ان (باطل معبودوں) کا حصہ ٹھہراتے ہیں جنھیں یہ جانتے بھی نہیں، اللہ کی قسم! تم سے تمھاری افترا پردازیوں کا ضرور سوال ہوگا۔'' [3]

[1] الشعرآء 26:92، 93. [2] القصص 28:74. [3] النحل 16:56.

جن لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا، ان سے بھی پوچھ تاچھ ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۞ ﴾

''اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا تو وہ کہے گا: تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ پھر اس دن ان پر خبریں پیچیدہ ہو جائیں گی اور وہ ایک دوسرے سے سوال تک نہ کر سکیں گے۔'' [1]

اعمال دنیا کے متعلق سوالات

آدمی نے دنیا میں جو اچھے برے کام کیے تھے، ان کے متعلق اس سے باز پرس کی جائے گی۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۞ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ ﴾

''چنانچہ آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور باز پرس کریں گے۔ ان عملوں کی جو وہ کرتے تھے۔'' [2]

رسولوں سے ان کی اقوام کے متعلق پوچھا جائے گا اور اقوام سے ان کے رسولوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ ﴾

''چنانچہ ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے۔'' [3]

[1] القصص 28:65، 66. [2] الحجر 15:92، 93. [3] الأعراف 7:6.

ارشادِ نبوی ہے: ''قیامت کے دن کسی بندے کے قدم (اپنی جگہ سے) نہیں ہٹیں گے تاآنکہ اس سے چار باتوں کے متعلق پوچھ لیا جائے گا۔ یہ کہ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی۔ اس کے پاس جتنا علم تھا، اس کے مطابق کیا عمل کیا۔ روپیہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ بدن کیسے کاموں میں کھپایا۔'' [1]

نعمتوں کے متعلق پوچھ تاچھ

عالی شان گھر، لمبی چوڑی گاڑیاں، لذیذ اشیائے خورونوش، خوشنما لباس، نوکر چاکر، ٹھنڈا میٹھا پانی، گھنے سائے، گہری نینداور بیماریوں سے محفوظ شاداب بدن۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی

[1] جامع الترمذي، حديث: 2416.

نعمتیں ہیں۔ان نعمتوں کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴾

''پھر اس دن تم سے نعمتوں کی بابت ضرور سوال کیا جائے گا۔'' [1]

ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے روز آدمی سے نعمتوں کے متعلق سب سے پہلے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا ہم نے تمھیں تندرستی عطا نہیں کی تھی اور کیا ہم نے تمھیں ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا۔'' [2]

یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو حقیر نہ جانے۔ایک صاحب نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا ہم فقرائے مہاجرین میں سے نہیں ہیں۔

انھوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں؟ ان صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔

[1] التكاثر 8:102. [2] جامع الترمذي، حديث: 3358.

آپ نے پوچھا کہ آپ کے پاس رہنے کو گھر ہے؟ ان صاحب نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''پھر تو آپ امیر آدمی ہیں۔'' ان صاحب نے کہا: میرا تو ایک خادم بھی ہے۔ فرمایا: ''پھر تو آپ بادشاہ ہیں۔'' (آپ کو اور کیا چاہیے۔ آپ کہاں کے غریب ہیں۔) [1]

سماعت و بصارت اور عقل کے متعلق سوال

آدمی سے سماعت و بصارت اور عقل کے متعلق بھی پوچھا جائے گا کہ اس نے ان قوتوں کو کن مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝﴾

''اور جس بات کا آپ کو علم ہی نہیں اس کے پیچھے نہ لگیں، بے شک کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک کی بابت سوال کیا جائے گا۔'' [2]

قتادہ کا قول ہے: ''اگر تم نے کچھ نہیں دیکھا تو یہ مت کہو کہ دیکھا ہے۔ اگر تم نے کچھ نہیں سنا تو یہ مت کہو کہ سنا ہے۔ اگر تم کو علم نہیں تو یہ مت کہو کہ مجھے علم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کے متعلق تم سے پوچھے گا۔'' [3]

[1] صحيح مسلم، حديث: 2979. [2] بنيٓ إسرآءيل17:36. [3] تفسير ابن كثير، بنيٓ إسرآءيل17:36.

سب سے پہلے کس امت کا حساب کیا جائے گا؟

قیامت کے روز لوگ نہایت خوف و دہشت کی حالت میں حساب کے منتظر ہوں گے۔ نہایت طویل دن، ناقابل بیان گرمی، نچڑتے پسینے، پگھلتے بدن۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کی امت کا حساب ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے: ''ہم آخری امت ہیں لیکن ہمارا حساب سب سے پہلے ہوگا۔ کہا جائے گا: ''اَن پڑھ امت اور اس کا نبی کہاں ہیں؟'' یوں ہم آخری بھی ہیں اور اولین بھی۔'' [1]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''دنیا میں ہم آخری ہیں اور قیامت کے روز اولین ہوں گے۔ تمام لوگوں سے پہلے ہمارا حساب بے باق کیا جائے گا۔'' [2]

[1] سنن ابن ماجه، حديث:4290. [2] صحيح مسلم، حديث:855.

سب سے پہلے کیا معاملہ نمٹایا جائے گا؟

کسی انسان کا ناحق خون کر دینا بہت بڑا جرم ہے۔ دور حاضر میں جدید اور استعمال میں نہایت آسان ہتھیاروں کی دستیابی نے اس جرم کی شرح میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''قیامت قائم نہیں ہوگی تا آنکہ ہرج بڑھ جائے گا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟'' فرمایا: ''قتل وغارت۔'' [1]

انسانی جان کی قدر و قیمت اسلام کے نزدیک بہت زیادہ ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔'' [2]

آپ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''ایک آدمی دوسرے آدمی کا ہاتھ پکڑے اللہ تعالیٰ کے حضور آئے گا اور عرض کرے گا: ''یا رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا۔'' اللہ تعالیٰ اِس سے فرمائے گا: ''کیوں قتل کیا تھا تم نے اسے؟'' پھر اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائے گا: ''تم نے اسے اس لیے قتل کیا تھا کہ ساری عزت تمھاری ہو جائے۔ لیکن وہ تو میری ہے۔'' ایک اور آدمی دوسرے آدمی کا ہاتھ پکڑے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوگا اور عرض کرے گا: ''رب کریم! اس نے مجھے قتل کیا تھا۔'' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''کیوں قتل کیا تھا تم نے اسے؟'' پھر اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائے گا: ''تم نے اِسے اِس لیے قتل کیا تھا کہ ساری عزت فلاں کی ہو جائے! لیکن وہ تو میری ہے۔'' تب وہ آدمی جس نے قتل کیا تھا، اس سنگین جرم کی سزا پائے گا۔'' [3]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6037، و صحيح مسلم، حديث: 157. [2] صحيح البخاري، حديث: 6864، و صحيح مسلم، حديث: 1678. [3] سنن النسائي، حديث: 4002.

یوں آدمی کو چاہیے کہ ناحق خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگے۔ لڑائی جھگڑے سے کوسوں دور بھاگے۔ غصے میں خود پر قابو رکھے اور اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت مانگتا رہے۔

حقوق کے حوالے سے پوچھ گچھ

حق سے مراد وہ واجبی عمل ہے جو آدمی کو کسی کے لیے انجام دینا ہوتا ہے۔ حقوق کے سلسلے میں پہلا درجہ حقوق اللہ کا ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی تمام انسانوں پر واجب ہے۔ دوسرے درجے میں انسانوں کے باہمی حقوق آتے ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی بھی بے حد ضروری ہے کیونکہ یہ حقوق بھی اللہ تعالیٰ ہی کے مقرر فرمودہ ہیں۔

حقوق اللہ

انسانوں کے ذمے اللہ تعالیٰ کا پہلا واجب الادا حق یہ ہے کہ انسان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ انسانی اعمال میں اللہ تعالیٰ کا دوسرا اہم حق یہ ہے کہ انسان اس کے لیے نماز ادا کریں۔ انسانی اموال میں اللہ تعالیٰ کا حق

یہ ہے کہ وہ اپنے اموال کی زکاۃ ادا کریں۔ روزہ، حج اور دیگر عبادات بھی اللہ تعالیٰ کے حقوق میں شامل ہیں۔ قیامت کے روز عبادات میں سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائے گا۔ ارشاد نبوی ہے:

''قیامت کے دن انسانی اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ نماز کا معاملہ ٹھیک رہا تو آدمی فلاح پائے گا۔ اور اگر نماز کا معاملہ خراب نکلا تو وہ خائب و خاسر ہوگا۔ فرض نمازوں میں اگر کمی رہے گی تو رب تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: ''ذرا دیکھو تو کہ میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں۔'' چنانچہ فرائض میں جو کمی رہ گئی تھی، وہ نوافل سے پوری کر دی جائے گی۔ باقی اعمال کا حساب بھی پھر اسی کے مطابق ہوگا۔'' [1]

آپ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''قیامت کے روز لوگوں کے اعمال میں سب سے پہلے

[1] جامع الترمذي، حديث: 413، و سنن النسائي، حديث: 466.

نماز کا حساب لیا جائے گا۔ ہمارا رب اپنے فرشتوں سے کہے گا: ''میرے بندے کی نمازیں دیکھو کہ پوری ہیں یا کم ہیں۔'' چنانچہ اگر تو وہ پوری ہوئیں تو پوری ہی لکھ دی جائیں گی۔ اگر کچھ کم رہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: ''کیا میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں۔'' اگر نوافل ہوئے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میرے بندے کے فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دو۔'' بعدازاں باقی اعمال کا حساب کیا جائے گا۔'' [1]

حقوق العباد

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے باہمی حقوق بھی مقرر کیے ہیں جو انھیں ادا کرنے ہوتے ہیں۔ والدین کے حقوق اولاد کو پورے کرنے ہوتے ہیں اور اولاد کے حقوق والدین کو پورے کرنے ہوتے ہیں۔ پڑوسی کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں جن کی پاسداری میاں بیوی دونوں کے لیے ضروری ہے۔ اور تو اور اللہ تعالیٰ نے جانوروں اور پودوں کے بھی حقوق مقرر کیے ہیں۔

حقوق العباد میں سب سے پہلے خون کا حساب لیا جائے گا۔ مطلب یہ کہ اگر کسی آدمی کو قتل کیا گیا تھا یا اسے مارا گیا تھا اور اس کا خون بہ پڑا تھا یا اُس کا سر پھوڑا گیا تھا، حقوق العباد میں سب سے پہلے ان معاملات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔'' [2]

جو آدمی لوگوں کو پیٹتا ہے

جو آدمی لوگوں پر ظلم وستم ڈھاتا ہے اور انھیں زدوکوب کرتا ہے، قیامت کے روز اس سے

[1] سنن أبي داود، حديث: 864، و المستدرك للحاكم: 1/262. [2] صحيح البخاري، حديث: 6533، و صحيح مسلم، حديث: 1678.

قصاص لیا جائے گا۔

ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے کسی کو از راہ ظلم کوڑے سے مارا، قیامت کے دن اس سے قصاص لیا جائے گا۔'' [1]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''جو آدمی اپنے غلام کو مارے گا، قیامت کے دن اس سے قصاص لیا جائے گا۔'' [2]

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ نے گھر میں کام کاج کرنے والی خادمہ کو یاد فرمایا۔ وہ نہ آئی تو آپ کو غصہ آیا۔ غصے کے آثار چہرۂ اقدس پر نمایاں ہوئے۔ میں دوڑی۔ حجروں میں دیکھا بھالا۔ وہ لڑکی ایک جگہ کسی جانور سے کھیل رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا: ''تم یہاں اس جانور سے کھیل رہی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں بلا رہے ہیں۔'' وہ حاضر خدمت ہوئی اور کہنے لگی: ''قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں آپ کی آواز نہیں سن پائی تھی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر قصاص کا ڈر نہ ہوتا تو میں تمھیں اس مسواک سے مارتا۔'' [3]

مقروض

لوگوں کے حقوق ضائع نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا ادنیٰ سے ادنیٰ حق بھی دلواتا ہے۔ وہ مقروض جو مرنے سے پہلے لوگوں کا قرض ادا نہیں کر پاتا، قیامت کے روز قرض خواہ اس کی اتنی ہی نیکیاں حاصل کر لیں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی اس حالت میں مرا کہ اس پر دینار و درہم کا قرض تھا، وہ قرض اس کی نیکیوں سے پورا کیا جائے گا کیونکہ وہاں دینار و درہم تو نہیں ہوں گے۔'' [4]

[1] السنن الکبریٰ للبیهقي: 8/45. [2] مسند البزار: 4/236، صحیح لغیره. [3] (ضعیف) مسند أبي یعلی الموصلي: 12/373، و ضعیف الترغیب والترهیب، حدیث: 1379. [4] سنن ابن ماجه، حدیث: 2414.

جوآدمی لوگوں پر تہمت لگاتا ہے

تہمت سے مراد یہاں زنا کی تہمت ہے۔ مطلب یہ کہ جوآدمی لوگوں پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، قیامت کے روز اس سے قصاص لیا جائے گا۔ جوآدمی اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، اگر وہ جھوٹا ہے تو قیامت کے روز اس کے حد قذف لگائی جائے گی۔ ارشاد نبوی ہے: ''جس آدمی نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی، اگر وہ جھوٹا ہے تو قیامت کے روز اسے حد قذف لگائی جائے گی۔'' [1]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''جس نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی جبکہ غلام اس سے بری تھا، قیامت کے روز اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔'' [2]

جوآدمی کمزوروں پر مسلّط ہوتا ہے

جوآدمی اپنی قوت وطاقت، مال ودولت یا عہدے کے بل پر کمزوروں کو ظلم وستم کا نشانہ بناتا ہے، ان کے حقوق پہ ڈاکا ڈالتا اوران کی اشیاء چھین لیتا ہے، قیامت کے روز اس سے بھی قصاص لیا جائے گا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرے دو غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں۔ میری امانت میں خیانت کرتے اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں انھیں برا بھلا کہتا اور مارتا ہوں۔ میرا یہ عمل کیسا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''انھوں نے تمھاری امانت میں جتنی خیانت کی ہے، تمھاری جتنی نافرمانی کی اور تم سے جتنا جھوٹ بولا اور تم نے انھیں جتنی سزا دی، قیامت کے دن ان سب کا حساب کیا جائے گا۔ اگر تمھاری عائد کردہ سزا ان کے گناہوں کے برابر ہوئی تو ٹھیک، تم سے کچھ باز پرس نہ ہوگی۔ تمھاری دی ہوئی سزا ان کے گناہوں سے کم نکلی تو تمھاری نیکیوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور جو تمھاری دی ہوئی

[1] صحيح مسلم، حديث: 1660. [2] صحيح البخاري، حديث: 6858.

سزا ان کے گناہوں سے زیادہ ہوئی تو جتنی سزا زیادہ ہوئی، تم سے اس قدر قصاص لیا جائے گا۔''

یہ سن کر وہ آدمی ایک طرف ہٹ گیا اور زار و قطار رونے لگا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا کتاب اللہ نہیں پڑھتے؟'':

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۗ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝﴾

''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (عمل) ہوگا تو ہم اسے (تولنے کے لیے) لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔'' [1]

وہ آدمی کہنے لگا: ''یارسول اللہ! مجھے تو عافیت کی یہی راہ دکھائی دیتی ہے کہ میں ان دونوں کو آزاد کر دوں۔ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ دونوں آزاد ہیں۔'' [2]

ظلم کی سنگینی کا جب یہ عالم ہے تو ہمیں ظلم سے ضرور بچنا چاہیے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''ظلم سے بچو۔ قیامت کے روز ظلم تاریکیاں بن جائے گا۔'' [3]

وضاحت طلب مسئلہ

قیامت کے روز آدمی سے قصاص کس طرح لیا جائے گا؟

جواب اس کا یہ ہے کہ مظلوم ظالم کی نیکیاں حاصل کرے گا۔ ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی یا ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کے گناہ اس کے سر لاد دیے جائیں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جس

[1] الأنبيآء 21:47. [2] جامع الترمذي، حديث: 3165، ومسند أحمد: 6/280. [3] صحيح مسلم، حديث: 2578.

آدمی نے کسی پراس کی عزت کے یا کسی بھی حوالے سے ظلم کیا ہے، وہ اس سے آج ہی تصفیہ کرا لے۔ اُس سے پہلے کہ دینار و درہم نہیں ہوں گے۔ ظالم نے اگر کوئی نیکی کی تھی تو ظلم کے بدلے میں اس سے وہ نیکی لے لی جائے گی۔ اگر اس نے کوئی نیکی نہیں کی تھی تو مظلوم کے گناہ اُس کے سر لاد دیے جائیں گے۔'' [1]

جانوروں کے حقوق

اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا ایک یہ بھی پہلو ہے کہ اس نے جانوروں کے بھی حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ انسان تو انسان ہیں، قیامت کے روز جانوروں کی باہمی مار پیٹ کا بھی حساب برابر کیا جائے گا۔ ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے روز حقداروں کو ان کے حقوق ضرور ہی دیے جائیں گے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری کو بھی قصاص دلوایا جائے گا۔'' [2]

کسی آدمی نے اگر کسی جانور کو ایذا دی تھی تو قیامت کے دن اسے بھی سزا دی جائے گی۔ ارشاد نبوی ہے: ''ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اس نے بلی کو قید میں رکھا تا آنکہ وہ ہلاک ہوگئی۔ یوں وہ عورت اس بلی کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ قید میں نہ تو اس نے بلی کو کچھ کھلایا پلایا، نہ اسے چھوڑا ہی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔'' [3]

یوں اللہ تعالیٰ جو بے انتہا عادل و منصف ہے، انسانوں کے جھگڑے نمٹائے گا۔ مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلوائے گا۔ کمزور کو طاقتور سے بدلہ دلوائے گا۔ ہر ایک کو وہاں انصاف ملے گا۔ ہر ایک کا حق ادا کیا جائے گا۔

[1] صحيح البخاري، حديث:2449. [2] صحيح مسلم، حديث:2582. [3] صحيح البخاري، حديث:2365، و صحيح مسلم، حديث:2242.

روزِ قیامت، سب سے بڑی عدالت کے گواہ

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جب جلوہ افروز ہوگا تو روئے ارض اس کے نور کی تابانی سے چمک اٹھے گا۔ تب مقدمات پیش کیے جائیں گے۔ انبیاء اور شہداء کو حاضر کیا جائے گا۔ اس روز سب سے پہلے تو خود اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی گواہی دے گا کیونکہ وہ ان کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے واقف ہے۔ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اللہ اس پر گواہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔'' [1]

ہمارے نبی ﷺ اور آپ کی امت دوسری امتوں کی گواہی دیں گے

رحمت الٰہی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے انبیاء مبعوث فرمائے۔ مختلف اقوام کی طرف مختلف رسول آئے۔ بعض اقوام نے اپنے رسولوں کی بات مانی، اللہ کا پیغام قبول کیا اور ہدایت کی راہ اپنائی۔ بعض اقوام نے رسولوں کو جھٹلایا اور خود کو اللہ کی راہ سے بھٹکایا۔ قیامت کے روز تمام امتیں اور ان کے رسول، اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''چنانچہ ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے۔'' [2]

اس روز جب مختلف قومیں اس امر کا انکار کریں گی کہ ان کے رسولوں نے انھیں پیغام

[1] آل عمرٰن 3:98. [2] الأعراف 7:6.

الٰہی پہنچایا تھا تو ایسے میں ہمارے نبی ﷺ اور آپ کی امت گواہی دیں گے کہ رسولوں نے پیغامِ الٰہی بے کم وکاست پہنچایا تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾

''تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔'' [2]

[1] البقرة 2:143.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ''کیا تم نے میرا پیغام پہنچایا تھا؟'' وہ عرض کریں گے: ''جی ہاں۔'' ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ اس نے تمھیں میرا پیغام پہنچایا تھا۔ وہ کہیں گے کہ ہمیں تو کسی نے انتباہ نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا: ''تمھارا گواہ کون ہے؟'' وہ عرض کریں گے: ''محمد (ﷺ) اور ان کی امت۔'' چنانچہ تم لوگ گواہی دو گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام الٰہی پہنچایا تھا۔ اس آیت کا بھی یہی مطلب ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

''اور (جیسے تمھیں ہدایت دی) اسی طرح ہم نے تمھیں افضل اُمت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔''[1] (البقرة 2:143)

وَسَطٌ سے مراد یہاں عَدْلٌ ہے۔ جس کے معنیٰ ''انصاف پرور'' کے ہیں۔ یوں قیامت کے دن امت محمدیہ لوگوں کی گواہی دے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ امت محمدیہ تمام انبیاء کی گواہی کے فرائض انجام دے گی۔ ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے دن ایک نبی آئے گا جس کے ہمراہ اس کا ایک ہی پیروکار ہو گا۔ ایک اور نبی آئے گا جس کے ہمراہ دو پیروکار ہوں گے۔ بعض انبیاء کے ساتھ اس سے زیادہ پیروکار ہوں گے۔ ایک نبی کی قوم کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ''کیا اس آدمی نے تمھیں پیغامِ الٰہی پہنچایا تھا؟'' قوم کے لوگ کہیں گے کہ نہیں۔ اس نبی سے پوچھا جائے گا: ''تمھاری گواہی کون دیتا ہے؟'' نبی عرض کرے گا: ''محمد (ﷺ) اور اُن کی امت۔'' چنانچہ محمد ﷺ کی امت کو آواز دی جائے گی۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 4487، و مسند أحمد: 3/58.

ان سے کہا جائے گا: ''کیا اس نبی نے پیغام الٰہی پہنچایا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''جی ہاں۔'' اللہ تعالیٰ کہے گا: ''تمھیں کیا پتہ؟'' امتِ محمدیہ کے لوگ عرض کریں گے: ''ہمارے نبی نے ہمیں بتایا تھا کہ رسولوں نے پیغام الٰہی پہنچایا تھا۔ ہم نے اپنے نبی کی بات کو سچ مانا تھا۔'' [1]

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ بھی گواہی دیں گے

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ گواہی دیں گے کہ انھوں نے امت کو پیغام الٰہی پہنچادیا تھا، قرآنی آیات انھیں نہایت وضاحت سے سمجھا دی تھیں، ہر بھلائی کی طرف ان کی رہنمائی کردی تھی اور ہر برائی کے متعلق انھیں انتباہ کردیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾

''پھر ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو اس امت پر گواہ بنائیں گے؟'' [2]

مزید فرمایا:

﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

''اور رسول تم پر گواہ ہوں۔'' [3]

ہمارے نبی ﷺ اپنی امت پر اتنا رحم کھاتے تھے اور اپنی امت سے اتنی محبت کرتے تھے کہ جب آپ کے سامنے اس امر کا ذکر ہوا کہ آپ قیامت کے روز اپنی امت کے متعلق گواہی دیں گے تو آپ رو دیے تھے۔ روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''مجھے (قرآن مجید) پڑھ کر

[1] مسند أحمد: 58/3، وسنن ابن ماجه، حديث: 4284. [2] النسآء 4:41. [3] البقرة 2:143.

سناؤ۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں آپ کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤں جبکہ وہ آپ ہی پر نازل ہوا؟''

فرمایا: ''ہاں، میں چاہتا ہوں کہ کسی اور سے بھی اس کی تلاوت سنوں۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نساء کا آغاز کیا۔ جب اس آیت پر پہنچے:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾

''پھر ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو اس امت پر گواہ بنائیں گے؟''[1]

تو آپ نے فرمایا: ''بس کرو۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے تلاوت روک دی اور حضور کے چہرۂ انور پر نگاہ کی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے جو مبارک آنسو بہائے وہ کتنے رقت انگیز آنسو

[1] النسآء 4:41. [2] صحيح البخاري، حديث: 5050، و صحيح مسلم، حديث: 800.

تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اچھے اچھے کام کریں تا کہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں تو وہ ہم سے راضی ہو اور نبی کریم ﷺ بھی ہمیں دیکھ کر خوش ہوں۔

ہر رسول اپنی امت کے متعلق گواہی دے گا

نبی کریم ﷺ جب اپنی امت کے متعلق گواہی دیں گے تو باقی تمام انبیاء و رسل بھی اپنی اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں گے کہ انھوں نے اپنی امتوں کو پیغامِ الٰہی پہنچا دیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ﴾

''اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں گے، پھر ہم کہیں گے: تم (میرے ساتھ شرک کرنے پر) اپنی دلیل لاؤ، پھر وہ جان لیں گے کہ بے شک سچی بات اللہ ہی کی ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو کچھ وہ جھوٹ گھڑتے تھے۔'' [1]

اِس آیت میں شہید سے مراد وہ رسول ہے جو ہر امت کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔

نگران فرشتے

اللہ تعالیٰ نے کچھ نگران فرشتے مقرر کیے ہیں جو سفر و حضر میں آدمی کے ہمراہ رہتے ہیں۔ آدمی کی کوئی ایک حرکت بھی ایسی نہیں جو ان کے دائرۂ تحریر میں آنے سے رہ جاتی ہے۔ وہ فرشتے چونکہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہیں، اس لیے قیامت کے روز انھیں گواہی دینے کے لیے بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[1] القصص 28:75.

﴿وَجِائَیۡ ءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ۝﴾

''اور انبیاء اور گواہ لائے جائیں گے۔'' [1]

اپنے متعلق انسان کی گواہی

قیامت کے روز انسان اپنے متعلق گواہی دیں گے۔ وہ اپنے اپنے اعمال کا اعتراف کریں گے۔ کافر اپنے کفر کا اعتراف کریں گے۔ گناہ گار اپنے گناہوں کا اقبال کریں گے۔ وہ انکار نہیں کر پائیں گے نہ جھوٹ بول پائیں گے کیونکہ گواہ بہت ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَشَهِدُوۡا عَلٰۤى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ ۝﴾

''اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ بے شک وہ کفر کرنے والے تھے۔'' [2]

زمین کی گواہی

انسانوں نے زمین پر جو افعال انجام دیے تھے، زمین ان کے متعلق گواہی دے گی۔ وہ گواہی دے گی کہ ہاں فلاں نے نماز پڑھی تھی۔ فلاں نے صدقہ کیا تھا۔ فلاں نے اللہ کے ڈر سے آنسو بہائے تھے اور اس کے آنسو میری سطح پر گرے تھے۔ فلاں نے جہاد کیا تھا۔ وہ یہ بھی گواہی دے گی کہ فلاں نے زنا کیا تھا۔ فلاں نے چوری کی تھی۔ ڈاکا ڈالا تھا۔ قتل کیا تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ۝﴾

''اس دن وہ اپنے (خود پر گزرنے والے) حالات بیان کرے گی۔ کیونکہ آپ کا رب اسے (یہی) حکم دے گا۔'' [3]

[1] الزمر 69:39. [2] الأنعام 130:6. [3] الزلزال 99:4، 5.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یہ آیت پڑھی:

﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ ﴾

''اس دن وہ اپنے (خود پر گزرنے والے) حالات بیان کرے گی۔'' [1]

اور فرمایا: ''جانتے ہو زمین کی خبریں کیا ہیں؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اللہ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔'' فرمایا: ''اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر آدمی اور ہر عورت کے اعمال کی گواہی دے گی۔ وہ بتائے گی کہ فلاں نے فلاں روز یہ کیا تھا۔ فلاں نے وہ کیا تھا۔ یہ ہیں زمین کی خبریں۔'' [2]

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: ''زمین سے احتیاط رکھو۔ یہ تمھاری ماں ہے۔ جو بھی اس پر اچھا یا برا عمل کرے گا، یہ اس کے متعلق خبر دے گی۔'' [3]

[1] الزلزال 99:4. [2] (ضعيف) جامع الترمذي، حديث: 2429. [3] (ضعيف) المعجم الكبير للطبراني: 5/65، و السلسلة الضعيفة، حديث: 6157.

اعضائے انسانی کی گواہی

وہ آنکھ جس سے آدمی دیکھتا ہے، وہ کان جس سے آدمی سنتا ہے، وہ ہاتھ جس سے آدمی پکڑتا ہے اور چھوتا ہے، وہ پاؤں جس سے آدمی چلتا ہے، یہ سب کے سب روزِ قیامت گواہی دیں گے۔ بلکہ آدمی کی جلد، پنڈلی، پیٹ، کمر اور ران بھی بول بول کر اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾

''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پیر گواہی دیں گے اس کی جو کچھ وہ کماتے تھے۔''[1]

مزید فرمایا:

﴿ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے خلاف ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔''[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ہنسے اور فرمایا: ''جانتے ہو میں کیوں ہنس رہا ہوں؟'' ہم نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔'' فرمایا: ''میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ بندہ اپنے رب کو مخاطب کر کے کہے گا: ''یارب! کیا تو نے مجھے ظلم سے نجات نہیں دی؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ہاں، بالکل۔'' بندہ کہے گا: ''تو آج پھر میں اپنے متعلق کسی گواہ کو روا نہیں رکھتا مگر وہ جو مجھی سے ہو۔'' اس پر رب تعالیٰ فرمائے گا: ''آج اپنے گواہ کے طور پر تُو خود ہی کافی

[1] یٰسٓ 65:36. [2] النور 24:24.

ہے۔'' تب اس کے منہ کو مہر بند کر دیا جائے گا اور اس کے ہاتھ پاؤں سے کہا جائے گا کہ بولو۔ چنانچہ وہ بول پڑیں گے اور اس کا تمام کچا چٹھا کھول ڈالیں گے۔ بعدازاں جب اس آدمی کے منہ سے مہر ہٹائی جائے گی تو وہ اپنے ہاتھ پاؤں کو مخاطب کر کے کہے گا: ''پھٹکی پڑے تم پر۔ (ارے!) تمھارا ہی تو میں دفاع کر رہا تھا۔'' [1]

صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ آدمی کی ران، اس کے بدن کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے فرمایا جائے گا کہ بولو اور بتاؤ کہ یہ کیا کرتا رہا ہے۔ چنانچہ اس کی ران، اس کے بدن کا گوشت اور اس کی ہڈیاں بول کر اس کا تمام کچا چٹھا کھول دیں گی۔ [2]

درختوں اور پتھروں کی گواہی

قیامت کے روز درخت اور پتھر بھی لوگوں کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ اشیاء قیامت کے روز مؤذن کے حق میں گواہی دیں گی۔ اذان ہی

[1] صحيح مسلم، حديث:2969. [2] صحيح مسلم، حديث:2968.

کی یہ فضیلت ہے کہ اس کو سننے والا ہر جن وانس، ہر درخت اور پتھر قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے، وہاں تک کی ہر شے قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گی۔'' [1]

آوازِ دوست

''اپنا احتساب کر لیجیے قبل اس سے کہ آپ کا احتساب کیا جائے۔ اپنے اعمال کا جائزہ لیجیے قبل اس سے کہ آپ کے اعمال کا جائزہ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی پیشی کے لیے تیاری کر لیجیے۔''

[1] صحيح البخاري، حديث: 609.

ترازو (میزان)

یوم محشر کے اختتام پر ترازو نصب کی جائے گی جس پر تمام انسانوں کے اعمال جانچے جائیں گے۔ یہ جانچ پڑتال جزا دینے کے لیے ہوگی۔ جانچ پڑتال کا یہ مرحلہ حساب کے بعد آئے گا کیونکہ حساب تو ہوگا یہ اندازہ جتانے کے لیے کہ اعمال کی اجرتیں کیا ہیں۔ اور ترازو میں وزن ہوگا یہ جانچنے کے لیے کہ خود اعمال کی مقدار کیا ہے تا کہ ان کے مطابق جزا دی جائے۔

کتاب اللہ میں ترازوئے قیامت کا ذکر آیا ہے۔ حدیث میں اس کا حلیہ بیان کیا گیا اور یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کیسے اعمال ترازو میں بھاری پڑیں گے اور کیسے ہلکے۔

ترازوئے قیامت کے شرعی دلائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوٰزِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۗ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝﴾

''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا

اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (عمل) ہوگا تو ہم اسے (تولنے کے لیے) لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔"[1]

ارشاد نبوی ہے: "دو کلمے زبان پر بہت ہلکے ہیں۔ ترازو میں بہت بھاری ہیں۔ الرحمٰن کو وہ دو کلمے بہت پسند ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ"[2]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلیوں کے متعلق فرمایا تھا: "یہ ترازو میں جبل احد سے زیادہ بھاری پڑیں گی۔"

ترازو کی شکل وصورت

آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ترازوئے قیامت حقیقی، حسی اور مرئی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ حقیقت میں موجود ہے۔ نظر آئے گی۔ حواسِ خمسہ سے محسوس کی جائے گی۔ ترازو کا ایک کانٹا اور دو پلڑے ہیں۔ پلڑوں پر اعمال رکھ کر تولے

[1] الأنبيآء 47:21. [2] صحيح البخاري، حديث: 7563، و صحيح مسلم، حديث: 2694.

جائیں گے تو وہ اوپر نیچے ہوں گے۔ ترازو کا حجم کتنا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تاہم اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت بڑی ترازو ہوگی۔ ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے دن ترازو نصب کی جائے گی۔ اگر اس میں آسمان وزمین بھی تولے جائیں تو وہ ان سے بھی بڑی نکلے۔'' [1]

نہایت نازک ترازو

وہ نہایت نازک ترازو ہوگی۔ معمولی سے معمولی بات کا بھی وزن کرے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾

''اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (عمل) ہوگا تو ہم اسے (تولنے کے لیے) لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔'' [2]

وضاحت طلب مسئلہ

ترازو کیا ایک ہی ہے یا کئی ترازوئیں ہیں؟

متعدد ترازوئیں ہوں گی۔ یا تو ہر آدمی کے لیے علیحدہ ترازو ہوگی یا پھر اہل ایمان کی الگ ترازو ہوگی اور کافروں کی الگ یا پھر ہر امت کی علیحدہ ترازو ہوگی۔ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ ترازوئیں کتنی ہوں گی، تاہم اس آیت: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ترازوئیں متعدد ہیں۔ لیکن آیت میں موازین سے مراد وہ چیزیں بھی ہوسکتی ہیں جن کا وزن کیا جائے گا۔

[1] المستدرك للحاكم: 4/629. [2] الأنبيآء 47:21.

ترازو میں کیا شے تولی جائے گی؟

کیا اعمال تولے جائیں گے؟ یا اعمال نامے؟ یا خود آدمی کو تولا جائے گا؟

اس امر کے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں، تاہم زیادہ درست قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ میزان میں اعمال، اعمال نامے اور خود صاحب اعمال تینوں کا وزن کیا جائے گا۔ یہ بات متعدد احادیث سے پتہ چلتی ہے۔

اعمال کا وزن

متعدد احادیث میں یہ ذکر آیا ہے کہ میزان میں اعمال تولے جائیں گے۔ ارشاد نبوی ہے: ''دو کلمے زبان پر بہت ہلکے ہیں۔ میزان میں بہت بھاری ہیں۔ وہ دو کلمے الرحمٰن کو بہت پسند ہیں! سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ ۔''[1]

ایک اور روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کلمۂ الحمدللّٰہ میزان کو بھر دے گا۔''[2]

ان احادیث میں نبی کریم ﷺ نے دو اذکار کا ذکر فرمایا جو زبان کے اعمال ہیں، اور بتایا کہ وہ ترازو میں بہت بھاری پڑیں گے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اعمال کا وزن کیا جائے گا اور بعض اعمال، دیگر اعمال کے مقابلے میں زیادہ وزنی ہوں گے۔

اعمال نامے کا وزن

حدیث میں آیا ہے کہ اعمال نامے کا بھی وزن کیا جائے گا۔ یہاں اس حدیث کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے جس میں کلمۂ شہادت والی پرچی کا ذکر ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے

[1] صحيح البخاري، حديث: 7563، و صحيح مسلم، حديث: 2694. [2] صحيح مسلم، حديث: 223.

دن میری امت کے ایک فرد کو بر سر عام بلایا جائے گا۔ اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے۔ ہر رجسٹر اس کی حد نگاہ تک پھیلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ (اس سے) فرمائے گا: ''کیا تم ان میں سے کسی عمل کا انکار کرتے ہو؟'' وہ عرض کرے گا: ''نہیں، اے میرے رب!'' اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: ''کیا میرے مقرر کردہ فرشتوں نے تم سے کچھ زیادتی تو نہیں کی؟'' وہ آدمی عرض کرے گا: ''نہیں، اے میرے رب!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''کیا تمھارا کچھ عذر ہے؟ کیا تمھاری کوئی نیکی ہے؟'' وہ آدمی گھبرا جائے گا اور کہے گا: ''نہیں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''بالکل ہے۔ ہمارے پاس تمھاری ایک نیکی ہے۔ آج تم پر ظلم نہیں ہوگا۔'' تب ایک پرچی نکالی جائے گی جس پر کلمۂ شہادت (أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَأَنَّ مُحَـمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُـولُـهُ) مرقوم ہوگا۔ وہ شخص عرض کرے گا: ''یارب! ان بڑے بڑے سیاہ ناموں کے مقابلے میں بھلا اس پرچی کی کیا حیثیت!'' رب تعالیٰ فرمائے گا: ''تم پر قطعی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' چنانچہ ترازو کے ایک پلڑے میں وہ سیاہ نامے رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں

أَشْهَدُ أَنْ لَّا
إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

وہ پرچی۔ وہ بڑے بڑے رجسٹر ہلکے پڑ جائیں گے اور ان کے مقابلے میں وہ پرچی بھاری پڑ جائے گی کیونکہ اللہ کے نام کے مقابل کوئی شے بھاری نہیں پڑ سکتی۔'' [1]

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعمال ناموں کا بھی وزن کیا جائے گا۔

اہم نکتہ

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ جنت میں داخلے کا باعث ہے

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جو آدمی توحید پر قائم رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ایسی خطائیں معاف کر دیتا ہے جو اُسے دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتیں۔ وہ اعمال جو آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں، توحید کے منافی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کلمۂ توحید کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں: جس نے

لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا، وہ تو جنت میں جائے گا۔ امام صاحب نے فرمایا: ''جس نے لا الٰہ الا اللہ

[1] جامع الترمذي، حديث:2639، و سنن ابن ماجه، حديث:4300.

کہا، اس کے حقوق ادا کیے اور اس کے واجبات میں کوتاہی نہ برتی، وہ جنت میں جائے گا۔''

یوں کلمۂ لا الٰہ الا اللہ جنت میں داخلے اور جہنم سے نجات کا سبب تو ہے تاہم سبب اسی وقت فائدہ دیتا ہے جب اس کی شرائط پوری کی جائیں اور جو باتیں اس کے منافی ہیں، ان سے کلی اجتناب کیا جائے۔ منافقین بھی تو لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے۔ لیکن یہ کلمہ انھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ وہ جہنم کے نچلے گڑھے ہی میں جائیں گے کیونکہ انھوں نے محض زبان سے یہ کلمہ کہا تھا، دل سے اس کا اعتقاد نہیں رکھا تھا، نہ اس کے مطابق عمل کیا تھا۔

بعض صورتوں میں خود صاحب اعمال کا بھی وزن کیا جائے گا

بعض صورتوں میں خود آدمی کو ترازو میں رکھ کر تولا جائے گا۔ اس کے اچھے یا برے اعمال کے مطابق اس کا وزن بھاری یا ہلکا پڑے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ راستے میں ایک بڑا درخت آیا تو آپ ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ درخت پر چڑھو اور مسواک اتارو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ چھریرے بدن کے ہلکے پھلکے آدمی تھے۔ درخت پر چڑھ کر مسواک اتار رہے تھے کہ ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ تہبند کا پلو ذرا سا اڑا تو ان کی پنڈلیاں دکھائی دیں۔ وہاں موجود سب لوگ ان کی باریک پنڈلیاں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''ہنستے کیوں ہو؟ ابن مسعود کی باریک پنڈلیاں دیکھ کر؟ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ باریک باریک پنڈلیاں ترازو میں جبل احد سے بھی زیادہ بھاری پڑیں گی۔''[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی باریک پنڈلیاں ترازو میں بھاری پڑیں گی کیونکہ وہ صاحبِ

[1] مسند أحمد:420/1.

ایمان تھے۔ ترازو میں ایمان ہی بھاری پڑے گا۔ آدمی بہت بھاری بھرکم اور بڑا قوی الجثہ ہو لیکن اس میں ایمان نہ ہوا تو میزان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے روز عظیم الجثہ اور نہایت موٹا آدمی آئے گا جس کا وزن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔'' پھر فرمایا: ''چاہو تو یہ آیت پڑھ لو'':

﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾

''ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔''[1] (الکھف 105:18)

اعمال کے وزن کے مطابق آدمی کا انجام

قیامت کے روز آدمی کے انجام کا تمام تر دار و مدار اعمال کے وزن پر ہوگا۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری رہا، وہ جنت میں جائے گا اور جس کی برائیوں کا پلڑا بھاری رہا، وہ جہنم کا مستحق قرار پائے گا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے گناہ گار کو معاف کر دے گا یا سفارشی اس کی سفارش کر دیں گے تو وہ نجات پائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝﴾

''اور اس دن (اعمال کا) وزن کیا جانا برحق ہے، پھر جس شخص کے (نیک اعمال کے) وزن بھاری ہو گئے، تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جس شخص کے (نیک اعمال کے) وزن ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ بے انصافی کرتے تھے۔''[2]

[1] صحيح البخاري، حديث:4729، و صحيح مسلم، حديث:2785. [2] الأعراف 7:8، 9.

وضاحت طلب مسئلہ

جس کی نیکیوں اور برائیوں کے پلڑے برابر رہے، اس کا انجام کیا ہوگا؟

جواب اس کا یہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوئیں وہ اہل اعراف میں شامل ہوگا۔ اہل اعراف کو جنت اور جہنم کے درمیان جگہ میسر آئے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ﴾

''اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک (جنتی ودوزخی) کو ان کی خاص علامتوں سے پہچانتے ہوں گے۔''[1]

اہل اعراف کا فیصلہ ملتوی کر دیا جائے گا۔ جب اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے اور اہل دوزخ، دوزخ میں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اہل اعراف کو شفاعت میں داخل کرے گا۔ یوں وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

''اور ان دونوں (گروہوں) کے درمیان پردہ ہوگا اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک (جنتی ودوزخی) کو ان کی خاص علامتوں سے پہچانتے ہوں گے اور وہ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، اعراف والے (ابھی) جنت میں داخل نہ

[1] الأعراف 46:7.

ہوئے ہوں گے جب کہ وہ اس کی امید رکھتے ہوں گے۔ اور جب ان کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کر۔'' [1]

کافروں کے اعمال

اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے ساتھ ہرگز ناانصافی نہیں کرے گا، چاہے وہ آدمی مسلمان ہوگا، چاہے کافر۔ ہر ایک اپنے اچھے یا بُرے اعمال کی جزا و سزا پائے گا۔ کافروں کے اعمال بھی تولے جائیں گے لیکن وہ ترازو کے پلڑوں میں ہلکے پڑیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾

''یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا،

[1] الأعراف 7:46، 47.

چنانچہ ان کے اعمال برباد ہو گئے، لہٰذا روزِ قیامت ہم ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔'' [1]

تاہم کافروں کے اعمال کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم کے اعمال میں سرکشی، جور و جبر، ظلم و ستم اور فساد فی الارض شامل ہے۔ یہ تو مطلق طور پر بُرے کام ہیں۔ جو آدمی یہ کام کرتا ہے، وہ ان کے بدلے میں کسی بھلائی یا ثواب کی امید نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے جرائم کو ظلمات (اندھیرے) قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ ﴾

''یا (کافروں کے اعمال) گہرے سمندر میں اندھیروں کی طرح ہیں، جسے ایک موج ڈھانپتی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو، (غرض) اوپر تلے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہوں، جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا نہیں کہ اسے دیکھ سکے اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لیے (کہیں بھی) کوئی نور نہیں۔'' [2]

دوسری قسم کے اعمال میں وہ اعمال شامل ہیں جنھیں انجام دے کر کافر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ انھیں اللہ کے ہاں سرخرو کریں گے۔ مثال کے طور پر وہ صدقہ خیرات کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مظلوم کی مدد کرتے ہیں۔ انسانوں کے لیے مفید ایجادات کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسے منفعت بخش کام انجام دیتے ہیں انھیں دنیا ہی میں ان کا بدلہ دے دیا جاتا ہے۔ مثال کے

[1] الکھف 18:105. [2] النور 24:40.

طور پر ان کے مال و دولت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دل کو اطمینان و سکون ملتا ہے۔ بیماریوں سے شفا مل جاتی ہے۔ تاہم یہ اعمال آخرت میں انھیں کچھ فائدہ نہیں دیں گے کیونکہ قبولیت عمل کی پہلی شرط ایمان باللہ ہے۔ اتنی بات البتہ ضرور ہے کہ جو کافر اچھے کام کرتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے، دونوں برابر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والے کافر کو دنیا میں بدلہ دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''جو شخص دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے تو ہم انھیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ اسی (دنیا) میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انھوں نے اس (دنیا) میں کیا تھا اور جو عمل وہ کرتے رہے، ضائع ہو گئے۔'' [1]

وہ کافر جو اچھے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی متعدد مثالیں بیان فرمائی ہیں:

کافروں کے اچھے اعمال سراب کے مانند

وجہ اس کی یہ ہے کہ کافر اچھا کام کر کے یہ سمجھتا ہے کہ وہ کام اسے آخرت میں فائدہ دے گا، حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح جیسے پیاسا سخت گرمی کے موسم میں دور نظر آنے والے سراب کو پانی سمجھتا ہے جبکہ وہ پانی نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝﴾

[1] هود 11: 15، 16.

"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال چٹیل میدان میں ریت کی طرح ہیں، پیاسا اس (ریت) کو پانی سمجھتا رہا حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے وہاں کچھ بھی نہ پایا اور اللہ کو اپنے پاس پایا، پھر اللہ نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔"[1]

تصویری نوٹ

قرآن مجید نے جس طرح سراب کا نقشہ کھینچا ہے اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ تصویر نہایت توجہ اور احتیاط سے اتاری گئی ہے۔ یہ صحرا کا منظر ہے۔ عین دوپہر کا وقت ہے۔ کڑی دھوپ چھائی ہے۔ حد نگاہ تک آبی سطح نظر آ رہی ہے۔ یہ دراصل پانی نہیں، پانی کی موہوم تصویر ہے جو زمین کے قریب گرم ہوا کی لہروں پر سورج کی کرنوں کے انعکاس سے پیدا ہوئی ہے۔ ہوا چونکہ متحرک ہے، اس لیے موہوم آبی سطح پانی کی طرح جھومتی دکھائی دیتی ہے۔ اسی کو سراب کہتے ہیں جو دور سے پانی کی طرح نظر آتا ہے۔ قریب جا کر دیکھیے تو وہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔

کافروں کے اچھے اعمال راکھ کی طرح

لکڑی یا کوئلے کے جلنے کے بعد جو سیاہی مائل سفوف سا بچ جاتا ہے، اسے راکھ کہتے ہیں۔ کافروں کے اچھے اعمال راکھ کی ڈھیری کی طرح ہیں جسے تیز ہوا دھول کے مانند اڑا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ

[1] النور 24:39.

الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

''جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے (نیک) اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے جس پر آندھی کے دن زور کی ہوا چلی۔ جو کچھ انھوں نے کمایا وہ اس پر کوئی قدرت نہیں رکھیں گے۔ یہی پرلے درجے کی گمراہی ہے۔'' [1]

وضاحت طلب مسئلہ

اللہ تعالیٰ کافروں کے اچھے اعمال کیوں قبول نہیں کرتا؟

بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو اس لیے تخلیق کیا تھا کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے احکامات بجا لائیں۔ انسانوں کو سیدھی راہ پر گامزن کرنے کے لیے اس نے رسولوں کو بھی مبعوث کیا تھا۔ رسولوں نے لوگوں کو سیدھی راہ دکھائی اور اتمام حجت کیا۔ جب حق بات واضح ہوگئی اور سچائی کھل کر سامنے آ گئی تو جن لوگوں نے رسولوں کی بات تسلیم نہ کی، وہ سزا کے مستحق قرار پائے۔ یوں انسانوں کا سب سے اچھا عمل یہ تھا کہ وہ رسولوں کی بات تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور صرف اسی کی عبادت کو زندگی کا نصب العین قرار دیتے۔ جب انسانوں نے یہی نہ کیا تو پھر جیسا ہی اچھا کام وہ کر لیں، درحقیقت انھوں نے کچھ نہ کیا۔ توحید الٰہی کو اپناتے ہوئے جو اچھا عمل کیا جائے گا، وہ بارگاہِ الٰہی میں شرف قبولیت سے نوازا جائے گا۔ انسان اگر توحید الٰہی کو نہیں اپناتا، صرف اللہ کو رب نہیں مانتا تو وہ چاہے کچھ ہی کر لے، اس کی زندگی کا مقصد جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا تھا، پورا نہیں ہو پاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] إبرٰهيم 18:14.

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

''اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔'' [1]

مزید فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾

''بے شک اللہ یہ گناہ ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے سوا جسے چاہے معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا ہے۔'' [2]

وضاحت طلب مسئلہ

کیا کافروں سے حساب لیا جائے گا؟

جواب: جی ہاں، کافروں سے حساب لیا جائے گا اور ان کے اعمال کا بھی وزن کیا جائے گا۔

اشکال

کافروں کو تو جہنم میں جانا ہے، پھر ان کا حساب کیوں لیا جائے گا اور ان کے اعمال کا وزن کیوں کیا جائے گا جبکہ ان کے اعمال رائیگاں اور بے فائدہ ہیں؟

[1] الذّٰرِیٰت 56:51. [2] النسآء 116:4.

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۝ ﴾

''اور انھیں ٹھہراؤ، بلاشبہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔'' [1]

مطلب یہ کہ کافروں کا بھی حساب ہوگا۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

اتمام حجت اور اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا اظہار

کافروں کا حساب ایک تو اتمام حجت کے لیے لیا جائے گا تاکہ ان کا کوئی عذر نہ رہے۔ کوئی بہانہ نہ رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ ﴾

''اور (ہر ایک کا) اعمال نامہ (سامنے) رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس کے مندرجات (تحریر) سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! کیسا ہے یہ اعمال نامہ جو نہیں چھوڑ رہا کسی چھوٹے اور نہ بڑے (عمل) کو مگر اس نے اسے شمار کر رکھا ہے۔ اور انھوں نے جو عمل کیے تھے، حاضر پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔'' [2]

دوسرے اس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت عدل و انصاف کا بھی اظہار ہوگا کہ وہ کافروں کو بھی صفائی کا پورا پورا موقع دے گا۔ ان کے روبرو ان کا کچا چٹھا کھولا جائے گا۔ وہ اپنے اعمال کا خود مشاہدہ کریں گے۔ تب انھیں سزا دی جائے گی۔ یوں عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں گے۔

[1] الصّٰفّٰت 37:24. [2] الکہف 18:49.

کافروں کی زجروتوبیخ کے لیے ان کا حساب لیا جائے گا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾

''اور اگر آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو وہ فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں! (یہ حق ہے) ہمارے رب کی قسم! تو اللہ فرمائے گا: پھر تم عذاب (کا مزہ) چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔''[1]

کیا حسرت سی حسرت ہوگی! کیسی ندامت سی ندامت ہوگی! کیا پچھتاوے سا پچھتاوا ہوگا جب کافروں کو یہ احساس ہوگا کہ انھوں نے حق کو پہچان لینے کے بعد بھی اس کی مخالفت کی تھی۔

جس طرح کافروں پر یہ بات عائد ہوتی ہے کہ وہ شریعت کی اصولی باتوں کو تسلیم کریں، اسی طرح وہ اس کے بھی پابند ہیں کہ شریعت کی فروعی باتوں پر عمل پیرا ہوں

یوں انھوں نے حق کی جو مخالفت کی تھی اور شریعت کی فروعی باتوں پر عمل پیرا ہونے میں جو کوتاہی برتی تھی، ان سے اس کی بابت بھی حساب لیا جائے گا۔ جس طرح ان سے ان کے کفر کا حساب لیا جائے گا، اسی طرح ان سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ تم نمازیں کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ روزے کیوں نہیں رکھتے تھے؟ زکاۃ کیوں نہیں دیتے تھے؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] الأنعام 6:30.

﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝﴾

’’اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے۔ جو زکاۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔‘‘ [1]

مجرمان کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾

’’(ان سے پوچھیں گے:) تمھیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا؟ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے۔ اور ہم روزِ جزا کی تکذیب کرتے تھے۔‘‘ [2]

خود کافروں میں بھی کفر اور گناہوں کی کمی بیشی کے لحاظ سے فرق ہے

یہی وجہ ہے کہ کافروں کا بھی حساب لیا جائے گا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کس کافر کو کس درجے کا عذاب دیا جائے گا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے متعلق پوچھا تھا کہ کیا آپ ابوطالب کو کچھ فائدہ دیں گے؟ وہ آپ کی حمایت کرتا اور آپ کے لیے غصے میں آتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہاں، وہ ٹخنوں تک آگ میں جلیں گے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے گڑھے میں ہوتے۔‘‘ [3]

یوں ابوطالب کا عذاب ابولہب کے مقابلے میں ہلکا ہوگا۔

[1] فصلت 41:6، 7. [2] المدثر 74:42-46. [3] صحيح البخاري، حديث: 3883، و صحيح مسلم، حديث: 209.

وضاحت طلب مسئلہ

کافروں کے اعمال کیسے تولے جائیں گے جبکہ اعمال صالحہ تو ان کے ہوں گے نہیں جو دوسرے پلڑے میں رکھے جائیں؟

ترازو کے ایک پلڑے میں کافر کا کفر اور اس کی بداعمالیاں رکھی جائیں گی۔ دوسرا پلڑا خالی رہے گا۔ یوں اُس کی بداعمالیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ کافر جو اچھے اعمال کرتا ہے، ان کا بدلہ اسے مال و دولت، تندرستی اور قلبی سکون و اطمینان کی صورت میں دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

"جو شخص دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے تو ہم انھیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ اسی (دنیا) میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہوگیا جو کچھ انھوں نے اس (دنیا) میں کیا تھا اور جو عمل وہ کرتے رہے، ضائع ہو گئے۔" [1]

شرک تمام اچھے اعمال کو ضائع کر ڈالتا ہے۔ یوں آخرت میں وہ اچھے اعمال فائدہ نہیں دیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۞ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۞ ﴾

"اور بلاشبہ آپ کی طرف اور ان لوگوں (نبیوں) کی طرف، جو آپ سے پہلے ہوئے، (یہ) وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں۔" [2]

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ کافر کو دنیا میں اس کے اچھے کاموں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔ تاہم قیامت کے دن جب وہ میدان محشر میں آئے گا تو اس کا دامن نیکیوں سے خالی ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے: "اللہ تعالیٰ مومن کی کوئی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ اس نیکی کی بدولت اسے دنیا میں بھی رزق عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی اُس کا ثواب دے گا۔ کافر دنیا میں جو نیکیاں کرتا ہے، ان کی بدولت اسے دنیا میں رزق ملتا ہے، تاہم جب وہ آخرت میں جائے گا تو اس کے دامن میں کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا اسے بدلہ (ثواب) دیا جائے۔" [3]

[1] هود 11:15، 16۔ [2] الزمر 39:65، 66۔ [3] صحیح مسلم، حدیث: 2808۔

اشکال

یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافروں سے بھی پوچھ گچھ کی جائے گی تو پھر ان آیات کا مطلب کیا ہے:

﴿وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝﴾

''اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔''[1]

مزید فرمایا:

﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝﴾

''یہ (وہ) دن ہے کہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت ملے گی کہ وہ معذرت کر سکیں۔''[2]

[1] القصص 78:28. [2] المرسلٰت 77:35، 36.

جواب اس کا یہ ہے کہ کافروں سے جو پوچھ گچھ ہوگی، وہ حساب کے لیے نہیں ہوگی۔ وہ تو محض انھیں ڈرانے دھمکانے اور ان سے گناہوں کا اعتراف کرانے کے لیے ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ قیامت کا دن بے حد طویل ہوگا۔ اس میں کئی واقعات پیش آئیں گے۔ وہ دن کئی مراحل پر مشتمل ہوگا، حساب، اعمال نامے، پل صراط اور حوض کوثر۔ چنانچہ بعض مواقع پر کافروں سے پوچھ گچھ ہوگی اور بعض مواقع پر پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔

ترازو میں جو شے سب سے بھاری پڑے گی

جو عمل اللہ تعالیٰ کو جتنا پسند ہوگا، وہ ترازو میں اتنا ہی بھاری پڑے گا۔ ترازو اعمال صالحہ سے بھر گئی تو آدمی سرخرو ہوگا۔ ترازو میں بھاری پڑنے والے چھوٹے بڑے مختلف اعمال ہیں۔ بعض اعمال کی فضیلت بعض دیگر اعمال سے زیادہ ہے۔ کتاب و سنت کی رُو سے اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حسن اخلاق

حسن اخلاق بہت آسان سی بات ہے۔ مطلب یہ کہ خندہ پیشانی اور نرم گفتاری۔ جس آدمی کو حسن اخلاق عطا کیا گیا، جس کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ سجی رہتی ہے اور جو لوگوں سے نہایت نرمی کا معاملہ کرتا ہے، اس کا یہ عمل ترازو میں بہت بھاری پڑے گا اور الرحمٰن کو بے حد پسند آئے گا۔

خود رسول اللہ ﷺ کا اخلاق سب سے اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس وصف کی تعریف کی ہے۔ فرمایا:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝﴾

''اور یقیناً آپ خُلقِ عظیم پر (کاربند) ہیں۔'' [1]

[1] القلم 68:4.

اور فرمایا:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۝ ﴾

''پس (اے نبی!) آپ اللہ کی رحمت کے باعث ان کے لیے نرم ہو گئے۔ اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔'' [1]

نبی کریم ﷺ نے حسن اخلاق کی بہت اہمیت جتائی ہے۔ فرمایا: ''قیامت کے دن آدمی کی ترازو میں جو شے سب سے بھاری رکھی جائے گی، وہ حسن اخلاق ہے۔'' [2]

ذکر اللہ

کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا آدمی کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا اور اس کا مقرب بناتا ہے۔ جو آدمی جس سے محبت کرتا ہے، اس کا اکثر ذکر کرتا ہے۔ یوں جو آدمی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے، وہ اس کا اکثر ذکر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ۝ ﴾

''تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا۔'' [3]

اور فرمایا:

﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

''اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' [4]

[1] آل عمرٰن 159:3. [2] جامع الترمذي، حديث: 2002. [3] البقرة 152:2. [4] الأحزاب 35:33.
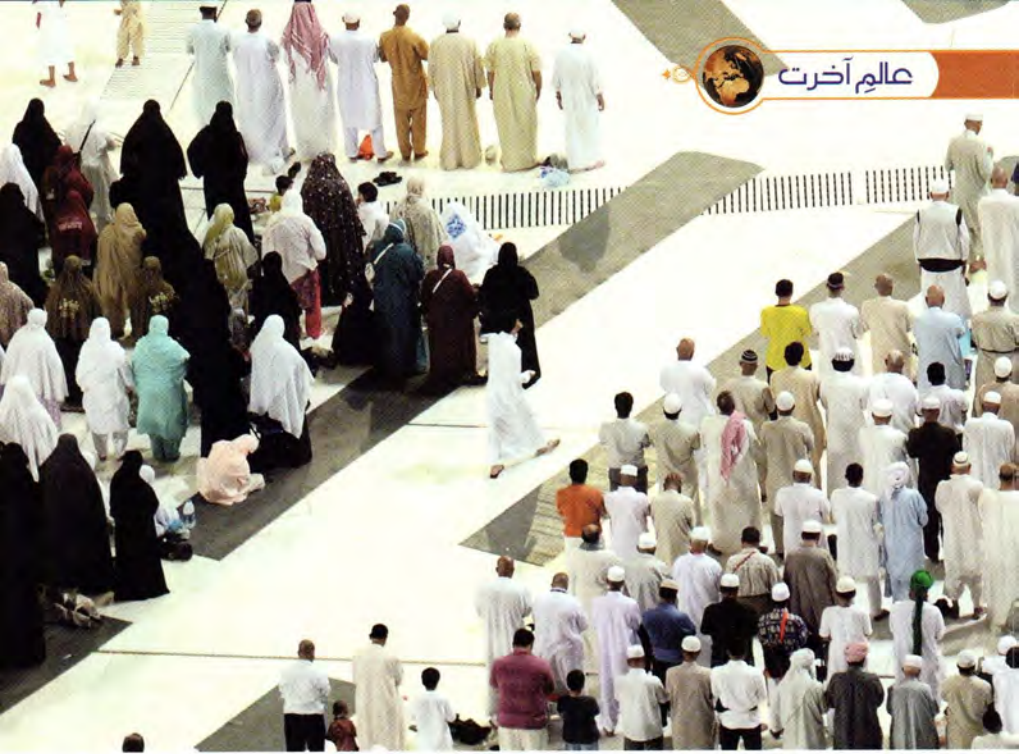
ارشادِ نبوی ہے: ''کیا میں تمھیں تمھارے اس عمل کے متعلق نہ بتاؤں جو بہترین عمل ہے اور تمھارے مالک کے نزدیک سب سے اچھا عمل ہے اور تمھارے درجات سب (اعمال) سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور وہ عمل تمھارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ دشمن سے تمھارا آمنا سامنا ہو، تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمھاری گردنیں ماریں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''ضرور بتائیے۔'' فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ذکر۔'' [1]

ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اسلام کے احکامات تو بہت ہیں۔ مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجیے جس سے میں وابستہ رہوں۔ فرمایا: ''تمھاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔'' [2]

[1] مسند أحمد: 195/5، و جامع الترمذي، حديث: 3377. [2] جامع الترمذي، حديث: 3375.

ذکرالٰہی ترازو میں بہت بھاری پڑے گا۔ارشادنبوی ہے: ’’دو کلمے زبان پر بہت ہلکے ہیں۔میزان میں بہت بھاری ہیں۔الرحمٰن کو بے حد پسند ہیں: ’’ سبحان ا لله وبحمده، سبحان الله العظيم ‘‘ [1]

’’الحمدلله‘‘ کہنا بھی افضل ذکر ہے۔میزان میں یہ ذکر بہت بھاری پڑے گا۔ارشاد نبوی ہے: ’’طہارت نصف ایمان ہے۔الحمدللہ میزان کو بھر دے گا۔سبحان اللہ اور الحمدللہ آسمان وزمین کے درمیانی فاصلے کو پُر کر دیتے ہیں۔‘‘ [2]

وقف فی سبیل اللہ

وقف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے مال، اپنی جائیداد میں سے کوئی شے مختص کر دے۔ اسے فروخت نہ کرے اور اس کا منافع اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بھلائی کے کاموں میں صرف کرے۔یہ صدقہ جاریہ ہے۔ارشادنبوی ہے: ’’جب ابن آدم مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے: صدقۂ جاریہ، علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔‘‘ [3]

ایک اور موقع پر فرمایا: ’’مومن کو مرنے کے بعد ان اعمال کا ثواب پہنچتا ہے: علم جو وہ سکھا گیا اور پھیلا گیا، نیک اولاد، قرآن مجید کا نسخہ جو وہ کسی کو دے گیا، تعمیر مسجد، مسافر کی سرائے، نہر جو اس نے جاری کی اور وہ صدقہ جو اس نے اپنی زندگی میں بحالت تندرستی اپنے مال میں سے نکالا تھا، اس کا ثواب بھی اسے پہنچتا رہتا ہے۔‘‘ [4]

ایک اور موقع پر فرمایا: ’’جس آدمی نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی

[1] صحيح البخاري، حديث: 7563، و صحيح مسلم، حديث: 2694. [2] صحيح مسلم، حديث: 223. [3] صحيح مسلم، حديث: 1631. [4] سنن ابن ماجه، حديث: 242.

تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا وقف کیا، قیامت کے دن اس گھوڑے کا کھانا، پینا، اس کا گوبر اور پیشاب نیکیوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔'' [1]

یہ تمام احادیث وقف فی سبیل اللہ کی فضیلت و اہمیت کا پتہ دیتی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جو صاحب بھی ثروت مند تھے، انھوں نے وقف ضرور کیا۔ [2]

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار میں سب سے مالدار تھے اور بیرحاء نامی ایک نخلستان جو مسجد نبوی کے بالمقابل واقع تھا، اپنی غیر منقولہ جائیداد میں سے وہ نخلستان انھیں بے حد پسند تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار اس نخلستان میں جاتے اور وہاں کا ٹھنڈا میٹھا پانی نوش فرماتے تھے۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 2853. [2] مختصر إرواء الغليل، حديث: 5181.

جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۬ؕ﴾

”تم ہرگز بھلائی نہ پاسکو گے جب تک ان چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جنھیں تم پسند کرتے ہو۔“ [1]

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۬ؕ﴾ میری سب سے پیاری جائیداد بیرحاء ہے۔ وہ میں اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ آپ اسے جہاں چاہیں صرف کیجیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ارے واہ! وہ تو نفع بخش جائیداد ثابت ہوئی۔ وہ تو نفع بخش جائیداد ثابت ہوئی۔ آپ نے اس کے متعلق جو کچھ کہا، وہ میں نے سن لیا۔ میرا تو خیال ہے کہ آپ اسے عزیز و اقارب میں صرف کر دیجیے۔“

چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے عزیز و اقارب اور عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔“ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اُن کے والد بزرگوار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خیبر میں کچھ زرعی زمین خریدی تو وہ اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے معلوم کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! میں نے خیبر میں کچھ اراضی خریدی ہے، ویسی عمدہ جائیداد اس سے پہلے میرے پاس کبھی نہیں رہی۔ آپ اُس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر آپ چاہیں تو اصل

[1] آل عمرٰن 3:92. [2] صحيح البخاري، حديث:1461، و صحيح مسلم، حديث:998.

اراضی کو وقف کر دیجیے اور اُس کی پیداوار کو صدقہ کر دیجیے۔''

چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وہ اراضی حسب ذیل مصارف کے لیے صدقہ (وقف) کر دی:

- فقراء و مساکین
- عزیز و اقارب
- آزادیٔ غلام
- مسافر
- مہمان
- مجاہدین

اِن شرائط پر کہ

- نہ تو اُسے فروخت کیا جا سکے گا۔
- نہ اُسے کسی کو ہمیشہ کے لیے دیا جا سکے گا۔
- نہ وہ اراضی کسی کو وراثت میں ملے گی۔

مزید یہ اعلان کیا کہ جو آدمی اُس اراضی کا متولی بنے، وہ ضرورت کے مطابق اُس کا پھل کھا سکتا ہے اور ایسے شخص کو بھی کھلا سکتا ہے جو اُس کی پیداوار کو کمائی کا ذریعہ نہ بنائے۔'' [1]

وقف اسلام کی خاص روایت ہے اور ترازوئے قیامت میں یہ بہت بھاری پڑے گا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی نے ایمان کی حالت میں، ثواب کی نیت رکھتے ہوئے اور اللہ کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے ایک گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا، قیامت کے روز اُس کا کھانا پینا اور اُس کا گوبر تک میزان میں تولا جائے گا۔'' [2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 2772، و صحيح مسلم، حديث: 1632. [2] صحيح البخاري، حديث: 2853.

وقف کی چند صورتیں یہ ہیں:

ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی اپنی اولاد اور اپنے عزیز و اقارب میں سے ضرورت مندوں کے لیے کوئی جائیداد وقف کر جائے جس کا منافع اولاد اور عزیز و اقارب میں سے ضرورت مندوں کو برابر ملتا رہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی اپنی کوئی جائیداد فلاحی کاموں کے لیے وقف کر جائے۔ یوں اُس کا منافع فقراء و مساکین اور یتیموں میں تقسیم کیا جائے یا پھر وہ مساجد اور ہسپتالوں کی تعمیر میں صرف ہو۔ تیسری صورت وقفِ مشترک کی ہے جس میں وقف کردہ جائیداد کا منافع ایک خاص مدت کے لیے فلاحی کاموں میں صرف کیا جاتا ہے۔ بعدازاں اُس کا تمام تر منافع اولاد اور عزیز و اقارب کو ملتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی یہ وصیت کر جائے کہ اُس کی وقف کردہ جائیداد کا منافع ایک سال کے لیے فلاحی کاموں میں

صرف کیا جائے یا فقراء ومساکین میں تقسیم کیا جائے۔ ایک سال کے بعد وہ منافع اُس کی اولاد یا عزیز واقارب کو ملتا رہے۔

مقصود اِس حدیث کا یہ ترغیب دلانا ہے کہ آدمی کو اپنی جائیداد میں سے کچھ نہ کچھ ضرور وقف کرنا چاہیے تاکہ اُسے مرنے کے بعد بھی نفع پہنچتا رہے۔ مجموعی طور پر اِن تمام روایات کا مقصود یہ ترغیب دلانا ہے کہ آدمی زیادہ سے زیادہ نیکی کے کام کرے تاکہ قیامت کے دن ترازو میں اُس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری رہے۔

ارشادِ نبوی ہے: ''نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔'' [1]

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن اُسے عملی جامہ نہ پہنایا، اُس کی بھی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔'' [2]

میزان

''اِخلاص قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ مخلص آدمی کا عمل ترازوئے قیامت میں بہت بھاری پڑے گا۔''

[1] صحيح البخاري، حديث: 41، و صحيح مسلم، حديث: 128. [2] صحيح البخاري، حديث: 6491، و صحيح مسلم، حديث: 130.

حوض
(حوضِ کوثر)

قیامت کے روز اگلی پچھلی قوموں کی بھیڑ بھاڑ میں کھڑے بھوکے پیاسے لوگ جب ایک گھونٹ پانی کو ترسیں گے تو ہر امت کے نبی کے لیے ایک حوض نمودار ہوگا جہاں اُس امت کے لوگ جا کر اپنے نبی کے ہاتھوں سے پانی پئیں گے اور پیاس بجھائیں گے۔ ایسے میں بعض افراد کو تو پانی پلایا جائے گا اور بعض کو دھتکار دیا جائے گا۔

ہمارے نبی حضرتِ محمد ﷺ کے لیے بھی پانی کا ایک حوض مقرر ہوگا جہاں آپ ﷺ اپنے بابرکت ہاتھوں سے امتیوں کو پانی پلائیں گے۔ جو آدمی ایک مرتبہ وہاں سے پانی پی لے گا تو پھر اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ وہ حوض بہت وسیع و عریض اور نہایت صاف ستھرا ہوگا۔ اُس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا۔ اُس کے اِبریق اُتنے ہوں گے جتنے آسمان کے تارے۔ [1]

وضاحت طلب مسئلہ

کیا صرف ہمارے نبی حضرتِ محمد ﷺ ہی کا حوض ہوگا؟

قیامت کے روز میدانِ محشر میں ہر نبی کا ایک حوض ہوگا، تاہم ہمارے نبی حضرتِ

[1] اِبریق: پانی ڈالنے کا صراحی دار برتن جس کے ٹونٹی بھی ہوتی ہے۔

محمد ﷺ امید کرتے تھے کہ اُن کے حوض پر سب سے زیادہ لوگ پانی پینے آئیں گے۔ مطلب یہ کہ آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

''ہر نبی کا ایک حوض ہوگا۔ انبیاء میں اس بات کا مقابلہ ہوگا کہ زیادہ لوگ کس کے

حوض پر پانی پینے آتے ہیں۔ وہ اِسے ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر سمجھیں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ سب سے زیادہ لوگ میرے حوض پر پانی پینے آئیں گے۔''[1]

مطلب یہ کہ انبیاء میں اِس امر کا مقابلہ ہوگا کہ کس کی امت میں اہلِ ایمان کی تعداد زیادہ ہے۔ چنانچہ جس نبی کی امت میں اہلِ ایمان کی تعداد زیادہ ہوگی، وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائے گا اور بڑا فخر محسوس کرے گا۔

[1] جامع الترمذي، حديث:2443.

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا منبر، حوض پر

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرتِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ روزِ قیامت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حوض پر آپ کا منبر نصب کیا جائے گا کیونکہ آپ قیامت کے دن اولادِ آدم کے سردار ہوں گے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے: ''میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی ٹکڑا جنت کا ایک

باغیچہ ہے۔ اور میرا منبر (روزِ قیامت) میرے حوض پر (نصب) ہوگا۔''[1]

قیامت کے روز اہلِ ایمان کو یقیناً بے پناہ اشتیاق ہوگا اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دیدار کا اور آپ کے بابرکت ہاتھوں سے حوض کا پانی پینے کا!

یومِ آخرت کے مراحل میں حوض کا مرحلہ

اِس امر کے تعلق سے اہلِ علم میں اختلاف ہے کہ حوض کس مرحلے میں سامنے آئے گا۔ درست ترین امر یہ ہے کہ پُل صراط پر جانے سے پہلے حوض نمودار ہوگا۔ یہ اِس لیے کہ مرتدین، کفار اور منافقین کو جب حوض سے دھتکار دیا جائے گا تو وہ دیگر دھتکارے ہوئے

[1] صحيح البخاري، حديث: 1195، و صحيح مسلم، حديث: 1390.

افراد کی رَو میں چلتے ہوئے پل صراط کی طرف جائیں گے لیکن کافر پل صراط کے آنے سے پیشتر ہی سیدھے جہنم میں گرتے جائیں گے۔

نہر کوثر اور حوض سے اُس کا تعلق

عربی زبان کا لفظ کوثر کثرت سے ماخوذ ہے۔ یہ مبالغے کا صیغہ ہے۔ نہر کوثر وہ نہر ہے جو حوض کو پانی فراہم کرے گی۔ بعض احادیث میں نہر کوثر کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں، وہ حوض کے بیان کردہ اوصاف سے ملتے جلتے ہیں۔ یوں بعض اہلِ علم نے یہ سمجھا کہ سورۂ کوثر میں جس کوثر کا ذکر ہے، اُس سے مراد حوض ہے۔ اِس سلسلے میں زیادہ درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قیامت کے دن حوض میدانِ محشر میں واقع ہوگا جبکہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے۔ نہر کوثر اور حوض کا باہمی تعلق یہ ہے کہ نہر کوثر حوض میں آ کر گرے گی اور اُسے برابر پانی فراہم کرتی رہے گی۔ یوں حوض گویا نہر کوثر کی شاخ اور اُس کا بہاؤ ہوگا۔ اسی لیے شاید اِن دونوں کے اوصاف باہم ملتے جلتے ہیں۔ جہاں ہم جنت کے اوصاف بیان کریں گے، وہیں نہر کوثر کے متعلق مزید تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

حوض کے اوصاف

احادیث میں حوض کے یہ نمایاں اوصاف بیان کیے گئے ہیں:

- وہ حوض بہت لمبا چوڑا ہوگا۔
- اُس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا۔
- حوض کے اِبریق اُتنے ہوں گے جتنے آسمان کے تارے۔
- یہ پاکیزہ پانی اُس میں نہر کوثر سے آئے گا۔

- امت محمدیہ کے لوگ اُس حوض پر تشریف لائیں گے اور پانی نوش کریں گے۔
- جس نے اُس حوض سے ایک مرتبہ پانی پی لیا، اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

وسیع و عریض حوض

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ حوض بہت وسیع و عریض ہوگا۔ یوں امت کے تمام افراد بھیڑ بھاڑ کیے بنا نہایت آسانی سے حوض پر پانی نوش کریں گے۔ احادیث میں حوض کی چوڑائی کا اندازہ بتانے کے لیے مختلف شہروں کی درمیانی مسافتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے سامنے ایک حوض ہوگا۔ وہ حوض اتنا ہوگا جیسے جَرباء سے اَذْرُح۔''[1]

ایک اور روایت کے مطابق جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''میرا حوض اِتنا ہے جیسے اَیلہ سے صنعائے یمن۔''[2]

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے حوض کے دو کناروں کا

[1] صحيح البخاري، حديث: 6577، و صحيح مسلم، حديث: 2299.
جرباء اور اذرح کا ذکر مکہ و مدینہ اور دجلہ و فرات کی طرح ہمیشہ اکٹھا آتا ہے۔ عصرِ حاضر میں یہ اُردن کی دو بستیاں ہیں جو معان شہر کے شمال مغرب میں تقریباً 22 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہیں۔ اگر آپ معان سے عمان روانہ ہوں تو سڑک کے بائیں جانب آپ کو بورڈ نظر آئے گا جس پر لکھا ہے: اَذرُح اور جرباء کی طرف۔ [2] صحيح البخاري، حديث: 6580، و صحيح مسلم، حديث: 2305.
اُردن کے شہر عقبہ کا قدیم نام اَیلہ ہے۔ اِسے ایلہ اور اِیلات کہتے تھے۔ یہ شہر خلیج عقبہ کے کنارے واقع ہے اور یہ بحیرہ احمر پر اردن کی واحد بندرگاہ ہے۔ اِس شہر کو پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ مسلمانوں نے اِسے 10ھ/631ء میں فتح کیا تھا۔ صنعاء یمن کا مشہور شہر اور جمہوریہ یمن کا دارالحکومت ہے۔

درمیانی فاصلہ اِتنا ہے جیسے صنعاء اور مدینہ کا درمیانی فاصلہ۔"[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَیلہ، عَدَن سے جتنا دور ہے میرا حوض اس سے وسیع ہے۔"[2]

عَدَن یمن کا معروف شہر ہے جو اُس کے جنوب میں واقع ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرا حوض عدن سے عَمّانِ بلقاء تک ہے۔"[3]

[1] صحيح مسلم، حديث: 2303. [2] صحيح مسلم، حديث: 248. [3] جامع الترمذي، حديث: 2444.

عمان بلقاء اُردن کا ایک صوبہ ہے۔ عمان شہر اِسی صوبے کے وسط میں واقع ہے۔ عمانِ بلقاء کے معروف شہروں میں عمان، سلط، مادبا، زرقاء اور رصیفہ شامل ہیں۔
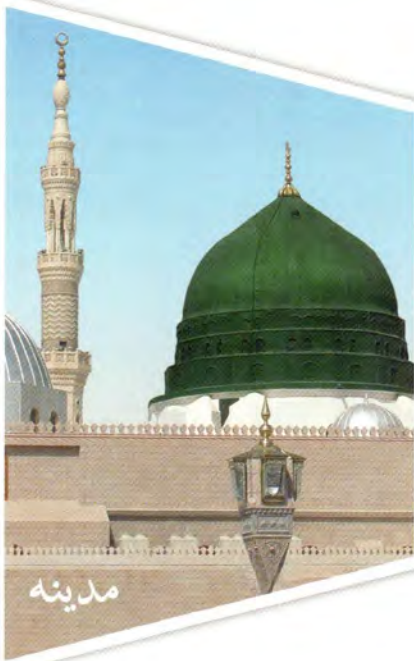
ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرا حوض اِتنا ہے جتنا کعبہ اور بیت المقدس کا درمیانی فاصلہ۔'' [1]

ایک اور روایت کے مطابق نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''حوض پر میں تمھارا پیش رو ہوں۔ حوض کی چوڑائی اتنی ہے جیسے ایلہ اور جحفہ کی درمیانی مسافت۔'' [2]

ایک مرتبہ کسی نے نبی کریم ﷺ سے حوض کی چوڑائی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''مدینہ سے لے کر عمان تک۔'' [3]

اہم نکتہ: مختلف شہروں کا ذکر

اِن روایات میں نبی کریم ﷺ نے بات کی مزید وضاحت کے لیے متعدد شہروں کا ذکر فرمایا ہے کہ ایک آدمی نے کوئی ایک شہر نہیں دیکھا تو دوسرا یقیناً دیکھا ہوگا۔

حوض کی شکل

حوض سے متعلقہ احادیث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حوض کی شکل مربع ہوگی کیونکہ اُس کی لمبائی چوڑائی دونوں ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہوں گی۔ ارشادِ نبوی ہے: ''میرا حوض ایک مہینے کی مسافت کے بقدر وسیع ہوگا اور اُس کے زاویے (کونے) برابر ہوں گے۔'' [4]

[1] سنن ابن ماجه، حديث:4301. [2] صحيح مسلم، حديث:2296، جحفہ، جدّہ کے شمال میں 100 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ اب تو اِس کے کھنڈر بھی باقی نہیں رہے۔ اِس علاقے کا معروف شہر رابغ مقامِ جحفہ سے 22 کلومیٹر دور ہے۔
[3] صحيح مسلم، حديث: 2301. [4] صحيح البخاري، حديث: 6579، و صحيح مسلم، حديث:2292.

حوض کے اِبریق

حوض کے اِبریق بے شمار ہوں گے جن سے بھر بھر کر اہلِ ایمان حوض میں سے پانی پئیں گے۔ اِبریق اتنے زیادہ ہوں گے کہ امت کے تمام افراد نہایت آسانی سے پانی پی سکیں گے۔ اُنھیں نہ تو قطار میں کھڑا ہونا پڑے گا نہ کسی کے پانی پینے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''حوض پر سونے اور چاندی کے اِبریق دھرے ہوں گے۔ وہ تعداد میں اِتنے ہوں گے جتنے آسمان کے تارے یا آسمان کے تاروں سے بھی زیادہ۔''[1]

حوض کا سرچشمہ

حوض کا پانی جنت کی نہر کوثر سے آئے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جنت کے دو پرنالے حوض میں گرتے ہوں گے۔''[2]

[1] صحیح مسلم، حدیث:2303۔ [2] صحیح مسلم، حدیث:2300۔

حوض کا پانی

حوض کا پانی نہایت میٹھا اور نہایت خوشبو دار ہوگا۔ دراصل وہ جنت کا پانی ہوگا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اُس میں جنت کے دو پرنالے گرتے ہوں گے جو اُسے برابر پانی فراہم کرتے رہیں گے۔ ایک پرنالہ سونے کا ہوگا اور ایک چاندی کا۔''[1]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''حوض کا پانی کستوری سے بڑھ کر خوشبودار ہوگا۔ اُس کے کوزے (ڈنڈی دار پیالے) ایسے ہوں گے جیسے آسمان کے تارے۔''[2]

حوض میں سے ایک بار کا پینا پیاس بجھا ڈالے گا

حوض کا پانی ایسا میٹھا ہوگا اور ایسا عمدہ ہوگا کہ جو آدمی ایک مرتبہ اُس کا پانی پی لے گا، اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ ارشادِ نبوی ہے: ''حوض کے آبخورے آسمان کے تاروں کی طرح ہوں گے۔ جو آدمی اُس حوض پر آ کر پانی پیے گا، وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔''[3]

حوض کا پانی سب سے پہلے پینے والے افراد

حوض پر پانی پینے کے لیے سب سے پہلے فقرائے مہاجرین آئیں گے جنھوں نے اپنا تن من دھن راہِ خدا میں وقف کر دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيٰرِهِمْ وَاَمْوٰلِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾

''(مالِ فے) ان مہاجر فقراء کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنی جائیدادوں سے

[1] صحيح مسلم، حديث: 2300، 2301. [2] صحيح البخاري، حديث: 6579، و صحيح مسلم، حديث: 2292. [3] صحيح مسلم، حديث: 2299.

نکالے گئے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا ڈھونڈتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔‘‘[1]

اُن میں سب سے پہلے حضراتِ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم آئیں گے، پھر باقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آتے جائیں گے۔

ارشادِ نبوی ہے: ’’حوض کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ جو آدمی حوض میں سے ایک مرتبہ پانی پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ سب سے پہلے فقرائے مہاجرین پانی پینے کے لیے آئیں گے جن کے سر کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے ہوتے ہیں۔ نازونعمت میں پلی آسودہ حال عورتوں سے جن کی شادی نہیں ہوتی۔ بند دروازے جن کے لیے نہیں کھولے جاتے۔‘‘[2]

اہل یمن کو ترجیح

اہل یمن جو بڑے نرم مزاج اور بڑے رحمدل اور بڑے خوش اخلاق تھے، وہ اُن افراد میں شامل ہوں گے جو حوض پر پہلے پہل پانی پینے آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنھیں دوسروں پر ترجیح دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ’’میں اپنے حوض کے کنارے کھڑا لوگوں کو اپنے لاٹھی سے پیچھے ہٹاؤں گا اور اہل یمن کے لیے جگہ بناؤں گا تا آنکہ حوض کا پانی اُن کی طرف تیزی سے بہنے لگے گا۔‘‘[3]

اہلِ یمن کے لیے یقیناً یہ بہت بڑا اعزاز ہوگا۔

مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو انصار صحابہ تھے، حوض پر اُنھیں بھی دوسروں کے مقابلے میں ترجیح دی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ انصار سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا: ’’میرے

[1] الحشر 59:8. [2] جامع الترمذي، حديث:2444. [3] صحيح مسلم، حديث:2301.

بعد تمھیں خود ترجیحی کا سامنا ہوگا۔ ایسی صورت میں صبر کرنا تا آنکہ مجھ سے تمھاری ملاقات حوض پر ہو۔'' [1]

مطلب یہ کہ تمھارے مقابلے میں دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ دوسروں کو نوازا جائے گا اور تمھیں محروم رکھا جائے گا، حالانکہ تم اُن سے زیادہ حقدار ہو گے۔ ایسی صورت میں صبر و ضبط سے کام لینا اور لڑائی جھگڑا مت کرنا۔ جب حوض پر مجھ سے تمھاری ملاقات ہوگی تو میں دوسروں کے مقابلے میں تمھیں ترجیح دوں گا۔

حدیث میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ منافقین اور وہ لوگ جنھوں نے وفاتِ نبوی کے بعد ارتداد کی راہ اختیار کی اور توبہ نہیں کی تھی، اُنھیں حوض پر سے دھتکار دیا جائے گا۔ یوں وہ حوض کا پاکیزہ پانی پینے سے محروم رہیں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''میں حوض پر تمھارا پیش رَو ہوں۔ تمھارا انتظار کروں گا۔ اِسی اثنا میں کچھ لوگ حوض کی طرف آئیں گے۔ میں اُنھیں پہچان لوں گا لیکن اُنھیں راستے ہی میں روک لیا جائے گا۔ میں پکاروں گا: ''یا رب! میرے اصحاب میرے اصحاب۔'' فرمایا جائے گا: ''تُو نہیں جانتا اِنھوں نے تیرے بعد کیا کیا تھا۔'' ایک روایت کے مطابق فرمایا جائے گا: ''تیرے بعد یہ لوگ الٹے پاؤں پیچھے چلے گئے تھے۔'' (مطلب یہ کہ مرتد ہو گئے تھے۔) [2]

انتباہ

اس حدیث میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مذمت نہیں کی گئی۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ وہ لوگ جنھیں حوض پر سے دھتکار دیا جائے گا، اُن میں وہ افراد شامل ہوں گے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

[1] صحیح البخاري، حدیث: 4330، و صحیح مسلم، حدیث: 1845. [2] صحیح البخاري، حدیث: 6576، 6587، و صحیح مسلم، حدیث: 2297.

کے دورِ خلافت میں مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن لوگوں سے جنگ کی تھی۔ ایسے مرتدین کافر ہو کر مرے تھے۔ یہ معلوم ہے کہ مشہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا تھا، مرتد ہونے والوں میں جاہل اور تنگ نظر بدوؤں کی ایک ایسی تعداد شامل تھی جنھوں نے دین کی حمایت ونصرت میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا، نہ وہ زیادہ عرصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے تھے، نہ اُنھوں نے کتاب وسنت کا علم حاصل کیا تھا۔ جو لوگ حوض پر سے دھتکارے جائیں گے، اُن میں عبداللہ بن اُبی جیسے منافقین بھی شامل ہوں گے جو اندر سے تو کافر تھے جبکہ بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے۔

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض صرف امت محمدیہ کے لیے ہوگا

میدانِ محشر میں ہر نبی کا ایک حوض ہوگا جس میں سے اُس کی امت کے اہل ایمان پانی پئیں گے۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اُن کا حوض صرف اُن کی امت کے لیے مختص ہوگا۔ کسی اور امت کا کوئی فرد اُس میں سے پانی نہیں پی سکے گا۔ ہر امت اپنے نبی کے حوض سے پانی پیے گی۔ ارشادِ نبوی ہے:

''میری امت کے افراد پانی پینے کے لیے حوض پر آئیں گے۔ دوسرے لوگوں کو میں حوض سے یوں پرے دھکیلوں گا جیسے آدمی دوسرے کے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے پرے دھکیلتا ہے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا نبی اللہ! کیا آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ فرمایا: ''ہاں! آپ لوگوں کی ایک خاص نشانی ہوگی۔ وہ نشانی کسی اور پر نہیں ہوگی۔ جب آپ حوض پر پانی پینے آئیں گے تو وضو کے اثر سے آپ کے چہرے اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔'' [1]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 247.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں کچھ لوگوں کو اپنے حوض سے اِس طرح پرے دھکیلوں گا جس طرح آدمی اجنبی اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے پرے دھکیلتا ہے۔'' [1]

قیامت کے روز تمام قومیں میدانِ محشر میں اکٹھی ہوں گی جن کی صحیح تعداد سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔ بڑی بھیڑ بھاڑ ہوگی۔ بڑی مصیبتوں کا دن ہوگا وہ۔ اگلی پچھلی اقوام کے اُس ازدحام میں امت محمدیہ کی تعداد اُن تمام اقوام کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہوگی۔ یومِ قیامت کے مختلف مراحل میں لوگوں کو اِس امر کی بھی ضرورت پڑے گی کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی اُن کی سفارش کر دے۔ یوں انبیاء ورسل، فرشتے، شہداء اور صلحاء اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کی سفارش کریں گے۔

ہمارا عقیدہ

''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امت کے افضل ترین افراد ہیں۔ قیامت کے دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی سب سے پہلے حوض پر پانی پینے آئیں گے۔''

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2367، و صحیح مسلم، حدیث: 2302.

شفاعت (سفارش)

روزِ قیامت کے مختلف مراحل میں ایک اہم مرحلہ شفاعت کا ہوگا۔ پہلے مرحلے میں جب لوگوں کا انتظار بہت طویل ہوجائے گا اور حساب کا عمل شروع نہیں ہوگا تو وہ ایسے برگزیدہ آدمی کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے حضور اُن کی شفاعت کردے۔ تب بنی نوعِ انسان کے سردار حضرت محمد ﷺ دربارِالٰہی میں حاضر ہوکر سجدہ ریز ہوجائیں گے اور بعدازاں سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی سفارش قبول فرمائے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''مجھے پانچ ایسی (نعمتیں) عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ میں جب دشمن کی طرف پیش قدمی کرتا ہوں تو دشمن سے ابھی ایک مہینے کی مسافت پر ہوتا ہوں کہ اُس کے دل میں میرا خوف ڈال دیا جاتا ہے۔ مالِ غنیمت میرے لیے حلال قرار دیا گیا ہے، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا۔ میرے لیے تمام زمین سجدہ گاہ بنادی گئی اور پاک قرار دی گئی ہے۔ یوں میری امت کے کسی فرد کو کہیں بھی نماز کا وقت آلے، وہ وہیں نماز ادا کرسکتا ہے۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ ہر نبی کو خاص اُس کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔'' [1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 335، و صحيح مسلم، حديث: 521.

شفاعت کی شرائط

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں قبولیت شفاعت کے لیے دو شرائط کا ذکر فرمایا ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے والے کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا تو ہی وہ شفاعت کر پائے گا۔ شفاعت کرنے والا خواہ نبی ہوگا، خواہ شہید، خواہ فرشتہ، اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی بھی اُس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر پائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفٰعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾

''اور اس کے ہاں صرف اس شخص کی سفارش نفع دے گی جسے اللہ اجازت دے گا۔''[1]

دوسری شرط یہ ہے کہ جس کے لیے سفارش کی جائے، وہ گناہ گار بھلے ہو لیکن کافر و مشرک نہ ہو۔ کافر و مشرک کے لیے شفاعت کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفٰعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝ ﴾

''پھر سفارشیوں کی سفارش انھیں نفع نہ دے گی۔''[2]

اور فرمایا:

﴿ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفٰعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ ﴾

''(اس روز) وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھیں گے، سوائے اس کے جس نے رحمٰن سے عہد لیا۔''[3]

[1] سبأ 34:23. [2] المدثر 74:48. [3] مریم 19:87.

اِس آیت میں عہد سے مراد یہ شہادت دینی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عہد سے مراد یہاں نماز ہے کیونکہ ارشادِ نبوی ہے: ''ہمارے اور اُن کے بیچ نماز

کا عہد ہے۔ جس نے نماز ترک کر دی، اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔'' [1]

کافر نے چونکہ اللہ تعالیٰ سے توحید و ایمان کا عہد و پیمان نہیں باندھا، اِس لیے اُس کے حق میں سفارشیوں کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔ ارشادِ نبوی ہے: ''میری شفاعت میری امت کے اُن افراد کے لیے ہوگی جو کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوئے تھے۔'' [2]

تاہم جو آدمی شرک میں مبتلا ہوا، نبی کریم ﷺ اُس کی سفارش نہیں کریں گے۔ قرآنِ مجید میں اِس کے متعلق واضح طور پر بتا دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] جامع الترمذي، حديث:2621. [2] سنن أبي داود، حديث:4739.

﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴾

''اس دن سفارش کوئی نفع نہ دے گی مگر صرف اس کی جسے رحمٰن اجازت دے گا اور اس کی بات پسند کرے گا۔'' [1]

مطلب یہ کہ اللہ جو مالک الملک ہے، شفاعت کرنے والے کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔

مطلب یہ کہ سفارش اُس کے حق میں قبول کی جائے گی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ راضی ہوگا کہ اُس نے شرک نہیں کیا تھا۔

شفاعت کی اجازت دینے کا تمام تر اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگا۔ اُس کا بلند پایہ ارشاد ہے:

﴿ قُلْ لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ﴾

''کہہ دیجیے: ساری سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔'' [2]

شفاعت کی اہمیت

قیامت کے روز نبیِ کریم ﷺ کی شفاعت سے بہرہ یاب ہونا اور پھر اُن لوگوں کی سفارش سے مستفید ہونا جنھیں اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا، بڑے اعزاز کی بات ہوگی۔ یہ امر انسان کے لیے باعث نجات اور کامیابی کی ضمانت ہوگا۔ شفاعت کی اہمیت کا اندازہ اِس سے کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا تھا کہ یا تو شفاعت کی اجازت حاصل کر لیں یا پھر اپنی نصف امت کو جنت میں لے جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے شفاعت کو اختیار

[1] طٰہٰ 109:20. [2] الزمر 44:39.

کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''کیا آپ جانتے ہیں مجھے میرے رب نے آج رات کیا اختیار دیا؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اللہ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔'' فرمایا: ''اس نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو وہ میری نصف امت کو جنت میں داخل کر دے گا یا پھر شفاعت۔ میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں شفاعت سے بہرہ یاب ہونے والوں میں شامل کرے۔'' آپ نے فرمایا: ''شفاعت ہر مسلمان کے لیے ہے۔''[1]

ہر نبی کی ایک دعائے مقبول ہے

جنابِ رسالت مآب ﷺ کو شفاعت کا اعزاز پانے کا بے حد اشتیاق تھا۔ یہ اعزاز آپ کو ملا تو آپ بے حد خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لیے ایک دعائے مقبول رکھی تھی۔ ہر نبی دنیا ہی میں وہ دعائے مقبول کام میں لایا۔ آں سرور ﷺ کو دنیا میں قدم قدم پر شدید مشکلات کا سامنا تھا، اِس کے باوجود آپ ﷺ نے دنیا میں وہ دعائے مقبول نہیں کی اور اُسے یومِ قیامت کے لیے سنبھال کر رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا: ''ہر نبی کی ایک دعائے مقبول ہے۔ ہر نبی نے وہ دعائے مقبول کرلی۔ میں نے اپنی دعا روزِ قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال کر رکھ لی ہے۔ میری امت کا ہر وہ فرد ان شاء اللہ اُس دعا سے مستفید ہوگا جس نے اِس حالت میں وفات پائی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔''[2]

[1] مسند أحمد: 75/2، و سنن ابن ماجه، حديث: 4317. [2] صحيح البخاري، حديث: 6304، 6305، و صحيح مسلم، حديث: 199.

اِس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل وکرم ہے کہ اُس نے اِس امت کے نبی (ﷺ) سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس امت کے ستر ہزار افراد کو بنا حساب اور بنا عذاب کے جنت میں داخل کرے گا۔ ارشاد نبوی ہے:

''میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو بنا حساب اور بنا عذاب کے جنت میں داخل کرے گا۔ اُن میں سے ہر ہزار افراد کے ہمراہ مزید ستر ہزار افراد ہوں گے (جو جنت میں جائیں گے۔) اور (میرا رب) اپنے تین اوک (چُلّو بھر کر لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔)'' [1]

''میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو بنا حساب اور بنا عذاب کے جنت میں داخل کرے گا۔ اُن میں سے ہر ہزار افراد کے ہمراہ مزید ستر ہزار افراد ہوں گے (جو جنت میں جائیں گے۔)

شفاعت کی اقسام

قیامت کے روز ہر آدمی کی خواہش ہوگی کہ وہ شفاعت سے مستفید ہو۔ بعض لوگوں کے حق میں کی گئی شفاعت قبول کی جائے گی اور بعضوں کو دھتکار دیا جائے گا۔ جن خائب وخاسر افراد کو دھتکار دیا جائے گا اُن میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہوں گے جو دنیا میں باری تعالیٰ کو چھوڑ کر اُس کی مخلوق کی پرستش کرتے تھے۔ اُس کی مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا مانتے تھے۔ وہ مخلوقات جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کی پرستش کرتی ہیں، قیامت کے دن وہ ایک

[1] جامع الترمذي، حديث:2437، و سنن ابن ماجه ، حديث:4286.

دوسرے سے بری الذمہ ہو جائیں گی۔ وہ ایک دوسرے کو دھتکار بتائیں گی۔ ایک دوسرے سے جان چھڑائیں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝﴾

”اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے سوا، دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، وہ ان سے یوں محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے محبت (کرنی چاہیے) اور ایمان والے اللہ کی محبت میں زیادہ سخت ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر وہ (اس وقت کو دنیا ہی میں) دیکھ لیں جب وہ عذاب دیکھیں گے (تو یہ جان لیں کہ) بے شک ساری کی ساری قوت اللہ ہی کے لیے ہے اور یہ کہ بے شک اللہ شدید عذاب والا ہے۔ جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بیزار ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے تمام تعلقات کٹ جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی، وہ کہیں گے: کاش کہ ہمارے لیے ایک بار (دنیا میں) واپسی ہو تو ہم بھی ان لوگوں سے اسی طرح بیزار ہو جائیں جس طرح وہ ہم سے بیزار ہو گئے ہیں۔ اسی طرح اللہ ان کے اعمال کو ناکام خواہش بنا کر ان کے سامنے دکھائے گا اور وہ آگ کے عذاب سے نکلنے والے نہیں ہوں گے۔“ [1]

[1] البقرۃ 2:165-167.

کتاب وسنت کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

1. شفاعت مقبول جو روزِ قیامت لوگوں کو فائدہ پہنچائے گی۔
2. مسترد کردہ شفاعت جو نہ تو شفاعت کرنے والے کو نفع دے گی نہ اُس کو فائدہ پہنچائے گی جس کی سفارش کی جائے گی۔

شفاعت مقبول

شفاعت مقبول سے مراد وہ شفاعت ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہوتی ہے۔ جس کے متعلق کتاب وسنت کی تصریحات ملتی ہیں۔ اِس شفاعت کی کئی اقسام اور اِس کے کئی مراحل ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد دیگر انبیائے کرام، ملائکہ، شہداء اور دیگر مسلمان یہ شفاعت بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں گے۔ شفاعت مقبول عمومی بھی ہوگی اور خصوصی بھی۔ عمومی شفاعت سے امت محمدیہ کے علاوہ دیگر اقوام و مِلل کے افراد مستفید ہوں گے جبکہ خصوصی شفاعت صرف امت محمدیہ کے لیے خاص ہوگی۔

مستردکردہ شفاعت

مشرکین اور یہود ونصاریٰ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے معبودان باطلہ اُن کی سفارش کریں گے۔ بدعتی اپنے مشائخ کونجات دہندہ تصور کرتے ہیں۔ قبوری اہلِ قبور کے متعلق سمجھتے ہیں کہ وہ رب تعالیٰ کے ہاں اُن کی سفارش کریں گے۔ وہ اُنھیں وسیلۂ نجات سمجھتے ہیں۔ یہ سب جھوٹے عقائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ گمان، گمانِ باطل قرار دیا ہے۔ اُس کے دربار میں وہی سفارش کر سکے گا جسے وہ اجازت عطا فرمائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ﴾

''کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے!'' [1]

اور فرمایا:

﴿ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی ﴾

''اور وہ صرف اس کی سفارش کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے گا۔'' [2]

یوں جو مشرک قبوری اِس مغالطے کا شکار ہے کہ صاحبِ قبر اُس کی سفارش کرے گا، وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہے۔ ایسے خودساختہ وسیلے اُس کے لیے بالکل بیکار ثابت ہوں گے۔

شُفَعا (سفارش کنندگان)

کتاب وسنت کے دلائل کی رُو سے حسبِ ذیل برگزیدہ لوگ قیامت کے روز سفارش کریں گے:

[1] البقرۃ 2:255. [2] الأنبیآء 21:28.

انبیائے کرام علیہم السلام

انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نہایت برگزیدہ بندے تھے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُنھیں یہ اعزاز بخشے گا کہ اُن کی سفارش بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت حاصل کرے گی۔
سب سے پہلے اُن شفاعتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کریں گے۔ اُن میں سے بعض تو خاص آپ کی شفاعتیں ہوں گی جبکہ بعض شفاعتوں میں دیگر انبیاء اور شہداء بھی آپ کے شریک ہوں گے:

اوّلین شفاعت

قیامت کے روز یہ سب سے بڑی شفاعت ہوگی جس سے تمام لوگ عام طور پر مستفید ہوں گے۔ اِس کا تعلق مقامِ محمود سے ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ ﴾

''امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔''[1]

یہ شفاعت خاص ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیش ہوگی کیونکہ دیگر تمام انبیاء اِس سے معذوری ظاہر کریں گے۔ یہ سب سے بڑی شفاعت ہوگی۔ میدانِ محشر میں کھڑے تمام اگلے پچھلے لوگ جو نہایت گھبرائے ہوئے اور بے حد مضطرب ہوں گے، اِس شفاعت سے بہرہ یاب ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں سفارش کریں گے کہ بارِ الٰہا! لوگوں کا فیصلہ کر دے۔ اُنھیں طویل انتظار کی کوفت سے نجات دے دے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''قیامت کے روز تمام لوگ (مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے) گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے۔ ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ماری ماری

[1] بنيٓ إسرآء يل 79:17.

پھرے گی۔ وہ کہیں گے: ''اے فلاں! سفارش کر دے۔ اے فلاں! سفارش کر دے۔''
ہوتے ہوتے شفاعت کا معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوگا۔ چنانچہ یہی وہ دن
ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے گا۔''

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما ہی کی روایت سے ایک طویل حدیث آتی ہے جس میں میدانِ
محشر کے مختلف مراحل کا تذکرہ ہے۔ اُس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ سفارش کریں

گے کہ لوگوں کا فیصلہ کر دیا جائے۔ وہ چلتے ہوئے جائیں گے اور دروازے کے کڑے پر ہاتھ ڈالیں گے۔ اُس روز اللہ تعالیٰ اُنھیں مقامِ محمود پر کھڑا کرے گا اور میدانِ محشر میں آنے والے تمام لوگ اُن کی تعریف کریں گے۔'' [1]

یہ شفاعت خاص ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی طرف سے پیش ہوگی۔ یوں سب کو پتہ چل جائے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ پیغمبر ہیں۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

''میں قیامت کے روز اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور کچھ فخر نہیں۔ قیامت کے روز سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی۔ میں سب سے پہلے سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی اور کچھ فخر نہیں۔'' [2]

اور اِس لیے بھی کہ وہ آپ ﷺ کی سنبھالی ہوئی دعائے مقبول ہوگی۔ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنے رب سے سلیمان (علیہ السلام) کی سی بادشاہی کیوں نہیں مانگ لیتے؟'' رسول اللہ ﷺ اس سوال پر مسکرا دیے اور فرمایا:

''ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے صاحب کو سلیمان کی بادشاہی سے بھی افضل عطیہ ملے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک دعا عطا کی تھی۔ بعض انبیاء نے وہ دعا کر لی اور دنیا کی کوئی ضرورت پوری کرا لی۔ بعض اُن انبیاء نے جنھیں اُن کی اقوام نے جھٹلایا تھا، اپنی اپنی قوم کے لیے بددعا کر لی۔ یوں اُن کی اقوام ہلاک ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ایک دعا عطا کی ہے جسے میں نے رب تعالیٰ کے ہاں سنبھال کر رکھوا دیا ہے۔ قیامت کے روز میں اُس دعا سے اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔'' [3]

[1] صحيح البخاري، حديث: 1475 و 4718. [2] سنن ابن ماجه، حديث: 4308. [3] المستدرك للحاكم: 68/1، و صحيح الترغيب والترهيب، حديث: 3635.

شفاعت کرنے سے انبیاء علیہم السلام کی معذرت

مرحلۂ شفاعت کے متعلق متعدد روایات کتبِ حدیث میں ملتی ہیں۔ میں نے ذیل میں وہ تمام روایات ترتیب سے جمع کر دی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: ''(قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ تمام اگلے پچھلے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرے گا۔ پکارنے والے کی پکار اُن سب کو سنائی دے گی اور سب پر نظر پڑے گی۔ سورج قریب آ جائے گا۔ لوگوں کو رنج وغم سے واسطہ پڑے گا جسے جھیلنا اُن کے بس میں نہیں ہوگا۔ اسی سنگین کیفیت میں جب طویل عرصہ گزر جائے گا تو لوگ شدت سے

چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُن کا فیصلہ کر دے۔ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: ''دیکھتے نہیں، تمھاری حالت کیا ہے اور کیسے کیسے مصائب تم پر آن پڑے ہیں؟ کسی ایسے آدمی کو تلاش کرو

جو رب تعالیٰ کے حضور تمھاری سفارش کر سکے۔'' اِس پر بعض افراد کہیں گے: ''ہمارے والد آدم جو ہیں۔'' لوگ بھاگم بھاگ آدم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ عرض کریں گے: ''اے آدم! آپ انسانوں کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا۔ اُس کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے۔ آپ دیکھتے نہیں ہم کس مصیبت میں پھنسے ہیں۔ کیسا وقت آن پڑا ہے ہم پر؟'' آدم فرمائیں گے: ''میرا رب آج اِتنے غصے میں ہے کہ اِس سے پہلے وہ کبھی اتنے غصے میں نہیں آیا، نہ اِس کے بعد وہ کبھی اتنے غصے میں آئے گا۔ اُس نے مجھے درخت سے روکا تھا لیکن میں نہیں رک پایا اور اُس کی نافرمانی کی۔ مجھے تو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ نوح کے پاس چلے جاؤ۔''

لوگ نوح (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: ''اے نوح! آپ اُن رسولوں کے باپ ہیں جو اہل زمین کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدِ شکور (بہت شکر گزار بندہ) فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش ہی کر دیجیے۔ آپ دیکھتے نہیں ہم کیسی مصیبت میں گرفتار ہیں؟ کیسے نازک مرحلے پر پہنچ گئے ہیں ہم؟'' نوح کہیں گے: ''میرا رب آج اتنے غصے میں ہے کہ اِس سے پہلے وہ کبھی اتنے غصے میں نہیں آیا، نہ اِس کے بعد وہ کبھی اتنے غصے میں آئے گا۔ میں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی۔ آج تو مجھے اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ابراہیم کے پاس چلے جاؤ۔''

لوگ دوڑے دوڑے ابراہیم (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ عرض کریں گے: ''اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں۔ اہل زمین میں سے آپ اُس کے خلیل (دلی دوست) ہیں۔ اُس کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے۔ آپ دیکھتے نہیں، ہم کیسی کٹھنائی میں

پڑے ہیں؟ آپ دیکھتے نہیں، ہم کس نازک موڑ پر پہنچے ہیں؟'' ابراہیم کہیں گے: ''میرا رب آج اِتنے غصے میں ہے کہ اِس سے پہلے وہ کبھی اتنے غصے میں نہیں آیا، نہ اِس کے بعد وہ کبھی اِتنے غصے میں آئے گا۔'' معاً اُنھیں اپنی کہی ہوئیں تین خلافِ ظاہر باتیں یاد آئیں گی تو وہ کہیں گے: ''مجھے تو اپنی جان کی فکر پڑی ہے۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ موسیٰ کے پاس چلے جاؤ۔''

لوگ موسیٰ (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے: ''اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوا تھا۔ اُس کے حضور ہماری سفارش ہی کر دیجیے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں، ہم کیسی مصیبت میں پڑے ہیں؟ کیسی مشکل میں آن پھنسے ہیں؟'' موسیٰ کہیں گے: ''میرا رب آج اتنے غصے میں ہے کہ اِس سے پہلے وہ کبھی اتنے غصے میں نہیں آیا، نہ اِس کے بعد وہ کبھی اتنے غصے میں آئے گا۔ میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ مجھے تو اپنی پڑی ہے۔ جاؤ، کسی اور کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ کے پاس چلے جاؤ۔''

لوگ عیسیٰ (علیہ السلام) کی خدمت میں جائیں گے اور کہیں گے: ''اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ اُس کا کلمہ ہیں جو اُس نے مریم کو القا کیا تھا۔ آپ اُس کی بھیجی ہوئی پھونک ہیں۔ آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے کلام کیا تھا۔ رب تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں، ہم کیسی پریشانی میں مبتلا ہیں، کیسی کٹھن گھاٹی میں پہنچے ہیں ہم؟'' عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے: ''میرا رب آج اتنے غصے میں ہے کہ اِس سے پہلے وہ کبھی اتنے غصے میں نہیں آیا، نہ اِس کے بعد وہ کبھی اتنے غصے میں آئے گا۔'' وہ کسی خطا کا ذکر نہیں کریں گے اور کہیں گے: ''کسی اور کے پاس جاؤ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلے جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تب وہ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: ''اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ رب تعالیٰ کے حضور آپ ہماری سفارش کر دیجیے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں، ہم کیسی مصیبت میں پڑے ہیں؟ مصائب کے کس طوفان میں گھرے ہیں؟'' تب میں آگے بڑھوں گا اور عرش تلے جا ٹھہروں گا۔ وہاں میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر پڑوں گا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ حمد و ثنا کے وہ بہترین الفاظ مجھے الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے اُس نے کسی کو الہام نہیں کیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''محمد! سر اٹھا اور مانگ، تجھے عطا کیا جائے گا۔ سفارش کر، تیری سفارش قبول کی جائے گی۔'' میں عرض کروں گا: ''رب کریم! میری امت، میری امت۔ رب کریم! میری امت، میری امت۔ رب کریم! میری امت، میری امت۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا! ''محمد! اپنی امت کے اُن افراد کو جنت کے داہنے دروازے میں داخل کر دے جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔''

بعد ازاں اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلے کر ڈالے گا۔'' [1]

یہ ہوگی وہ پہلی سفارش جس کے لیے تمام امتیں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش کی طالب ہوں گی۔ ہمارے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سفارش کو شرفِ قبولیت سے نوازے گا۔ یوں حساب کا عمل شروع ہوگا۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 7510، و صحيح مسلم، حديث: 326، و مسند أحمد: 281/1، و جامع الترمذي، حديث: 2434.

دوسری شفاعت

جب اہل جنت کو جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا تو وہ ایسی شخصیت کی تلاش میں نکلیں گے جو جنت میں داخلے کے لیے اُن کی سفارش کر سکے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: ''ابا جان! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوا دیجیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس شفاعت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لوگوں کو (میدانِ محشر میں) اکٹھا کرے گا۔ اہل ایمان کھڑے ہوں گے اور جنت ان کے قریب لائی جائے گی۔ تب وہ آدم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: ''ابا جان! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوا دیجیے۔'' وہ کہیں گے: ''تمھیں تمھارے باپ آدم کی خطا ہی نے تو جنت سے نکالا تھا۔ یہ میرا کام نہیں۔ تم ایسا کرو میرے بیٹے ابراہیم کے پاس چلے جاؤ جو اللہ کا خلیل (دلی دوست) ہے۔'' لوگ ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ ''یہ میرا منصب نہیں۔ میں تو اوجھل او جھل سے خلیل تھا۔ تم موسیٰ کے پاس جاؤ جس سے اللہ تعالیٰ بذاتِ خود ہم کلام ہوا تھا۔'' لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے تو وہ کہیں گے: ''میں بھی اِس کا اہل نہیں۔ عیسیٰ کے پاس جاؤ جو اللہ کا کلمہ اور اُس کی اِرسال کردہ پھونک ہے۔'' لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ کام میرا نہیں۔ تب وہ محمد ﷺ کی خدمت میں آئیں گے۔ آپ ﷺ آگے بڑھ کر سفارش کریں گے تو اُنھیں اجازت عطا فرمائی جائے گی۔'' [1]

یوں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ بابِ جنت کے کھلوانے اور اُس میں داخلے کے سلسلے میں شفاعت کریں گے۔ یہ شفاعت بھی مقامِ محمود ہی کا ایک پہلو ہے۔ یہ شفاعت ہمارے

[1] صحيح مسلم، حديث: 195.

نبی حضرت محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ (محمد) چلتے ہوئے جائیں گے اور بابِ جنت کا کڑا تھام لیں گے۔'' [1]

نبیِ کریم ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دستک دوں گا۔ دربانِ جنت پوچھے گا: ''کون ہے؟'' میں کہوں گا: ''محمد ہوں۔'' اِس پر وہ کہے گا: ''مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔'' [2]

یہ دوسری شفاعت ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو نوازے گا۔ امت محمد یہ اور دیگر امتوں کے اہلِ ایمان اِس شفاعت سے مستفید ہوں گے۔

تیسری شفاعت

اِس شفاعت سے وہ اہلِ ایمان مستفید ہوں گے جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کریں گے کہ اُن اہلِ ایمان کو جنت میں داخلے کی اجازت عطا فرمایئے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے: ''...... پھر فرمایا جائے گا: ''محمد! سر اٹھا۔ مانگ، تجھ کو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں سر اُٹھا کر عرض کروں گا: ''اے میرے رب! میری امت۔ اے میرے رب! میری امت۔'' فرمایا جائے گا: ''محمد! اپنی امت کے اُن افراد کو جنت کے داہنے دروازے میں داخل کردے جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ جنت کے دیگر دروازوں میں بھی یہ لوگوں کے شریک ہوں گے۔''

[1] صحيح البخاري، حديث: 1475. [2] صحيح مسلم، حديث: 197.

نبی کریم ﷺ نے مزید فرمایا: ''بابِ جنت کے دو پٹوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ و حِمْیَر کا درمیانی فاصلہ یا جتنا مکہ اور بُصریٰ کا درمیانی فاصلہ ہے۔''[1]

چوتھی شفاعت

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا بہت بڑا پہلو یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ایسے افراد کی شفاعت کرنے کی بھی اجازت عطا فرمائے گا جو اہلِ ایمان اور موحّد تو ہوں گے لیکن گناہ گار ہوں گے اور گناہوں کے باعث دوزخ میں چلے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوگا، تاہم جانتے بوجھتے دیگر حرام کاموں میں ملوث رہے ہوں گے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ایسے گناہ گاروں کی بھی سفارش کریں گے۔ یوں اُن افراد کو دوزخ کے عذاب سے نجات ملے گی۔

حدیث شفاعت کے دوران میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب میں جاؤں گا اور اپنے رب تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہوں گا۔ مجھے اجازت دی جائے گی۔ جونہی میں اپنے رب تعالیٰ کو دیکھوں گا، سجدے میں گر پڑوں گا۔ وہ جب تک چاہے گا، مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا: ''محمد! سر اٹھا۔ بول، تیری بات سنی جائے گی۔ مانگ، تجھ کو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔'' میں اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے لوگوں کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی جنھیں میں جنت میں داخل کر دوں گا۔

بعد ازاں میں واپس جاؤں گا۔ جونہی میں اپنے رب تعالیٰ کو دیکھوں گا، سجدے میں گر پڑوں گا۔ وہ جب تک چاہے گا، مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ پھر فرمایا جائے گا: ''محمد!

[1] صحيح البخاري، حديث: 4712، و صحيح مسلم، حديث: 194.

سر اٹھا۔ بول، تیری بات سُنی جائے گی۔ مانگ، تجھے عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔'' تب میں اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے لوگوں کی ایک حد مقرر کردی جائے گی جنھیں میں جنت میں لے جاؤں گا۔

بعدازاں واپس دربارِ الٰہی میں حاضر ہوں گا۔ جونہی میں اپنے رب تعالیٰ کو دیکھوں گا، سجدے میں گر پڑوں گا۔ وہ جب تک چاہے گا، مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔'' پھر فرمایا جائے گا: ''محمد! سر اٹھا۔ بول، تیری بات سنی جائے گی۔ مانگ، تجھے عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔'' تب میں اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے لوگوں کی ایک حد مقرر

کردی جائے گی جنھیں میں جنت میں لے جاؤں گا۔ اِس کے بعد واپس آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کروں گا: ''اے میرے رب! دوزخ میں اب وہی لوگ رہ گئے ہیں جنھیں بموجب آیاتِ قرآنی ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے گا۔''

''دوزخ میں سے وہ افراد نکل جائیں گے جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا اور اُن کے دل میں دانۂ جو کے برابر ایمان تھا۔ اِن کے بعد وہ افراد دوزخ میں سے نکل جائیں گے جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا اور اُن کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان تھا۔ پھر وہ افراد دوزخ میں سے نکل جائیں گے جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا اور اُن کے دل میں ذرہ برابر ایمان تھا۔'' [1]

نبیِ کریم ﷺ نے مزید فرمایا:

«شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي»

''میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ گاروں کے لیے ہے۔'' [2]

ایک اور روایت کے مطابق نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''پھر (مجھ سے) فرمایا جائے گا: جاؤ اور جس کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر ایمان ہے، اُسے دوزخ سے نکال لاؤ۔ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ پھر میں واپس اپنے رب تعالیٰ کی خدمت میں جاؤں گا اور اُس کی وہی حمد و ثنا بیان کروں گا۔ پھر میں

[1] صحيح البخاري، حديث: 7410. [2] مسند أحمد: 213/3، و سنن أبي داود، حديث: 4739.

سجدے میں گر پڑوں گا۔ تب مجھ سے کہا جائے گا: ''محمد! اپنا سر اٹھا۔ بول، تیری بات سنی جائے گی۔ مانگ، تجھے عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔'' میں عرض کروں گا: ''میری امت۔ میری امت۔'' مجھ سے فرمایا جائے گا: ''جاؤ اور جس کے دل میں دانۂ رائی کے برابر ایمان ہے، اُسے دوزخ سے نکال لاؤ۔'' میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ بعد ازاں واپس رب تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اُس کی وہی حمد و ثنا بیان کروں گا۔ اور سجدے میں گر پڑوں گا۔ مجھ سے فرمایا جائے گا: ''محمد! اپنا سر اٹھا۔ بول، تیری بات سنی جائے گی۔ مانگ، تجھے عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔'' میں عرض کروں گا: ''اے میرے رب! میری امت۔ میری امت۔'' مجھ سے فرمایا جائے گا: ''جاؤ اور جس کے دل میں چھوٹے سے چھوٹے دانۂ رائی کے برابر ایمان ہے، اُسے دوزخ سے نکال لاؤ۔'' چنانچہ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔''

حدیث کے آخر میں فرمایا: ''میں عرض کروں گا: ''اے میرے رب! مجھے اُن تمام افراد کو دوزخ سے نکالنے کی اجازت دے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''نہیں، یہ کام تیرا نہیں۔ تاہم میری عزت، میری کبریائی، میری عظمت اور میری بڑائی کی قسم! میں اُن افراد کو ضرور (دوزخ سے) نکال دوں گا جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا تھا۔''[1]

وہ افراد جو شفاعت کی بدولت دوزخ سے نجات پائیں گے

رسول اللہ ﷺ نے اُن موحد گنہگاروں کا احوال بیان کیا ہے جو آپ کی شفاعت کی بدولت عذابِ جہنم سے نجات پائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شفاعت کی بدولت دوزخ میں سے یوں نکلیں گے جیسے وہ ککڑیاں ہوں۔''[2]

[1] صحيح مسلم، حديث: 193. [2] صحيح البخاري، حديث: 6558.

مطلب یہ کہ دوزخ کی آگ میں جل جل کر اُن کے بدن لکڑیوں کی طرح سوکھ چکے ہوں گے۔ رنگ بدل گئے ہوں گے۔ لکڑیوں کی طرح اُن کے بدن پر دھبے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا: ''کچھ لوگ دوزخ میں سے نکلیں گے جبکہ آگ نے اُن کا رنگ جلا دیا ہوگا۔ جب وہ جنت میں جائیں گے تو اہلِ جنت اُنھیں جہنمی کہہ کر پکاریں گے۔'' [1]

یہ شفاعت جس کی بدولت وہ اہلِ ایمان گناہ گار دوزخ میں سے نکل کر جنت میں جائیں گے جنھوں نے شرک نہیں کیا تھا، یہ شفاعت نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت ہی کے ساتھ خاص نہیں ہوگی بلکہ تمام امتوں کے اہل ایمان اِس سے مستفید ہوں گے اور اُن کے انبیاء ورُسل اُن کی سفارش کریں گے۔ ابنیاء ورُسُل کے علاوہ دیگر نیک افراد بھی دوسروں کی سفارش کریں گے، تاہم ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو شفاعت کا بیشتر حصہ میسر آئے گا۔

پانچویں شفاعت

یہ شفاعت نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کی سفارش کی تھی۔ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کافروں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝ ﴾

''پھر سفارشیوں کی سفارش انھیں نفع نہ دے گی۔'' [2]

تاہم اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کو اِس سے مستثنیٰ کیا ہے۔ ابوطالب کو نبی کریم ﷺ کی شفاعت فائدہ پہنچائے گی۔ آپ کی شفاعت سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی، تاہم وہ دوزخ سے نہیں نکل پائے گا۔ اہلِ دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب

[1] صحيح البخاري، حديث: 6559. [2] المدثر 74:48.

ابوطالب کو دیا جائے گا لیکن وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ احادیث میں یہ تفصیلات آئی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابوطالب کو دوزخ کی گہری کھائیوں میں دیکھا تو آپ ﷺ نے اُس کی سفارش کی۔ آپ کی سفارش سے ابوطالب صرف ٹخنوں تک آگ میں جلے گا۔ یوں نبی کریم ﷺ نے سفارش کی تھی کہ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے نہ کہ اُسے دوزخ سے نکال دیا جائے۔ وجہ اِس کی یہ ہے کہ ابوطالب کافر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے پوری کوشش کی تھی کہ آپ کا چچا ابوطالب اسلام قبول کر لے۔ ابوطالب کی جانکنی کے عالم میں بھی آپ اُس کے سرہانے کھڑے یہی کہتے رہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ لیکن ابوطالب نے لا الہ الا اللہ نہیں کہا۔ اُس نے صرف یہ کہا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر مر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾

''(اے نبی!) بے شک جسے آپ چاہیں، ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہے، ہدایت دیتا ہے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے مزید فرماتا:

﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾

''(اے نبی!) لوگوں کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔'' [2]

چونکہ سردار ابوطالب نبی کریم ﷺ کا بہت بڑا حامی تھا، اِس لیے آپ نے اللہ تعالیٰ

[1] القصص 28:56. [2] البقرۃ 2:272.

کے حضور اُس کے متعلق سفارش کی کہ اُس کے عذاب میں تخفیف کردی جائے، چنانچہ اُس کے عذاب میں تخفیف کردی گئی۔ ارشادِ نبوی ہے: "قیامت کے روز ابوطالب کو سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا۔ آگ اُس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اُس کا دماغ کھولے گا۔"[1]

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا تھا: "قیامت کے روز سب سے ہلکا عذاب اُس آدمی کو ہوگا جسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی۔ اُن کے اثر سے اُس کا دماغ کھولے گا۔ وہ یہی سمجھے گا کہ وہ شدید ترین عذاب میں مبتلا ہے، حالانکہ وہ سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا۔"[2]

چھٹی شفاعت

اِس شفاعت سے وہ افراد مستفید ہوں گے جو اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں داخلے کے مستحق قرار پائیں گے لیکن اِس شفاعت کی بدولت وہ دوزخ سے نجات پائیں گے اور اُس میں نہیں جائیں گے۔ یہ شفاعت اُس شفاعت کے علاوہ ہوگی جس کی بدولت وہ اہل ایمان عذابِ جہنم سے نجات پائیں گے جو عذابِ جہنم میں مبتلا ہوں گے۔ یہ شفاعت نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دیگر انبیاء و رُسُل، صدیقین، صالحین اور فرشتے بھی یہ شفاعت کر پائیں گے۔

ساتویں شفاعت

یہ شفاعت اُن اہلِ ایمان کے لیے ہے جو جنت میں جائیں گے۔ اِس شفاعت کی

[1] صحيح البخاري، حديث: 3885، و صحيح مسلم، حديث: 213. [2] صحيح مسلم، حديث: 213-(364).

بدولت جنت میں اُن کے درجات بلند ہوں گے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: ''اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے۔ ہدایت یافتہ افراد میں اُس کے درجات بلند فرما۔ اُس کے پس ماندگان کی حفاظت فرما۔ یا رب العالمین! ہمیں اور اُسے بخش دے۔ اُس کی قبر کشادہ اور منور کر دے۔'' [1]

آٹھویں شفاعت

جو آدمی مستقل طور پر مدینہ منورہ میں رہتا ہے اور بود و باش کی دشواریوں کے باوجود وہیں مقیم رہتا اور وہاں سے ترکِ سکونت نہیں کرتا، وہ اِس شفاعت سے بہرہ یاب ہوگا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''میری امت کا جو فرد مدینہ میں بود و باش کی دشواریوں پر صبر کرے گا، قیامت کے روز میں اُس کی سفارش کروں گا یا اُس کے حق میں گواہی دوں گا۔'' [2]

نویں شفاعت

وہ خوش نصیب افراد اِس شفاعت سے بہرہ یاب ہوں گے جو مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی یہ کر سکے کہ وہ مدینہ میں وفات پائے، وہ ایسا کرے کیونکہ جو لوگ مدینہ میں وفات پائیں گے، میں اُن کی سفارش کروں گا۔'' [3]

یوں اللہ تعالیٰ نے جن خوش نصیب افراد کو مدینہ منورہ میں رہنے کی توفیق بخشی ہے، یہ اُن کے لیے بڑی خوشخبری ہے۔ جو افراد مدینہ منورہ میں وفات پاتے ہیں، اُن کے لیے بھی یہ بہت بڑی خوشخبری ہے۔ انبیاء و رُسُل کے علاوہ دیگر جو افراد شفاعت انجام دیں گے، ذیل میں اب اُن کا ذکر کیا جاتا ہے:

[1] صحيح مسلم، حديث: 920. [2] صحيح مسلم، حديث: 1378. [3] جامع الترمذي، حديث: 3917، و مسند أحمد: 104/2.

فرشتے اور اہلِ ایمان افراد

اللہ تعالیٰ کے ہاں فرشتوں کا اور اہل ایمان افراد کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔

ارشادِ نبوی ہے: ''انبیاء، فرشتے اور مومنین شفاعت کریں گے۔ تب الجبار فرمائے گا: ''میری شفاعت باقی رہ گئی ہے۔'' وہ جہنم کی آگ میں سے ایک مٹھی بھرے گا اور بہت سے لوگوں کو نکال باہر کرے گا جن کے بدن جل گئے ہوں گے۔ اُنھیں جنت کے دہانوں پر واقع ایک نہر میں ڈالا جائے گا۔ اُس نہر کو آبِ حیات کہتے ہیں۔ وہ اُس کے کناروں پر یوں تیزی سے اُگیں گے جیسے سیلاب کے لائے ہوئے خس و خاشاک میں بیج اُگتے ہیں جنھیں تم نے (دریا کی) چٹان کے دامن میں اور (دریا کے) درخت تلے اُگتے دیکھا ہو گا۔ اُن میں جو دھوپ میں اگتا ہے، وہ سبزی مائل ہوتا ہے اور جو سائے میں اگتا ہے، وہ سفیدی مائل ہوتا ہے۔ وہ یوں چمکتے دمکتے آبِ حیات سے نکلیں گے جیسے سُچے موتی چمکتے ہیں۔ اُن کی گردنوں میں نہایت دیدہ زیب علامتی کڑے پہنائے جائیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اہلِ جنت اُنھیں دیکھ کر کہیں گے: ''یہ الرحمٰن کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اُس نے انھیں جنت میں داخل کیا جبکہ اِنھوں نے کوئی عمل نہیں کیا تھا، نہ کوئی کارِ خیر انجام دیا تھا۔'' جنت میں اُن نجات پانے والے افراد سے کہا جائے گا: ''جو کچھ تم دیکھ رہے ہو، یہ سب تمھارا ہے اور اِتنا ہی اِس کے علاوہ بھی۔'' [1]

ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''فرشتے شفاعت کر چکے۔ انبیاء بھی شفاعت کر چکے۔ مومنین بھی شفاعت کر چکے۔ اب اَرْحَمُ الرَّاحِمِین (رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا) رہ گیا ہے۔ وہ (جہنم کی)

[1] صحيح البخاري، حديث: 7439، و صحيح مسلم، حديث: 183.

آگ میں سے ایک مٹھی بھرے گا اور ایسے بہت سے لوگوں کو اُس میں سے نکال باہر کرے گا جنھوں نے کبھی کوئی کارِ خیر انجام نہیں دیا تھا۔ وہ جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ وہ اُنھیں جنت کے دہانوں پر واقع ایک نہر میں ڈال دے گا۔" [1]

شہید

شہید وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ وہ اللہ کا نام بلند کرنے کی خاطر دشت وجبل میں جاتے اور دشمنانِ خدا سے لڑتے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنھیں شفاعت کا موقع ملے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: "شہید اپنے خاندان کے ستر افراد کی سفارش کرے گا۔" [2]

صلحائے امت

امت کے نیک، پاکباز اور تقویٰ شعار افراد کو بھی اللہ تعالیٰ شفاعت کا موقع عطا فرمائے گا۔ ایک صحابیِ رسول کا بیان ہے کہ اُنھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "میری امت کے ایک فرد کی شفاعت کی بدولت بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔" [3]

اِس حدیث کے روایت کرنے والے صحابی کا نام عبداللہ بن ابی جدعاء رضی اللہ عنہ ہے۔

قرآنِ مجید بطور سفارش کنندہ

قرآنِ مجید کلام اللہ ہے۔ اِس کی تلاوت قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ قرآنِ مجید کے ہر ہر حرف کی تلاوت پر ایک نیکی ملتی ہے۔ اِس کی تلاوت دنیا میں باعث عزت اور آخرت میں باعث نجات ہے۔ قیامت کے روز قرآنِ مجید اپنی تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

[1] صحيح مسلم، حديث: 183. [2] سنن أبي داود، حديث: 2522. [3] جامع الترمذي، حديث: 2438.

ارشادِ نبوی ہے: ''قرآنِ مجید کی تلاوت کیا کرو۔ قیامت کے روز یہ اپنی تلاوت کرنے والوں کا سفارش کنندہ بن کر آئے گا۔'' [1]

یوں قرآنِ مجید روزِ قیامت قاریِ قرآن کی شفاعت کرے گا۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران روزِ قیامت اپنے قاری کے لیے حجت کریں گی۔ اپنے قاری کے لیے جھگڑا کریں گی۔ یوں جو آدمی بکثرت قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا اور بالخصوص سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کو اپنے معمولات میں شامل کرتا ہے، وہ روزِ قیامت شفاعت کا مستحق قرار پائے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے قارئین کا سفارش کنندہ بن کر آئے گا۔ اور دو چمکتی دمکتی سورتوں سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کیا کرو کیونکہ یہ دونوں جب قیامت کے دن آئیں گی تو یوں معلوم ہوگا گویا دو

بادل ہیں یا پرندوں کے دو غول ہیں۔ تب یہ دونوں اپنے قارئین کے لیے حجت کریں گی۔'' [2]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 804. [2] صحیح مسلم، حدیث: 804.

حجت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں نہایت اصرار سے اپنے قارئین کی شفاعت کریں گی اور بالآخر اُنھیں عذاب سے نجات دلوائیں گی۔

مرنے والی ننھی منی اولاد

بچے کی موت کا صدمہ ماں باپ کے لیے نہایت جانکاہ ہوتا ہے۔ بچے کی موت پر ماں باپ صبر وضبط سے کام لیں اور اُس کے بدلے میں اجر وثواب کی امید رکھیں تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اُن کا چھوٹا بیٹا بھی اُن کے ساتھ ہوتا تھا۔ ایک روز وہ معمول کے مطابق حاضر خدمت ہوئے۔ چھوٹا بیٹا اِس مرتبہ اُن کے ہمراہ نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کے متعلق دریافت کیا تو اُنھوں نے بتایا کہ وہ تو اللہ کو پیارا ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اُن صاحب سے فرمایا: ''کیا تمھیں پسند نہیں کہ جب تم جنت کے دروازے پر جاؤ گے تو اُسے اپنا منتظر پاؤ گے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ بات خاص اِن کے لیے ہے یا ہم سب کے لیے؟ فرمایا: ''بلکہ آپ سب کے لیے۔''[1]

[1] مسند أحمد:436/3، و المستدرك للحاكم:384/1.

اولاد کی دُعا

اولاد کی دعا سے ماں باپ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

''اللہ تعالیٰ جنت میں نیک آدمی کے درجات بلند کرے گا۔ وہ نیک آدمی عرض کرے گا: ''رب کریم! یہ اعزاز مجھے کیونکر ملا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تیرے لیے تیری اولاد کی دعائے مغفرت کی بدولت۔'' [1]

روزہ

روزہ بہت بڑی، بہت اہم اور بڑی نفع بخش عبادت ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''ابنِ آدم کی ہر نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سوائے روزے کے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اُس کی جزا دوں گا۔ اُس نے اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میری وجہ سے ترک کی۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی اُسے اُس وقت ملے گی جب وہ اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے دار کے منہ کی بُو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' [2]

ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس روزے کے بدلے میں اُس کا چہرہ نارِ جہنم سے ستر برس (کی مسافت) تک دور کر دیتا ہے۔'' [3]

جنت کا ایک دروازہ بابِ رَیّان کہلاتا ہے۔ صرف روزے دار اُس دروازے میں سے گزر کر جنت میں جائیں گے۔ اُن کے گزرنے کے بعد وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ روزِ قیامت روزہ آدمی کی سفارش بھی کرے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''قیامت کے دن روزہ اور

[1] مسند أحمد: 509/2، و سنن ابن ماجه، حديث: 3660. [2] صحيح البخاري، حديث: 1904، و صحيح مسلم، حديث: 1151، و صحيح ابن خزيمة: 197/3. [3] صحيح البخاري، حديث: 2840، و صحيح مسلم، حديث: 1153.

قرآنِ مجید آدمی کی سفارش کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: ''رب کریم! میں نے اِس آدمی کو دن میں کھانے پینے اور شہوت پوری کرنے سے روکے رکھا۔ اِس کے حق میں میری

سفارش قبول فرما۔'' قرآنِ مجید کہے گا: ''یا رب! میں نے (میری تلاوت نے) اِس آدمی کو رات میں سونے سے روکے رکھا۔ اِس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔'' چنانچہ اُن دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔''[1]

میت کے لیے نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی شفاعت

مرنے والے کا یہ حق ہے کہ زِندہ افراد اُس کی نمازِ جنازہ ادا کریں۔ خود نمازِ جنازہ پڑھنے والے کو بھی اِس کا بہت اجر وثواب ملتا ہے۔ میت کے حق میں نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''سو مسلمان جس میت کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اُس کی سفارش کریں، اُن کی سفارش میت کے حق میں ضرور قبول کی جاتی ہے۔''[2]

[1] مسند أحمد: 174/2. [2] صحيح مسلم، حديث: 947.

''اُس کی سفارش کریں۔''یعنی اُس کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

نبی کریم ﷺ کی شفاعت حاصل کرنے کا طریقہ

قیامت کے دن امت کے جو افراد نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے بہرہ یاب ہوئے، وہ تو بلاشبہ کامیاب ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے اعمالِ صالحہ کا ذکر کیا ہے جن کی انجام دہی آدمی کو شفاعت نبوی کا مستحق بناتی ہے۔

اذان کے بعد اذکار

ذِکرِ الٰہی کے بے شمار فائدے ہیں۔ اِس سے دل کو اطمینان وسکون ملتا اور دماغ کو سیدھے راستے کی ہدایت ملتی ہے۔ اذان کے بعد کا ایک ذکر نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے۔ اگر پابندی سے وہ ذکر کیا جائے تو قیامت کے روز شفاعت نبوی سے بہرہ یابی ہوگی۔

فرمایا: ''جو آدمی اذان سن کر یہ کہے:

«اَللّٰھُمَّ! رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَ الصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ! آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیلَۃَ وَالْفَضِیلَۃَ، وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُودَنِ الَّذِي وَعَدْتَّہُ»

فرمایا
''جو آدمی اذان سن کر یہ کہے:
«اَللّٰھُمَّ! رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَ الصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ! آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیلَۃَ وَالْفَضِیلَۃَ، وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُودَنِ الَّذِي وَعَدْتَّہُ»

''اے اللہ! اے اِس دعوتِ کامل اور اِس کے نتیجے میں قائم ہونے والی نماز کے رب! تو محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند

درجہ عطا فرما۔ اور اُنھیں اُس مقامِ محمود پر پہنچا دے جس کا تُو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔ "روزِ قیامت اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔" [1]

درود شریف بکثرت پڑھنا

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہمیں ساری دنیا سے بڑھ کر پیارے ہیں۔ آپ کا ذکرِ خیر کرنا، آپ کی پاکیزہ سیرت کا تذکرہ کرنا اور آپ پر درود و سلام بھیجنا، آپ کی محبت کی نشانی ہے۔ درود شریف بکثرت پڑھنا آپ کی شفاعت سے بہرہ یابی کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: "جس نے مجھ پر صبح کے وقت دس مرتبہ اور شام کے وقت دس مرتبہ درود بھیجا، قیامت کے دن اُسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔" [2]

نوافل کی کثرت

بندوں کے اعمال میں نماز کا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: "اور یہ جان لو کہ تمھارا بہترین عمل نماز ہے۔" [3]

فرض اور نفل نماز شفاعت نبوی کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے، آپ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری گزارش صرف یہ ہے کہ آپ قیامت کے روز میری سفارش کر دیجیے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔" [4]

"تو کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔" مطلب یہ کہ بکثرت نوافل پڑھا کرو تاکہ تمھیں

[1] صحيح البخاري، حديث: 614. [2] (ضعيف) مجمع الزوائد: 120/10، حديث: 17022، والسلسلة الضعيفة، حديث: 5788. [3] مسند أحمد: 276/5، و سنن ابن ماجه، حديث: 277.
[4] صحيح مسلم، حديث: 489، و مسند أحمد: 59/4.

میری شفاعت حاصل ہو۔

مسلمانوں کے کام آنا

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔کوئی امیر ہے،کوئی غریب۔کوئی حاکم ہے،کوئی محکوم۔کوئی بڑا ہے،کوئی چھوٹا۔جس طرح مال کی زکاۃ ہوتی ہے،اُسی طرح مقام و مرتبہ کی بھی زکاۃ ہوتی ہے۔ مقام و مرتبہ اور جاہ وحشمت کی زکاۃ یہ ہے کہ بااثر آدمی کمزوروں کے کام آئے۔ دنیا کے مختلف معاملات میں بے لوث ہوکر اُن کی سفارش کر دیا کرے۔ایسے بااثر آدمی کو روزِ قیامت نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ارشادِ

نبوی ہے: ''جو آدمی اپنے بھائی کے کام آیا، قیامت کے روز میں اُس کے میزان کے قریب کھڑا رہوں گا۔ نیک اعمال کا پلڑا بھاری رہا تو ٹھیک ورنہ میں اُس کی شفاعت کروں گا۔'' [1]

اللہ کے لیے بھائی چارہ

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اخوت کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ ﴾

''مومن تو (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں، لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور تم اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' [2]

ایمان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اہلِ ایمان میں ایک طرح کا بھائی چارہ قائم ہو جاتا ہے۔ اہلِ ایمان کے قالب تو الگ الگ ہیں لیکن اُن میں روح ایک ہی بستی ہے۔ ایسے دو آدمی جو ذاتی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ صرف اللہ کے لیے ایک دوسرے سے بھائیوں والا سلوک کرتے ہیں، ایک دوسرے سے بھائی چارہ رکھتے ہیں، ایسے دو آدمی قیامت کے دن شفاعت نبوی کے مستحق ٹھہریں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''میں اُن دو آدمیوں کا سفارش کنندہ ہوں گا جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔'' [3]

بکثرت لعنت بھیجنا شفاعت کو مانع ہے، ارشادِ نبوی ہے: ''بکثرت لعنت بھیجنے والے قیامت کے روز نہ تو گواہ بنیں گے نہ سفارش کنندہ۔'' [4]

[1] (موضوع) سلسلة الأحاديث الضعيفة، حديث: 751، و حلية الأولياء لأبي نعيم: 353/6. [2] الحجرٰت 49:10. [3] (موضوع) حلية الأولياء لأبي نعيم: 368/1، سلسلة الأحاديث الضعيفة، حديث: 1723. [4] صحيح مسلم، حديث: 2598.

ہر قوم اپنے معبود کے پیچھے جائے گی

یومِ محشر کے اختتام پر لوگوں کو اُن کے ابدی ٹھکانوں کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ تب ہر قوم کو یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے معبود کے پیچھے چلی جائے۔ معاً اُن معبودانِ باطلہ کے خیالی ہیولے نمودار ہوں گے جن کی دنیا میں پوجا کی جاتی تھی۔ اُن کے پجاری اُنھیں دیکھتے ہی اُن کے پیچھے پیچھے چلتے جائیں گے۔ جو لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے، وہ سورج کے پیچھے چل پڑیں گے۔ جو چاند کو پوجتے تھے، وہ چاند کے پیچھے چلے جائیں گے۔ جو لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے، وہ بتوں کے پیچھے چلے جائیں گے۔ یہ تمام معبودانِ باطلہ چلتے چلتے آگے جا کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ اُن کے پجاری بھی اُن کے پیچھے چلتے چلتے دوزخ میں جا گریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق فرمایا:

﴿ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ ﴾

''وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، پھر انھیں آگ میں جا داخل کرے گا اور برا ہے وہ گھاٹ جس پر (پینے کے لیے) آیا جائے۔'' [1]

[1] ھود 11:98.

یہ تمام کافر و مشرک جب دوزخ میں جا گریں گے تو صرف اہلِ ایمان اور باقی ماندہ اہلِ کتاب رہ جائیں گے۔ یہی افراد آئندہ کے تمام مراحل سے گزریں گے۔ ارشادِ نبوی ہے:
''قیامت کے روز ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر قوم اُس کے پیچھے جائے جس کی وہ پرستش کرتی تھی۔ چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی اور مورتیوں کی پرستش کرتے تھے، وہ دوزخ میں جا گریں گے۔

جب وہ نیک و بد افراد جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور باقی ماندہ اہلِ کتاب باقی رہ جائیں گے تو یہود کو بلایا جائے گا۔ اُن سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی پرستش کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی پرستش کرتے تھے۔ اُن سے کہا

جائے گا کہ غلط کہتے ہو تم۔ اللہ نے تو نہ کوئی بیوی کی اور نہ اُس کے کوئی اولاد ہے۔ تو اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا۔ اُن کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے گا کہ جا کر پنگھٹ سے پانی کیوں نہیں پیتے۔ چنانچہ اُنھیں اکٹھا کر کے دوزخ کی طرف دھکیل دیا جائے گا جو دور سے سراب کی طرح نظر آئے گی۔ یوں وہ دوزخ میں گرتے جائیں گے۔

یہود کے بعد نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی پرستش کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی پرستش کرتے تھے۔ اُن سے کہا جائے گا کہ غلط کہتے ہو تم۔ اللہ نے تو نہ کوئی بیوی کی نہ اُس کے کوئی اولاد ہے۔ تب اُن سے کہا جائے گا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے۔ ہمیں پانی پلا۔ اُن کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے گا کہ جا کر پنگھٹ سے پانی کیوں نہیں پیتے۔ چنانچہ اُنھیں اکٹھا کر کے دوزخ کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ دوزخ دور سے سراب کی طرح دکھائی دے گی۔ چنانچہ وہ دوزخ میں گرتے جائیں گے۔

جب وہ نیک و بد افراد ہی باقی رہ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے تو رب العالمین سبحانہ وتعالیٰ اُن کے پاس آئے گا، اُس صورت سے ملتی جلتی صورت میں جس میں اُنھوں نے اُسے پہلے دیکھا تھا۔ وہ فرمائے گا کہ تمھیں اب کس کا انتظار ہے، تمام قومیں اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چلی گئیں؟ لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے دنیا میں لوگوں سے ترکِ تعلق کر لیا تھا، حالانکہ ہمیں اُن کی بہت ضرورت تھی۔ وہ فرمائے گا کہ میں تمھارا رب ہوں۔ اِس پر لوگ کہیں گے: ہم تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ہم اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اُن میں سے بعض تو (راہِ راست سے) پلٹنے کو ہوں

گے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا کہ کیا تمھارے پاس اُس کی کوئی نشانی ہے جس سے تم اُس کو پہچان لو؟ وہ کہیں گے کہ ہاں۔ تب پنڈلی سے پردہ ہٹایا جائے گا۔ اِس پر جو لوگ دل سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے، اُن سب کو اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔ اور جو لوگ دکھاوے کے سجدے کرتے تھے، اُن کی کمریں تختہ بن جائیں گی۔ وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو پیٹھ کے بَل پیچھے جا گریں گے۔ جو لوگ سجدے میں گر پڑے تھے، وہ سجدے سے سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُسی صورت میں آ چکا ہوگا جس میں اُنھوں نے اُسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ وہ فرمائے گا کہ میں تمھارا رب ہوں۔ لوگ عرض کریں گے کہ تُو ہمارا رب ہے۔ اِس کے بعد جہنم پر پُل (صراط) رکھا جائے گا۔ شفاعت اترے گی اور لوگ کہیں گے:

''اے اللہ! سلامت رکھیو۔ سلامت رکھیو۔''

اِس موقع پر کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پُل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ پھسلواں (راستہ) ہے جس میں آنکڑے اور سعدان بوٹی کے سے کانٹے ہوں گے۔ اہلِ ایمان اُس پر سے یوں گزر جائیں گے جیسے پلک کا جھپکنا اور بجلی کا چمکنا اور اڑتے پرندوں کی طرح اور تیز رفتار چاق چوبند گھوڑوں کی طرح اور تیز رفتار اونٹوں کی طرح۔ بعض لوگ تو صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ بعضوں کو خراشیں آئیں گی لیکن اُنھیں چھوڑ دیا جائے گا۔ اور بعضوں کو دھکا دے کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' [1]

پُل صراط کے عبور کرنے سے پیشتر جو حالات پیش آئیں گے یہ تھا اُن کا بیان۔ میدانِ محشر میں اُس وقت صرف اسلام کے نام لیوا رہ جائیں گے۔ اُن میں ہر طرح کے مسلمان شامل ہوں گے۔ نیک و بد، سنی و بدعتی سب طرح کے۔ اُن میں باقی ماندہ اہلِ کتاب بھی

[1] صحيح البخاري، حديث: 4581، 7439، و صحيح مسلم، حديث: 183.

شامل ہوں گے۔ آئندہ یہ بیان کیا جائے گا کہ کافروں کو نارِ جہنم میں کس طرح پھینکا جائے گا اور کافروں کے جہنم رسید ہونے کے بعد جو لوگ باقی رہ جائیں گے، وہ پُل صراط کو کیونکر عبور کریں گے۔

راہِ نجات

''روزِ قیامت صرف وہی لوگ نجات پائیں گے جو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتے تھے۔ مخلوقات کو پوجنے والے اُن مخلوقات کے ساتھ ہی جہنم میں جائیں گے۔''

کافر جہنم کی طرف.....

کتاب وسنت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کافروں کے نارِ جہنم میں جانے کی متعدد صورتیں ہوں گی۔

پہلی صورت

جس طرح چرواہا مویشی کے غول کو للکار للکار کر ہانکتا ہے، اُسی طرح کافروں کو بھی للکار للکار کر گروہوں کی شکل میں جہنم کی اَور ہانکا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ﴾

’’اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے۔‘‘ [1]

مزید فرمایا:

﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ ﴾

’’جس دن انھیں نہایت سختی سے دھکے دے دے کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا۔‘‘ [2]

[1] الزمر 39:71. [2] الطور 52:13.

اور فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ ﴾

''اور جس دن اللہ کے دشمن (ہانک کر) آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، تو ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔'' [1]

جب چرواہا جانوروں کو للکار بتاتا ہے تو وہ بھاگتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر گرتے، ایک دوسرے سے ٹکراتے، ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اسی طرح

جب کافروں کو للکار بتائی جائے گی تو وہ بھی ایک دوسرے سے ٹکراتے، ایک دوسرے کو دھکے دیتے اور گرتے پڑتے جہنم کی طرف بھاگیں گے۔

دوسری صورت

کافر چہروں کے بَل چلتے ہوئے جہنم میں جائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] حم السجدة 41:19.

﴿ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾

''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، وہی لوگ بدترین مکان والے اور گمراہ ترین راہ والے ہیں۔'' [1]

ایک صاحب، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن کافروں کو اُن کے منہ کے بَل کیسے چلایا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جس ذات نے دنیا میں اُنھیں پیروں پر چلایا، کیا وہ اِس پر قادر نہیں کہ قیامت کے روز اُنھیں منہ کے بَل چلا دے؟'' [2]

کافروں کو جب اِس نہایت اذیت ناک اور نہایت ذلت آمیز صورت میں ہانکا جائے گا تو وہ اندھے، گونگے اور بہرے بھی ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴾

''اور ہم انھیں یوم قیامت چہرے کے بل، اندھے، گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لیے اور بھڑکا دیں گے۔'' [3]

تیسری صورت

کافروں کو اُن کے جھوٹے خداؤں، ساتھیوں اور پیروکاروں کے ہمراہ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

[1] الفرقان 25:34. [2] صحیح البخاري، حديث: 4706، و صحیح مسلم، حديث: 2806. [3] بنيّ إسرآءيل 17:97.

﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوٰجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرٰطِ الْجَحِيْمِ ۝ ﴾

"(اے فرشتو!) اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر انھیں دوزخ کی راہ دکھادو۔" [1]

آیت میں ﴿ اَزْوٰجِهِمْ ﴾ سے مراد اُن کے ہمنوا وہم چشمہ اور ہم پیالہ وہم نوالہ ہیں۔ میدانِ محشر میں آدمی اُنھی افراد کے ہمراہ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا تھا۔

چوتھی صورت

کافروں کو جب جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا تو وہ نہایت مغلوب ومقہور اور بڑے ذلیل وحقیر ہوں گے۔ اُن سے نہایت ذلت آمیز سلوک کیا جائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ ﴾

"(اے نبی!) جن لوگوں نے کفر کیا، ان سے کہہ دیجیے: عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور تم جہنم کی طرف اکٹھے کیے (ہانکے) جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔" [2]

پانچویں صورت

کافروں کو جب جہنم کی طرف ہانکا جائے گا تو جہنم کی نہایت خوفناک آوازیں اور چنگھاڑیں اُن کے کانوں سے ٹکرائیں گی۔ یوں اُن کے دل مارے خوف ودہشت کے تھرتھر کانپتے ہوں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

[1] الصّٰفّٰت 37:22، 23. [2] اٰل عمرٰن 3:12.

﴿ إِذَا رَأَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيرًا ۝﴾

''جب وہ ان (مجرموں) کو دور دراز جگہ سے دیکھے گی تو وہ اس کا غضبناک ہونا اور چیخنا چلانا سنیں گے۔'' [1]

چھٹی صورت

جب وہ نارِ جہنم کے قریب پہنچیں گے اور اُس کی ہولناکیاں دیکھیں گے تو نہایت پچھتائیں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش! اُنھیں پھر سے دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ ایمان لے آئیں اور مسلمان ہوجائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾

''اور اگر آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ آتش پر کھڑے کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے: کاش! ایک بار ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیات کو ہرگز نہ جھٹلائیں گے اور ہم مومنوں میں سے ہوں گے۔'' [2]

لیکن نارِ جہنم سے اُنھیں کوئی مفر نہیں ملے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَرَءَا الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝﴾

''اور مجرم آگ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔'' [3]

[1] الفرقان 12:25. [2] الأنعام 27:6. [3] الكهف 53:18.

ساتویں صورت

آخر کار کافروں کو نہایت ذلیل و رُسوا کر کے نارِ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اُن سے کہا جائے گا:

﴿ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝﴾

''چنانچہ تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہو گے۔ سو کیسا برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا!'' [1]

[1] النحل 16:29.

پُل صراط

روزِ قیامت کے مراحل میں سے ایک نہایت اہم مرحلہ پُل صراط پر سے گزرنا ہوگا۔ پُل صراط کو عبور کرنا بہت دشوار ہوگا۔ وہاں کا منظر نہایت خوفناک ہوگا، تاہم اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا اور وہ بآسانی پُل صراط عبور کر جائیں گے۔

جن کے ایمان و یقین میں خلل ہوگا، وہ پُل صراط پر سے پھسل جائیں گے۔ یہ بڑی سخت جانچ ہوگی۔ کھرا کھوٹا سب نکھر کر سامنے آجائے گا۔ جو آدمی پُل صراط پر سے نجات پا گیا، وہ سمجھو کامیاب ہوگیا۔ اور جو یہاں سے پھسل گیا، وہ تو گیا کھائی میں۔ کتاب وسنت میں پُل صراط کی تفصیلات آئی ہیں۔ یہ پُل جہنم کے اوپر باندھا جائے گا جس پر سے تمام لوگ گزریں گے۔

پُل صراط کیسا ہوگا؟

پُل صراط جہنم کے اوپر باندھا جائے گا۔ وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا۔ اُس کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہوگی۔ پُل صراط پر سعدان بوٹی کے سے کانٹے ہوں گے۔ اُس پر آنکڑے بھی ہوں گے جو لوگوں کو اچک لیا کریں گے۔ پُل صراط پر گہری تاریکی چھائی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس حدیث کے دوران میں جس میں آپ

نے یومِ قیامت کی تفصیلات بیان کی تھیں، فرمایا تھا: ''پھر پُل (صراط) لاکر جہنم کے اوپر رکھا جائے گا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! پُل کیا ہے؟'' فرمایا ''وہ پھسلواں راستہ ہوگا جس پر آنکڑے اور چوڑے، ٹیڑھے میڑھے کانٹے لگے ہوں گے، سعدان بوٹی کے کانٹوں کی طرح۔'' [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے یہ بات پتہ چلی کہ پُل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ [2]

پُل صراط کا مرحلہ

اعمال نامے پیش ہوں گے۔ اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ شفاعت انجام پائے گی۔ اہلِ

[1] صحيح البخاري، حديث: 7439، و صحيح مسلم، حديث: 183. [2] صحيح مسلم، حديث: 183.

ایمان حوض پر آئیں گے اور پانی نوش کریں گے۔ حساب لیا جائے گا اور لوگوں کے فیصلے کیے جائیں گے۔ اِن سب مراحل کے بعد پُل صراط کے عبور کرنے کا مرحلہ آئے گا۔

مشرکین اور کفار پُل صراط پر سے نہیں گزریں گے

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے اور اُس کے ساتھ شریک ٹھیراتے رہے تھے، وہ پُل صراط پر سے نہیں گزریں گے۔ پُل صراط کے بندھنے سے پہلے ہی وہ جہنم میں چلے جائیں گے اور اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ پُل پر سے صرف اسلام کے نام لیوا گزریں گے جن میں مومنین اور منافقین دونوں طرح کے نام لیوا شامل ہوں گے۔

منافقین اور پُل صراط

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے اور جنھوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی باتیں تسلیم کی تھیں، چاہے دل سے تسلیم کی تھیں یا محض دکھاوے کے لیے، ایمان لانے کے بعد اچھے کام کیے تھے یا بُرے کام، ایسے تمام افراد پُل صراط پر سے گزریں گے۔ جب وہ پُل صراط کے قریب پہنچیں گے تو اُن پر سخت تاریکی چھا جائے گی۔ تبھی اُن میں اُن کے ایمان و عمل صالح کے حساب سے روشنیاں بانٹی جائیں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جس روز یہ زمین و آسمان بدل دیے جائیں گے، لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا: ”وہ پُل سے پہلے تاریکی میں ہوں گے۔“ [1]

یہاں منافقین، مومنین سے علیحدہ ہو کر پیچھے رہ جائیں گے اور مومنین آگے بڑھ جائیں گے۔ ایک بہت بڑی دیوار مومنین اور منافقین کے درمیان حائل ہو جائے گی جو منافقین کو

[1] صحیح مسلم، حدیث: 315.

مومنین تک نہیں پہنچنے دے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ ﴾

''اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کہیں گے: تم ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمھارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ (ان سے) کہا جائے گا: اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ، پھر نور تلاش کرو۔ تب ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔''[1]

اہلِ ایمان جنھوں نے دنیا میں نورِ کتاب وسنت اپنایا تھا، قیامت کے دن بھی اُنھیں نور عطا کیا جائے گا جو وہاں کے اندھیروں میں اُن کے لیے روشنی کرے گا۔ یوں پُل صراط پر اُن کے قدم ثابت رہیں گے۔ اہلِ نفاق جنھوں نے دنیا میں نورِ کتاب وسنت سے منہ موڑا تھا، قیامت کے دن وہ اندھیروں میں بھٹکیں گے۔ منافقین، اہل ایمان سے کہیں گے کہ ٹھہرو، ہمیں بھی اپنے نور میں شریک کرلو۔ تب اُن سے کہا جائے گا: ''واپس جاؤ اور اپنے لیے روشنی تلاش کرو۔'' یوں وہ خائب وخاسر ہوکر الٹے پاؤں پیچھے آجائیں گے۔ اہلِ ایمان آگے بڑھ جائیں گے۔ اسی وقت اُن کے بیچ ایک بڑی دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اُس دروازے کے پرلی طرف رحمت ہوگی۔ اہلِ ایمان اُس میں داخل ہوجائیں گے اور وہ دروازہ بند کردیا جائے گا۔ منافقین دیوار کے اِس طرف اندھیروں میں بھٹکتے بالآخر

[1] الحدید 13:57.

عذابِ جہنم میں گرفتار ہوں گے۔ یوں اہلِ ایمان کا ٹھکانا جنت ہوگا اور اہلِ نفاق کا ٹھکانا دوزخ۔

اہلِ ایمان کے نور کی مقدار

جن لوگوں کو پُل صراط پر سے گزرنا ہوگا، اُن میں سے ہر ایک کو نور عطا کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق جو حدیث بیان کی تھی، اُس کے دوران میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ ہنستا ہوا اُن کے روبرو جلوہ افروز ہوگا۔ وہ اُنھیں اپنے ہمراہ لے جائے گا۔ لوگ اُس کے پیچھے پیچھے جائیں گے۔ اُن میں سے ہر آدمی کو، چاہے وہ منافق ہوگا یا مومن، نور عطا کیا جائے گا۔ لوگ نور کے پیچھے پیچھے جائیں گے۔ جہنم کے پُل پر آنکڑے اور کانٹے ہوں گے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا، وہ اُسے پکڑ لیں گے۔ پھر منافقین کا نور بجھا دیا جائے گا۔ اہلِ ایمان نجات پا کر آگے بڑھ جائیں گے۔ اہلِ ایمان

کا پہلا گروہ جو نجات پائے گا، اُس میں ستر ہزار افراد شامل ہوں گے۔ اُن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ اُن سے حساب نہیں لیا جائے گا۔" [1]

ہر اہلِ ایمان کو اُس کے عملِ صالح کے حساب سے نور عطا کیا جائے گا اور اُسی حساب سے اُس کی رفتار بھی دھیمی یا تیز ہوگی۔ جس کا نور زیادہ ہوگا وہ تیزی سے پُل صراط پار کر جائے گا اور جس کا نور کم ہوگا، اُس کی چال دھیمی ہوگی۔ ارشادِ نبوی ہے: "اُن میں سے بعضوں کو پہاڑ کے جتنا نور عطا کیا جائے گا جو اُن کے آگے آگے چلے گا۔ بعضوں کو اِس سے بھی زیادہ نور عطا کیا جائے گا۔ بعضوں کو اُن کے دائیں جانب کھجور کے درخت کے مانند نور عطا کیا جائے گا۔ بعضوں کو اُن کے دائیں جانب اِس سے کم نور عطا کیا جائے گا۔ سب سے آخر میں جسے نور عطا کیا جائے گا، اُس کا نور اُس کے پیر کے انگوٹھے میں ہوگا۔ جو ایک دفعہ روشن ہوگا اور دوسری دفعہ بجھ جائے گا۔ (اور اسی طرح جلتا بجھتا رہے گا۔) جب وہ روشن ہوگا تو آدمی ایک قدم آگے بڑھائے گا اور جب وہ بجھے گا تو آدمی ٹھہر جائے گا۔ یوں سب لوگ پل صراط پر سے گزر جائیں گے۔" [2]

پُل صراط پر اہلِ ایمان کی دعا

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اہلِ ایمان کا نور جب اُن کے آگے آگے جائے گا تو وہ یہ دعا کریں گے:

﴿ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾

"(اے) ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہماری مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔" [3]

[1] صحيح مسلم، حديث: 191. [2] المستدرك للحاكم: 408/2، و صحيح الترغيب والترهيب، حديث: 3704. [3] التحريم 8:66.

پُل صراط پر سے گزرنے والے مختلف لوگ

پُل صراط پر سے گزرنے والے لوگ تین طرح کے ہوں گے: پہلی قسم کے لوگ تو صحیح سلامت گزر جائیں گے اور اُنھیں خراش تک نہیں آئے گی۔ دوسری قسم کے لوگوں کے خراشیں آئیں گی۔ اُن کے بدن نارِ جہنم کی لپٹ سے متاثر ہوں گے، تاہم وہ بھی گزر جائیں گے۔ تیسرے قبیل کے لوگ پھسل کر یا آنکڑے کی گرفت میں آکر نارِ جہنم میں گر جائیں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''نارِ جہنم کے اوپر پل صراط رکھا جائے گا جس میں سعدان بوٹی کے سے کانٹے ہوں گے۔ لوگ گزریں گے۔ کچھ تو صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ کئی ایک کے خراشیں آئیں گی لیکن وہ بھی آخر گزر جائیں گے۔ بعض وہیں پھنس جائیں گے اور اُلٹے نارِ جہنم میں جا گریں گے۔'' [1]

[1] مسند أحمد: 11/3، و سنن ابن ماجه، حديث:4280.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پُل صراط کے متعلق یہ تفصیلات بیان کی تھیں: ''اُس پر آنکڑے اور چوڑے، ٹیڑھے میڑھے کانٹے ہوں گے۔ ویسے کانٹے نجد میں ہوتے ہیں جنھیں سعدان کہتے ہیں۔ مومن اُس پر سے گزر جائے گا پلک جھپکنے کی طرح اور بجلی اور ہوا کی طرح اور تیز رفتار گھوڑوں اور اونٹوں کے مانند۔ بعض تو صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ بعضوں کے خراشیں آئیں گی تاہم وہ بھی گزر جائیں گے۔ بعض کٹ کر جہنم میں جا گریں گے۔ آخری آدمی کو گھسیٹ گھسیٹ کر پُل پار کرایا جائے گا۔''[1]

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ پُل صراط کے کانٹے بہت بڑے ہوں گے۔ فرمایا: ''جہنم میں آنکڑے ہوں گے سعدان بوٹی کے کانٹوں جیسے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا آپ نے سعدان دیکھی ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا: ''جی ہاں، اے اللہ کے رسول!'' فرمایا: ''تو وہ سعدان بوٹی کے سے کانٹے ہوں گے، تاہم اِس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ وہ کتنے بڑے ہوں گے۔ وہ آنکڑے لوگوں کو اُن کے اعمال کے حساب سے اچک لیں گے۔ چنانچہ بعض لوگ تو اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت میں پڑ جائیں گے اور بعض کٹ کر گر پڑیں گے لیکن بالآخر نجات پائیں گے اور بعض صحیح سلامت گزر جائیں گے۔''[2]

پُل صراط عبور کرنے والوں کی رفتار

پُل صراط عبور کرنے والے لوگوں کو جو روشنی میسر آئے گی، اُن کے گزرنے کی رفتار اُسی

[1] صحیح البخاري، حدیث:7439، و صحیح مسلم، حدیث: 183. [2] صحیح البخاري، حدیث:6573 و 7437، و صحیح مسلم، حدیث: 182.

روشنی کی کمی بیشی کے لحاظ سے تیز اور دھیمی ہوگی۔ ارشادِ نبوی ہے: ”صراط تلوار کی دھار کے مانند تیز اور پھسلنا ہوگا۔ لوگوں سے کہا جائے گا: ”اپنے اپنے نور کے لحاظ سے آگے بڑھتے جاؤ۔“ اُن میں سے بعض تو تارے کے ٹوٹنے کی طرح گزریں گے۔ بعض ہوا کی طرح گزریں گے۔ بعض پلک جھپکنے کی طرح گزریں گے۔ بعض لوگ بھاگتے ہوئے آدمی کی طرح گزریں گے۔ وہ سب اپنے اعمال کے حساب سے خوب بھاگیں گے۔ آخر میں وہ آدمی گزرے گا جس کا نور پاؤں کے انگوٹھے پر ہوگا۔ اُس کا ایک ہاتھ چھوٹے گا تو وہ دوسرے سے تھام لے گا۔ ایک پیر پھسلے گا تو دوسرا سنبھل جائے گا۔ آگ کی لپٹ سے اُس کے پہلو جل جائیں گے۔ یوں سب افراد گزر جائیں گے۔ جو لوگ صحیح سلامت گزر جائیں گے، وہ (نارِ جہنم سے مخاطب ہو کر) کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں تجھ سے نجات دی، بعد اس کے کہ اس نے ہمیں تیری شکل دکھائی۔ یوں اُس نے ہمیں وہ نعمت عطا کی ہے جو اُس نے کسی کو عطا نہیں کی۔“ [1]

پُل صراط کو سب سے پہلے کون عبور کرے گا؟

پُل صراط پر سے سب سے پہلے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ”جہنم کے اوپر صراط رکھا جائے گا۔ میں اور میری امت اُسے سب سے پہلے پار کریں گے۔ اُس روز رسولوں کے علاوہ اور کوئی (بندہ بشر) کلام نہیں کرے گا۔ رسولوں کی دعا اُس روز یہ ہوگی: ”اے اللہ! سلامت رکھیو۔ سلامت رکھیو۔“ [2]

[1] المستدرك للحاكم: 4/590. [2] صحيح البخاري، حديث: 7437، و صحيح مسلم، حديث: 182.

نبی کریم ﷺ پُل صراط پر اپنی امت کے لیے دعا کریں گے

جب اہلِ ایمان پُل صراط پر سے گزریں گے تو نبی کریم ﷺ پُل صراط پر کھڑے امت کے لیے دعائیں کرتے ہوں گے۔ آپ کہتے ہوں گے: ''اے میرے رب! سلامت رکھیو۔ سلامت رکھیو۔'' آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے: ''تم میں سے پہلا آدمی بجلی کی طرح گزرے گا۔ اُس کے بعد (جو آئے گا وہ) بہتی ہوا کی طرح (گزر جائے گا۔) اُس کے بعد (جو آئے گا وہ) اڑتے پرندے کی مانند (گزر جائے گا۔) پھر (جو آئیں گے وہ) دوڑ کر (پُل صراط کو پار کر جائیں گے۔) اُنھیں اُن کے اعمال (پُل پر سے) گزاریں گے۔ اُدھر تمھارا نبی (پُل) صراط پر کھڑا یہ دعا کرتا ہوگا: ''اے میرے رب! سلامت رکھیو۔ سلامت رکھیو۔'' آخر لوگوں کے اعمال کام سے جاتے رہیں گے تا آنکہ ایسا آدمی آئے گا جو رینگ رینگ کر (پُل صراط پر) چلے گا۔'' [1]

رشتے داری اور امانت پُل صراط کے دونوں اطراف

انسانوں کے بعض اچھے اعمال پُل صراط پر آئیں گے اور اُن افراد کو فائدہ پہنچائیں گے جنھوں نے وہ اعمال انجام دیے تھے۔ رشتے داری اور امانت پُل صراط کے دونوں جانب کھڑے ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''امانت اور رشتے داری کو بھیجا جائے گا۔ وہ دونوں پُل صراط کے دائیں اور بائیں جانب جا کھڑے ہوں گے۔'' [2]

''صرف اہلِ توحید ہی پُل صراط پر سے گزر کر جنت میں جانے پائیں گے۔''

[1] صحیح مسلم، حدیث: 195. [2] صحیح مسلم، حدیث: 195.

اهلِ ایمان کے باہمی جھگڑوں کا نبٹاؤ

پُل صراط عبور کرنے کے بعد اہلِ ایمان کے باہمی جھگڑوں کا نبٹاؤ عمل میں آئے گا۔ یوں داخلۂ جنت سے پہلے اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں کو ایک دوسرے کے لیے بالکل صاف کر دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝﴾

"(کہا جائے گا:) تم ان میں سلامتی سے باامن داخل ہو جاؤ۔ اور ان کے سینوں میں جو کینہ حسد ہوگا، ہم نکال دیں گے، (وہ) تختوں پر آمنے سامنے (بیٹھے) بھائی بھائی ہوں گے۔" [1]

ارشادِ نبوی ہے: "اہلِ ایمان جب نارِ جہنم سے نجات پا جائیں گے تو اُنھیں جنت و جہنم کے درمیان (واقع) ایک پُل پر روکا جائے گا۔ وہاں اُن کے دنیاوی جھگڑے نبٹائے جائیں گے اور وہ ایک دوسرے سے بدلہ لیں گے۔ جب وہ (دل سے) پاک صاف ہو جائیں گے تو اُنھیں جنت میں جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں

[1] الحجر 15:46، 47.

محمد ﷺ کی جان ہے! جنتی کو جنت میں اپنے گھر کا بخوبی پتہ ہوگا اور اُس سے بھی زیادہ اچھی طرح پتہ ہوگا جس طرح اُسے دنیا میں اپنے گھر کا پتہ تھا۔'' [1]

یوں داخلۂ جنت سے پہلے اہلِ جنت کے باہمی جھگڑے نمٹادیے جائیں گے اور جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اُن کے دل میں ایک دوسرے کے لیے ذرہ بھر میل نہیں ہوگا۔

اہلِ ایمان کے باہمی جھگڑے کیونکر نمٹیں گے

اِس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت آتی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ آپ اتنا

مسکرائے کہ سامنے کے دانت نظر آئے۔ کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنستے ہیں؟ فرمایا: ''میری امت کے دو افراد میرے رب تعالیٰ کے حضور گھٹنوں کے

[1] صحيح البخاري، حديث:2440.

بَل بیٹھے۔ایک نے عرض کیا: ''اے میرے رب! مجھے میرے بھائی سے اُس کے ظلم کا بدلہ دلا۔'' اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے فرمایا: ''اپنے بھائی کو ظلم کا بدلہ دے۔'' اُس نے عرض کیا: ''اے میرے رب! میری تو کوئی نیکی باقی نہیں بچی۔''

تب پہلے نے عرض کیا: ''یارب! پھر یہ میرے گناہ اپنے سر لا دلے۔''

یہاں رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ دن ایسا ہوگا کہ اُس روز لوگوں کو یہ بھی ضرورت پڑے گی کہ کوئی اُن کے گناہوں کو اپنے سر لا د کر اُن کا بوجھ ہلکا کر دے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے طلبگار سے فرمایا: ''نگاہ اٹھا۔'' اُس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور عرض کیا: ''یارب! میں موتیوں سے مرصع سونے کے شہر اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں۔ یہ کس نبی کے ہیں؟ یہ کس صدیق کے ہیں؟ یہ کس شہید کے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ اُس کے ہیں جو مجھے اِن کی قیمت ادا کرے گا۔'' اُس آدمی نے عرض کیا: ''اِن کی قیمت بھلا کون ادا کرسکتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تُو ادا کرسکتا ہے اِن کی قیمت۔'' ''وہ کس طرح؟'' آدمی نے پوچھا۔فرمایا: ''اپنے بھائی کو معاف کر کے۔'' اُس نے عرض کیا: ''اے میرے رب! پھر تو میں اپنے بھائی کو معاف کرتا ہوں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو پھر اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور اُسے جنت میں لے جا۔''

یہ بات بیان کر کے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اِس لیے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور آپس میں صلح کراؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے روز اہلِ ایمان کی صلح کرائے گا۔''[1]

یوں حساب چکتا کرنے کا وہ مرحلہ اختتام پذیر ہوگا جو پُل صراط کے عبور سے پہلے شروع ہوا تھا اور تمام اہلِ ایمان خوشی خوشی جنت میں چلے جائیں گے۔

[1] (ضعيف) المستدرك للحاكم: 576/4، وضعيف الترغيب والترهيب، حديث: 1469.

اہلِ فترت کا انجام

میدانِ محشر میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنھیں اسلام کے متعلق آگاہی نہیں ملی تھی۔ وہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے اِس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کا زمانہ بھی نہیں پایا تھا۔ ایسے افراد کو اہلِ علم اصطلاحاً اہلِ فترت کہتے ہیں۔ اِن میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے رُوشناس نہیں ہوئے۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ اُس نے کسی قوم کو اُس وقت تک عذاب میں مبتلا نہیں کیا جب تک اُن کے ہاں کسی رسول کو مبعوث نہیں کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝﴾

''اور ہم عذاب نہیں دیتے تھے تا آنکہ ہم کوئی رسول بھیج دیتے۔'' [2]

[1] اِس سلسلے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے کہ آیا دنیا میں واقعی ایسے لوگ بھی ہیں جنھیں اہلِ فترت کہا جا سکتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں کوئی نہ کوئی آسمانی دین جلوہ فگن رہا ہے۔ جب بھی کوئی نبی دنیا سے رخصت ہوتا، اُس کا دین باقی رہتا تا آنکہ نیا نبی مبعوث ہوتا۔ یوں اہلِ فترت کا کوئی وجود نہیں۔ بعض اہلِ علم کے مطابق تاریخ میں ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جن کے ہاں کوئی نبی نہیں آیا، نہ اُنھیں کسی آسمانی دین کا پتہ چلا۔

[2] بنيَ إسرآء يل 15:17.

دنیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنھیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی یا اُنھوں نے اسلام کے متعلق آگاہی نہیں پائی۔ اِن میں مثال کے طور پر وہ لوگ شامل ہیں جو افریقہ کے دور دراز جنگلات اور پہاڑوں کی گپھاؤں میں رہتے ہیں۔ قطبِ شمالی اور قطبِ جنوبی کے پہاڑوں پر بسنے والے لوگ بھی اُن میں شامل ہیں۔ اُن افراد کو بھی اِن میں شمار کیا جاسکتا ہے جنھیں اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ جنھیں اسلام کی بگاڑی ہوئی صورت دکھائی گئی ہے۔ یوں وہ اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ اِن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو پیدائشی بہرے یا پاگل ہوتے ہیں یا وہ بوڑھے پھونس جو عقل وشعور سے بیگانہ ہوجاتے ہیں۔ اِن سب افراد پر یہ آیات صادق آتی ہیں:

﴿ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۝ ﴾

”اور اگر بلاشبہ ہم انھیں اس (رسول) سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ لوگ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیات کی پیروی کرتے۔“ [1]

مزید فرمایا:

﴿ وَلَوْ لَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

”اور اگر (یہ) نہ ہوتا کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اس کی وجہ سے انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی

[1] طٰہٰ 134:20.

رسول کیوں نہ بھیجا، پھر ہم تیری آیات کی اتباع کرتے اور ہم مومنوں میں سے ہوجاتے (تو ہم رسول نہ بھیجتے)۔‘‘[1]

یوں قیامت کے روز صرف اُنھی لوگوں کو عذاب ہوگا جن کے ہاں رسول آئے تو تھے لیکن اُنھوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ ایسے افراد جنھیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، میدانِ محشر میں اُن کا امتحان لیا جائے گا۔ اگر اُنھوں نے وہاں اطاعت کی راہ اپنائی تو اُنھیں جنت میں بھیجا جائے گا۔ یوں اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم یہ واضح کردے گا کہ اگر دنیا میں انھیں اسلام کی دعوت ملی ہوتی تو وہ اُسے ضرور قبول کرتے اور ہدایت کی راہ اپناتے، تاہم جنھوں نے میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی اور امتحان میں پورے نہ اترے، اُنھیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ یوں اُن کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کا علم یہ بتادے گا کہ اگر اُنھیں دنیا میں اسلام کی دعوت ملی ہوتی تو وہ اُسے قبول نہ کرتے اور ہدایت کی راہ نہ اپناتے۔

اہل علم کی اِس بات کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تمام دلائل میں مطابقت اور ہم آہنگی پیدا کردیتی ہے۔ واللہ اعلم۔

[1] القصص 47:28.

جہنم

اللہ تعالیٰ کی صفت عدل وانصاف اور اُس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اُس نے ہدایت اور ضلالت کے دونوں راستوں کی خوب نشاندہی کردی ہے۔ اب جس کا جی چاہے اطاعت گزار بندہ بنے اور جو چاہے ضلالت کی راہ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کرے۔ اطاعت گزاروں سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں اپنی رحمت و مغفرت سے نوازے گا اور اُنھیں جنت میں جگہ دے گا۔ اُس کی حکم عدولی کرکے ضلالت کی راہ اختیار کرنے والوں کو اُس نے یہ وعید سنائی ہے کہ وہ اُنھیں ابدی نعمتوں سے محروم کرکے جہنم میں پھینک ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصحابِ جنت اور اصحابِ جہنم ہرگز برابر نہیں۔ اُس کا ارشادِ عالی ہے:

﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ ﴾

''آگ والے (دوزخی) اور باغ والے (جنتی) کبھی برابر نہیں ہو سکتے، جنتی ہی کامیاب ہیں۔'' [1]

ہدایت اور ضلالت کے دونوں راستوں کی نشاندہی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہدایت

[1] الحشر 20:59.

نارِ جہنم سے بچاؤ کی ترغیب

نبی کریم ﷺ جب نارِ جہنم کے اوصاف بیان کرتے تو یہ تاکید کرتے کہ اُس سے بچاؤ کی ہر ممکن تدبیر کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ اُس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے۔ اکثر یہ دعا کرتے:

«اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا! اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ»

''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی (دے) اور ہمیں عذابِ جہنم سے بچا۔''[1]

[1] صحيح البخاري، حديث:4522.

یہ امر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بتایا: ''ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نارِ جہنم کا ذکر کیا۔ اُس سے اللہ کی پناہ چاہی اور نہایت نفرت و کراہت سے منہ پھیرلیا۔ پھر نارِ جہنم کا ذکر کیا۔ اُس سے اللہ کی پناہ چاہی اور نہایت نفرت و کراہت سے منہ پھیرلیا۔ فرمایا: ''نارِ جہنم سے بچو، بھلے ہی کھجور کے ٹکڑے کے ساتھ۔ کھجور کا ٹکڑا بھی نہ ملے تو اچھی بات کے ساتھ۔''[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو نارِ جہنم کے متعلق خبردار کرتا ہوں۔ میں تم کو نارِ جہنم کے متعلق خبردار کرتا ہوں۔ میں تم کو نارِ جہنم کے متعلق خبردار کرتا ہوں۔''

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کا کہنا تھا کہ آپ یہ بات دہراتے رہے۔ آواز نہایت بلند ہوگئی۔ کندھوں پر اونی چادر تھی، وہ بھی گر گئی۔''[2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6023. [2] سنن الدارمي، حديث: 2812، و صحيح الترغيب والترهيب، حديث: 3659.

جہنم کے نام

عربی زبان میں یہ امر مسلمہ ہے کہ جس شے کے نام زیادہ ہوں، وہ اسی درجہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ نارِ جہنم کی اہمیت اور شدت کے پیش نظر اِس کے بھی بیشتر نام ہیں۔ اُس کے بعض نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

جہنم

یہ آگ کا مشہور ترین نام ہے۔ (اُس سے اللہ کی پناہ!) جہنم کا لفظ جہم سے نکلا ہے جس کے معنی تیوری چڑھانے، سختی برتنے اور تاریکی پھیلانے کے ہیں۔ عربی میں کہتے ہیں وَجْهٌ مُّتَجَهِّمٌ یعنی ترش رُو، شکن آلود، سیاہ چہرہ۔

قرآن مجید میں اِس نام کا ذکر بارہا آیا ہے۔

لظیٰ

آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے کو عربی میں لظیٰ کہتے ہیں۔ جہنم کی آگ سے بھی شعلے پھوٹتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝ ﴾

''ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے۔ چمڑیاں ادھیڑ دینے والی۔''[1]

[1] المعارج 70:15، 16.

حُطَمہ

حُطَمہ کا لفظ تحطیم سے ماخوذ ہے۔ اِس کے معنی توڑنے پھوڑنے اور منہدم کرنے کے ہیں۔ نارِ جہنم شدتِ حرارت کے باعث اندر ہی اندر ٹوٹتی پھوٹتی رہتی ہے۔ جو لوگ اُس کا ایندھن بنیں گے، وہ اُنھیں بھی توڑ پھوڑ ڈالے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ ﴾

"ہرگز نہیں! اسے ضرور حُطَمَہ میں پھینکا جائے گا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ حُطَمَہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں تک پہنچے گی۔ بے شک وہ (آگ) ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔" [1]

سعیر

بھڑکتی جلاتی آگ کو عربی میں سعیر کہتے ہیں۔ یہ لفظ تسعیر سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگ کو ایندھن کی چھوٹی چھوٹی لکڑیاں ڈال کر بھڑکانے کے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ ﴾

"اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف ایک عربی قرآن وحی کیا تا کہ آپ اہل مکہ اور اس

[1] الهمزة 104:4۔ 9.

کے گردو پیش والوں کو ڈرائیں اور آپ جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا بھڑکنے والی آگ میں۔"[1]

ہاویہ

ہاویہ کا لفظ ہَویٰ سے نکلا ہے۔ ہَویٰ کے معنی گہرائی میں گرنے کے ہیں۔ اہلِ جہنم کا ٹھکانا بھی ہاویہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝﴾

"اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ (گڑھا) ہوگا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ "ہاویہ" کیا ہے۔ وہ سخت دہکتی ہوئی آگ ہے۔"[2]

جحیم

جحیم کا لفظ جحم سے مشتق ہے۔ اِس کے معنی آگ کے بڑی شدت سے بھڑکنے کے ہیں۔

[1] الشوریٰ 42:7. [2] القارعة 101:8-11.

یہ آگ بھڑک بھڑک کر نہایت خوفناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ﴾

(”حکم ہوگا:) اسے پکڑو، پھر طوق ڈال دو۔ پھر اسے جہنم (کی آگ) میں جھونک دو۔“ [1]

یہ حکم جہنم کے داروغوں کو دیا جائے گا۔

سَقَر

انتہائی گرم دن کو عربی میں یَوْمٌ مُّسْقِرٌ کہتے ہیں۔ سقر سے مراد وہ شدید حرارت ہے جو اشیاء کو پگھلا ڈالتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ ﴾

”جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے (کہا جائے گا:) تم جہنم (کے عذاب) کا چھونا چکھو۔“ [2]

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ ﴾

”میں جلد اسے سقر (جہنم) میں ڈالوں گا۔ اور آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ چمڑی جھلسا دینے والی ہے۔ اس پر اُنیس (فرشتے مقرر) ہیں۔“ [3]

[1] الحآقّة 69:30، 31۔ [2] القمر 54:48۔ [3] المدثر 74:26-30۔

جہنم سے بچانے والے اعمال

کافر تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اِس لیے جہنم سے بچاؤ کا پہلا اور اہم ترین ذریعہ ایمان باللہ اور عمل صالح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان جب نارِ جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں تو وہ اپنے ایمان اور عمل صالح کو وسیلہ بناتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ ﴾

''جو لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لائے، پس تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''[1]

کتاب و سنت میں جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بننے والے اعمال کی حسبِ ذیل تفصیلات بیان کی گئی ہیں، ملاحظہ کیجیے:

دل سے ایمان کی شہادت

اِس امر کو دل سے تسلیم کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اِس امر کو دل سے تسلیم کرنا ایمان کی علامت ہے۔ یہ جنت کی کنجی ہے۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کی وہ مضبوط رسی جسے تھام رکھنے کا اُس نے حکم دیا ہے۔ یہ اسلام کی شرطِ اول ہے۔

[1] آل عمرٰن 3:16.

اِس امر کی گواہی دیے بنا آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔ اور یہ گواہی جہنم کے عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُس پر نارِ جہنم حرام کر دی۔''[1]

حُبِ الٰہی اور حُبِ رسول

حُبِّ الٰہی اور حُبِّ رسول قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یہ ایمان کی علامت ہے۔ ایک صاحب نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: ''آپ نے اُس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟'' اُن صاحب نے جواب دیا کہ میں نے کچھ خاص تیاری تو نہیں کی مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا:

''آپ اُسی کے ساتھ ہوں گے جس سے آپ محبت کرتے ہیں۔''

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کی اِس بات پر کہ آپ اُسی کے ساتھ ہوں گے جس سے آپ محبت کرتے ہیں، ہم اتنے خوش ہوئے کہ اور کسی بات پر اُتنے خوش

[1] صحیح مسلم، حدیث: 29.

نہیں ہوئے ہوں گے۔‘‘

وہ مزید کہتے ہیں کہ میں تو پھر نبی کریم ﷺ سے اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ اِس محبت کی وجہ سے میں اُن کے ساتھ ہوں گا اگر چہ میں نے اُن کے سے اعمال انجام نہیں دیے۔ [1]

صدقہ

صدقہ کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ یہ آدمی کی طہارتِ قلبی اور روحانی پاکیزگی کی علامت ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ’’تم میں سے جو آدمی کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی نارِ جہنم سے بچ سکتا ہے، وہ ایسا ضرور کرے۔‘‘ [2]

اِس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صدقہ کرنا چاہیے، چاہے تھوڑی شے ہی کا ہو۔

نفلی روزے

روزہ بھی بہت بڑی عبادت ہے۔ روزے داروں کو اللہ تعالیٰ نارِ جہنم سے محفوظ رکھے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ’’روزے نارِ جہنم کے آگے اسی

[1] صحيح البخاري، حديث: 3688، و صحيح مسلم، حديث: 2639. [2] صحيح البخاري، حديث:6539، و صحيح مسلم، حديث: 1016.

طرح ڈھال ہیں جس طرح لڑائی میں تم میں سے ایک کی ڈھال ہوتی ہے۔'' [1]
نفلی روزے کی فضیلت واہمیت بہت زیادہ ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی ایک دن فی سبیل اللہ روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس روزے کے بدلے میں اُس کا چہرہ نارِ جہنم سے ستر برس دور کر دیتا ہے۔'' [2]

نماز باجماعت کی پابندی

نماز باجماعت کی پابندی کرنی ایمان کی علامت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾

''اللہ کی مسجدیں تو صرف وہ آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا۔'' [3]

اہلِ جہنم سے جب قیامت کے روز پوچھا جائے گا:

﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ ﴾

''تمھیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا؟'' [4]

تو وہ کہیں گے:

﴿ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ ﴾

''ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔'' [5]

پتہ چلا کہ نماز نارِ جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی چالیس دن نماز باجماعت اِس طرح پڑھتا ہے کہ تکبیر اُولیٰ پاتا ہے، اُس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ نارِ جہنم سے آزادی اور نفاق سے آزادی۔'' [6]

[1] مسند أحمد: 22/4، و سنن ابن ماجه، حديث: 1639. [2] صحيح البخاري، حديث: 2840، و صحيح مسلم، حديث: 1153. [3] التوبة 18:9. [4] المدثر 42:74. [5] المدثر 43:74. [6] جامع الترمذي، حديث: 241.

نمازِ فجر اور نمازِ عصر

تمام نمازوں کی اہمیت اپنی جگہ بہت زیادہ ہے، تاہم اِن دو نمازوں نمازِ فجر اور نمازِ عصر کی اہمیت یوں زیادہ ہے کہ اِن کی ادائیگی میں اکثر کوتاہی برت لی جاتی ہے۔ یوں اِن دونوں نمازوں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا۔ فرمایا: ''جس آدمی نے طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھی، وہ نارِ جہنم میں ہرگز نہیں جائے گا۔''[1]

صبح وشام کے اذکار

ذکرواذکار بھی جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے صبح وشام یہ دعا پڑھی:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَ أُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَ مَلَائِكَتَكَ وَ جَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ رَسُولُكَ»

''اے اللہ! میں نے اِس طرح صبح کی کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرے عرش کو اٹھانے

[1] صحیح مسلم، حدیث: 634.

والے فرشتوں کو اور تمام فرشتوں کو اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں اِس پر کہ تو ہی اللہ ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُس کے بدن کا چوتھائی حصہ نارِ جہنم سے آزاد کر دیا۔ جس نے یہ دعا دو مرتبہ پڑھی، اللہ تعالیٰ نے اُس کے بدن کا نصف حصہ نارِ جہنم سے آزاد کر دیا۔ جس نے تین مرتبہ یہ الفاظ کہے، اللہ تعالیٰ نے اُس کے بدن کا تین چوتھائی حصہ نارِ جہنم سے آزاد کر دیا۔ اور جس نے یہ دعا چار مرتبہ کی، اللہ تعالیٰ نے اُسے سرتاپا نارِ جہنم سے آزاد کر دیا۔'' [1]

اللہ کی پناہ طلبی

دعا اہلِ ایمان کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ یہ تلوار اچٹتی نہیں۔ یہ چشمہ سوکھتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے متعلق فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ ﴾

''اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بلاشبہ اس کا عذاب دائمی چمٹنے والا ہے۔ بے شک وہ (جہنم) ٹھہرنے اور قیام کرنے کی بری جگہ ہے۔'' [2]

ارشادِ نبوی ہے: ''مسلمان آدمی جب تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت کہہ اٹھتی ہے: اے اللہ! اِسے (جنت میں) داخل کر دے۔ اور مسلمان آدمی جب تین مرتبہ نارِ جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے تو جہنم پکار اٹھتی ہے کہ اے اللہ! اِسے پناہ دے دے۔'' [3]

[1] سنن أبي داود، حديث: 5069. [2] الفرقان 25:65، 66. [3] مسند أحمد: 3/155، و الجامع الصغير، حديث: 10567.

مطلب یہ کہ آدمی یوں دعا کرے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ»

''اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں۔''

اور یوں دعا کرے:

«اَللّٰهُمَّ! أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ»

''اے اللہ! نارِ جہنم سے مجھے پناہ دے۔''

یہ دعائیں تین تین مرتبہ کرنی چاہئیں۔

«اَللّٰهُمَّ! أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ» سات مرتبہ

جو آدمی سات مرتبہ یہ دعا کرتا ہے، امید ہے کہ اُس کی یہ دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جب تم صبح کی نماز پڑھ لو تو کسی سے بات کرنے کے پہلے سات مرتبہ کہو:

«اَللّٰهُمَّ! أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ»

اُسی روز اگر تم وفات پا گئے تو اللہ تعالیٰ تمھارے مقدر میں نارِ جہنم سے بچ نکلنا لکھ دے گا۔ اِسی طرح جب تم مغرب کی نماز پڑھ لو تو کسی سے بات

کرنے کے پہلے کہو: «اَللّٰهُمَّ! أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ» اگر تم اُسی رات وفات پا گئے تو اللہ تعالیٰ تمھارے مقدر میں نارِ جہنم سے بچ نکلنا لکھ دے گا۔'' [1]

''نارِ جہنم سے بچ نکلنا۔'' اِس کا مطلب یہ ہے کہ تم پُل صراط پار کر جاؤ گے اور نارِ جہنم سے نجات پاؤ گے۔

نمازِ ظہر کے پہلے اور بعد چار چار سنتیں

انسانی اعمال میں نماز کا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ آدمی نماز پڑھ پڑھ کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا رہتا ہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ اُس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ تمام انسانی اعمال میں فرض نماز کے بعد نفل نماز اللہ تعالیٰ کو سب سے پسند ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی نمازِ ظہر کے پہلے اور اُس کے بعد چار چار سنتوں کی پابندی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر نارِ جہنم حرام کر دیتا ہے۔'' [2]

اللہ تعالیٰ کی راہ میں قدموں کی غبار آلودگی

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کا کوہان ہے۔ یہ جنت کا راستہ ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جس آدمی کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُس پر نارِ جہنم حرام کر دیتا ہے۔'' [3]

[1] (ضعيف) مسند أحمد: 234/4، و سنن أبي داود، حديث: 5079. [2] جامع الترمذي، حديث: 428. [3] صحيح البخاري، حديث: 907.

اور فرمایا: ''ایسا نہیں ہوسکتا کہ آدمی کے قدم راہِ خدا میں غبار آلودہ ہوں، پھر اُنھیں نارِ جہنم چھو جائے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے ڈر سے رونا اور اُس کی راہ میں جہاد کرنا

ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ کے ڈر سے روتا ہے، وہ جہنم میں نہیں جائے گا اور مسلمان کے نتھنوں میں اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔'' [2]

ارشادِ نبوی ہے: ''دو آنکھوں کو نارِ جہنم نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے روئی اور ایک وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات بھر پہرا دیتی رہی۔'' [3]

اَرکانِ اسلام کی ادائیگی

رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ محوِ سفر تھے کہ ایک بدو راستے میں آیا۔ اُس نے آپ کی اونٹنی کی مہار تھام لی اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! یا کہا: اے محمد! مجھے وہ عمل بتائیے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور نارِ جہنم سے دور کر دے۔''

نبی کریم ﷺ نے اونٹنی ٹھہرا لی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اِس کو توفیق دے دی گئی۔'' یا فرمایا: ''اس کو (سیدھے راستے کی) ہدایت دے دی گئی۔'' بدو سے فرمایا: ''تم نے کیا کہا؟''

بدو نے وہی بات دہرائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکاۃ ادا کرو۔ صلہ رحمی کرو۔'' پھر فرمایا: ''اونٹنی کو چھوڑ دو۔'' [4]

[1] صحيح البخاري، حديث: 2811. [2] جامع الترمذي، حديث: 1633، والمستدرك للحاكم: 4/260. [3] جامع الترمذي، حديث: 1639. [4] صحيح مسلم، حديث: 13.

مسلمان کی عزت کا دفاع

ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اُس کی عزت کا دفاع کیا، اللہ تعالیٰ پر واجب ٹھہرتا ہے کہ وہ اُسے نارِ جہنم سے آزاد کردے۔''[1]

بخار

بیماری آزمائش کا حصہ ہے۔ اِس سے ایک تو آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں، دوسرے اُسے ثواب بھی ملتا ہے۔ بخار سے بھی مسلمان کے گناہ جھڑتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے: ''بخار جہنم کی دھونکنی ہے۔ مومن کو جتنا بخار ہوتا ہے، وہ جہنم میں سے اُس کا حصہ ہے۔''[2]

[1] المعجم الكبير للطبراني:176/24، حديث:442. [2] مسند أحمد: 264/5، و سنن ابن ماجه، حديث:3475.
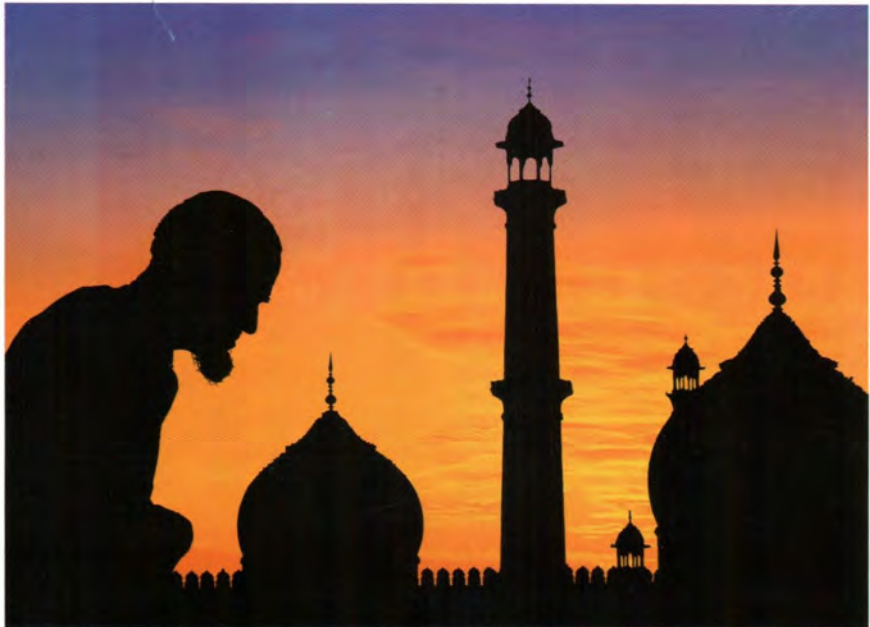
خوش اخلاقی

ارشادِ نبوی ہے: ''کیا میں تمھیں اُس آدمی کے متعلق نہ بتاؤں جو نارِ جہنم پر حرام ہے یا پھر جس پر نارِ جہنم حرام ہے؟ (نارِ جہنم) ہر ایسے آدمی پر (حرام ہے) جو یگانہ ہے، خوشگوار ہے، نرم خو اور نرم مزاج ہے۔'' [1]

سیدھی بات اور ضرورت سے زائد اشیاء کا صدقہ

ایک بدو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے عرض کیا: ''مجھے وہ عمل بتائیے جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا یہی دونوں باتیں تم کو یہاں لائی ہیں؟'' اُس نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ فرمایا: ''سیدھی بات کہو اور ضرورت سے زائد اشیاء دے ڈالو۔'' بدو نے عرض کیا: ''بخدا! میں ہر وقت سیدھی بات نہیں کہہ سکتا اور ضرورت سے زائد اشیاء بھی نہیں دے سکتا۔'' فرمایا: ''پھر کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو۔'' وہ بولا: ''یہ بھی مشکل ہے۔'' فرمایا: ''کیا تمھارے پاس اونٹ

[1] جامع الترمذي، حديث:2488.

ہیں؟'' اُس نے جواب دیا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''ایسا کرو، اپنا ایک اونٹ لو۔ اُس پر پانی کی چھاگل رکھو اور ایسا گھر تلاش کرو جنھیں روز پانی نہیں ملتا۔ اُنھیں پانی پلاؤ۔ عین ممکن ہے کہ اُس اُونٹ کے مرنے اور چھاگل کے پھٹنے سے پہلے تمھارے لیے جنت واجب ہو جائے۔''

وہ بدو تکبیر کے نعرے بلند کرتا رخصت ہوا۔ چنانچہ اِس سے پہلے کہ اُس کا اونٹ مرتا اور اُس کی چھاگل پھٹتی، وہ جامِ شہادت نوش کر گیا۔ [1]

اولاد کے مرنے پر صبر

مصائب آدمی کے گناہوں کو مٹاتے اور اُس کے درجات کو بلند کرتے ہیں۔ اولاد کا مرنا بھی بڑی مصیبت ہے۔ یہ زخم کبھی مندمل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جسے یہ زخم پہنچتا ہے، وہ نارِ جہنم سے محفوظ رہتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جس آدمی کی تین اولادیں فوت ہوئیں اور اُس نے ثواب کی امید پر صبر کیا، اُس کی وہ تینوں اولادیں نارِ جہنم کے مقابل اُس کی ڈھال بن جائیں گی۔'' [2]

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ میں سے جس خاتون کے تین بچے وفات پا گئے ہیں، وہ نارِ جہنم کے مقابل اُس کی ڈھال بن جائیں گے۔'' ایک عورت نے عرض کیا: ''اور دو بھی؟'' فرمایا: ''اور دو بھی۔'' [3]

صبر و ضبط سے بیٹیوں کی پرورش

زمانۂ جاہلیت کے لوگ بیٹیوں کی پرورش سے دور بھاگتے تھے۔ وہ اِسے بہت ناپسند

[1] (ضعيف) المعجم الكبير للطبراني: 188/19، حديث: 422. [2] الآحاد والمثاني لأبي بكر الشيباني: 220/4، حديث: 2166. [3] صحيح البخاري، حديث: 101.

کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ بیٹا تو باپ کا سہارا بنتا ہے۔ اُس کا نام زندہ رکھتا ہے جبکہ بیٹی بیاہ کر دوسرے گھر جاتی، اپنے شوہر کا گھر بساتی اور اپنی اولاد میں مگن ہو جاتی ہے۔ یوں اُس کی پرورش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام آیا تو اُس نے اِن جاہلی خیالات کا خاتمہ کیا۔ بیٹے کی طرح بیٹی کو بھی اُس کے تمام حقوق دیے۔ اُس نے بیٹیوں کی پرورش کو زیادہ افضل قرار دیا۔

ارشادِ نبوی ہے: ''جس کے تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہیں۔ وہ اُن کے متعلق اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا اور اُن سے اچھا سلوک کرتا ہے تا آنکہ وہ بیاہ کر چلی جاتی یا وفات پا جاتی ہیں، وہ نارِ جہنم کے مقابل اُس کی ڈھال بن جائیں گی۔'' [1]

نارِ جہنم سے نجات دینے والے مختلف اعمال

تمام اعمالِ صالحہ جنت کی طرف لے جاتے اور نارِ جہنم سے نجات دلاتے ہیں، تاہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مفید سوالات کیا کرتے تھے جن سے بالخصوص اُن اعمال کی رہنمائی ملتی ہے جو نارِ جہنم سے نجات دلاتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کون سی چیز آدمی کو نارِ جہنم سے نجات دلاتی ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ایمان باللہ۔'' پوچھا: ''یا نبی اللہ! ایمان کے ساتھ کوئی عمل بھی ہے؟'' فرمایا: ''اللہ

[1] مسند أحمد: 27/6.

تعالیٰ نے اُسے جو رزق عطا کیا ہے، اُس میں سے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں دیتا رہے۔'' پوچھا: ''یارسول اللہ! اگر وہ غریب ہو اور خرچ کرنے کو اُس کے پاس کچھ نہ ہو تو؟'' فرمایا: ''تب وہ اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔'' پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! اگر وہ بے بس ہو، اچھائی کا حکم نہ دے پائے اور برائی سے نہ روک پائے تو؟'' فرمایا: ''تو پھر وہ بے ہنر آدمی کا کام کرے۔'' پوچھا: ''اگر وہ خود بے ہنر ہو اور کوئی کام نہ کر پائے تو؟'' فرمایا: ''پھر وہ مظلوم کی مدد کرے۔'' پوچھا: ''اگر وہ کمزور ہو اور مظلوم کی مدد بھی نہ کر پائے تو؟'' فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے تم اُس آدمی میں کوئی بھلائی باقی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ پھر وہ یہ کرے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دے۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! اگر وہ یہ کام کرے تو جنت میں جائے گا؟'' فرمایا: ''جو آدمی اِن اعمال میں سے کوئی بھی عمل انجام دے گا، وہ عمل اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جنت میں لے جائے گا۔''[1]

ذکرِ الٰہی کی مجالس

ذکرِ الٰہی کی مجالس جن میں بھلائی کی باتیں بتائی جاتی ہیں، جن میں علم و دانش کے سوتے پھوٹتے ہیں، ایسی مجالس بھی نارِ جہنم سے نجات دلانے کا باعث بنتی ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ وہ اہلِ ذکر کو

[1] المعجم الكبير للطبراني: 2/157، حديث: 1650، و السلسلة الصحيحة، حديث: 2669.

تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کو آوازیں دیتے ہیں کہ آجاؤ اپنی مطلوبہ شے کی طرف۔ چنانچہ وہ فرشتے ذکر کرنے والوں کو آسمانِ دنیا کی بلندی تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ اُن کا رب اُن سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ اُن سے زیادہ جانتا ہے: ''میرے بندے کیا کہتے ہیں؟'' فرشتے جواب دیتے ہیں: ''وہ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ تجھے سب سے بڑا بتاتے ہیں۔ تیری حمد کرتے ہیں۔ تیری بڑائی بیان کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''کیا اُنھوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟'' فرشتے جواب دیتے ہیں: ''نہیں، واللہ! اُنھوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔'' اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''اگر وہ مجھ کو دیکھ لیں تو؟'' فرشتے کہتے ہیں: ''اگر وہ تجھ کو دیکھ لیں تو تیری عبادت اِس سے کہیں زیادہ کریں۔ تیری بڑائی اور تیری پاکیزگی اِس سے کہیں زیادہ بیان کریں۔'' اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟'' فرشتے جواب دیتے ہیں: ''وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کیا انھوں نے جنت دیکھی ہے؟'' فرشتے کہتے ہیں: ''نہیں، واللہ! یا رب! انھوں نے جنت نہیں دیکھی۔'' اللہ فرماتا ہے: ''اگر وہ جنت دیکھ لیں تو؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اِس سے کہیں زیادہ اشتیاق ظاہر کریں۔ اُسے اِس سے کہیں زیادہ طلب کریں۔ اِس سے کہیں زیادہ اُس کی رغبت رکھیں۔'' اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''وہ کس شے سے پناہ چاہتے ہیں؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''وہ نارِ جہنم سے پناہ چاہتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کیا اُنھوں نے نارِ جہنم دیکھی ہے؟'' فرشتے کہتے ہیں: ''نہیں، واللہ! انھوں نے نارِ جہنم نہیں دیکھی۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اگر وہ اُسے دیکھ لیں تو؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''اگر وہ اُسے دیکھ لیں تو وہ نارِ جہنم سے اِس سے کہیں زیادہ متنفر ہوں۔ اِس سے کہیں زیادہ اُس کا خوف کھائیں۔''

تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تو میں تمھیں اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُنھیں معاف کردیا۔'' ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: ''اُن میں فلاں بھی ہے جو اُن میں سے نہیں، وہ تو کسی کام سے آیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وہ ایسے ہم نشیں ہیں کہ ان کی بدولت ان کا ہم نشیں نامراد نہیں رہتا۔'' [1]

باقیات صالحات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا ۝ ﴾

''اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے ہاں ثواب اور انجام کے اعتبار سے بہت بہتر ہیں۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اپنی اپنی ڈھالیں لو۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا کوئی دشمن آنے والا ہے؟'' فرمایا: ''نہیں، نارِ جہنم کے مقابلے میں اپنی ڈھالیں لو۔ کہو، «سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ» روزِ قیامت کو یہ الفاظ نجات دلانے کے لیے آگے آگے آئیں گے۔ یہی ہیں ہمیشہ باقی رہنے والی نیکیاں۔'' [3]

ذرا ٹھہریے!

''سچا مسلمان پناہ طلبی ہی پر اکتفا نہیں کرتا۔ وہ ایسے اعمال بھی انجام دیتا ہے جو نارِ جہنم سے نجات دلاتے ہیں۔''

[1] صحيح البخاري، حديث: 6408. [2] مريم 19:76. [3] المستدرك للحاكم: 541/1، وصحيح الترغيب والترهيب، حديث: 1567.

جہنم کے داروغے

وہ فرشتے جو جہنم کے داروغے ہیں، وہ بہت سخت گیر، بڑے طاقتور اور بڑے عظیم الجثہ ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾

’’اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تندمزاج اور سخت گیر فرشتے (مقرر) ہیں، اللہ انھیں جو حکم دے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔‘‘[1]

جہنم کے داروغوں کی تعداد

جہنم کے انیس داروغے ہیں جن کے قد وقامت کا اندازہ ہماری ناقص عقلیں نہیں کرسکتیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] التحریم 6:66.

﴿ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ﴾

''میں جلد اسے سقر (جہنم) میں ڈالوں گا۔ اور آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ چمڑی جھلسا دینے والی ہے۔ اس پر اُنیس (فرشتے مقرر) ہیں۔ اور ہم نے فرشتے ہی دوزخ کے نگران بنائے ہیں۔'' [1]

جہنم کے داروغوں کی ذمے داریاں

جہنم کے داروغے بڑے سخت گیر ہیں۔ وہ رحم نام کی کسی شے سے واقف نہیں۔ اُن کی ذمے داریوں میں نارِ جہنم کا بھڑکانا، اہلِ جہنم کو ڈرانا دھمکانا اور اُنھیں عذاب دینا شامل ہے۔ اہلِ جہنم جب جہنم میں جائیں گے تو جہنم کے داروغے جس طریقے سے اُن کا استقبال کریں گے، اُس کا بیان قرآنِ مجید میں آیا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی طرف گروہ درگروہ ہانکے جائیں گے حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: کیا تمھارے پاس تمھی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر تمھارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمھیں تمھاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن کافروں پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا۔'' [2]

[1] المدثر 74:26-31. [2] الزمر 39:71.

جہنم کا بڑا داروغہ

مالک نامی بہت بڑا فرشتہ جہنم کے داروغوں کا سربراہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اُس کا ذکر آیا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ ﴾

''اور وہ (داروغۂ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ کہے گا: بے شک تم تو ہمیشہ (اسی عذاب میں) رہو گے۔'' [1]

روایات میں نبی کریم ﷺ کا طویل خواب بیان ہوا ہے۔ اُس میں عذابِ جہنم کی بھی

[1] الزخرف 77:43.

مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے اُس حدیث میں فرمایا: ''............پھر ہم آگے بڑھے اور ایک کریہ المنظر آدمی کے پاس آئے۔ تم نے جو بدصورت سے بدصورت آدمی دیکھا ہوگا، وہ ویسا ہی بدصورت تھا۔ اُس نے آگ جلا رکھی تھی اور وہ اُس کے اردگرد بھاگ دوڑ کر ایندھن مہیا کرتا اور اُسے بھڑکاتا تھا۔ میں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ چلتے چلیے۔''

حدیث کے آخر میں اُن فرشتوں نے اُس کریہ المنظر آدمی کے بارے میں بتایا کہ وہ داروغۂ جہنم مالک تھا۔ [1]

پکار

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝ ﴾

''اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تندمزاج اور سخت گیر فرشتے (مقرر) ہیں، اللہ انھیں جو حکم دے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔'' [2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 7047. [2] التحريم 66:6.

جهنم کے دروازے

جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ ﴾

''اور یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، ان (گمراہوں) میں سے ہر دروازے کے لیے ایک تقسیم شدہ حصہ ہے۔'' [1]

جہنم کے دروازے اوپر تلے تہ بہ تہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''جہنم کے سات دروازے اوپر تلے تہ بہ تہ ہیں۔ اول پہلا بھرے گا، پھر دوسرا، بعد ازاں تیسرا، یوں تمام دروازے پُر ہو جائیں گے۔'' [2]

ابنِ جُریج رحمہ اللہ کا قول ہے: ''جہنم کے سات دروازے ہیں: پہلا جہنم، دوسرا لظی، تیسرا حُطَمہ، چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم، ساتواں ہاویہ۔'' [3]

[1] الحجر 15:43،44. [2] تفسير الطبري، الحجر 15:44. [3] تفسير الطبري، الحجر 15:44.

کافروں اور مجرموں کو جہنم میں پھینک کر اُس کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝ ﴾

''اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے، وہی بائیں ہاتھ والے ہیں۔ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی۔''[1]

تاہم ایسا قیامت کے دن ہوگا۔ قیامت سے پہلے جہنم کے دروازے کھلے ہیں۔ ماہِ رمضان میں اُنھیں بند کر دیا جاتا ہے۔ارشادِ نبوی ہے: ''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، نیز شیطانوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر باندھ دیا جاتا ہے۔''[2]

بعض اہلِ علم نے بیان کیا ہے کہ خاص خاص بداعمالیوں کے لیے جہنم کے مختلف دروازے مخصوص ہیں۔

[1] البلد 90:19، 20. [2] صحيح البخاري، حديث: 3277، وصحيح مسلم، حديث: 1079.

نارِ جہنم کا ایندھن

جہنم کی آگ ہمیشہ بھڑکتی رہتی ہے۔ اُسے برابر ایندھن فراہم کیا جاتا ہے۔ پتھر اور کافر اُس کا ایندھن ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾

''اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تندمزاج اور سخت گیر فرشتے (مقرر) ہیں، اللہ انھیں جو حکم دے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔''[1]

اور فرمایا:

﴿ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

''تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور (وہ) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''[2]

یہ پتھر سیاہ گندھک کے بنے ہیں۔[3]

[1] التحريم 6:66. [2] البقرة 24:2. [3] تفسير الطبري، البقرة 24:2.

معبودانِ باطل بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ ﴾

''بے شک تم اور جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ (واقعی) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور وہ سب ہمیشہ اس (جہنم) میں رہیں گے۔ اس میں ان کے لیے چیخنا چلانا ہوگا اور وہ اس میں (کچھ) نہ سن پائیں گے۔'' [1]

وضاحت طلب مسئلہ

بتوں اور مورتیوں کو نارِ جہنم میں کیوں پھینکا جائے گا جبکہ وہ نہ تو عقل رکھتے ہیں، نہ اُن کا کچھ گناہ ہے؟

جواب یہ ہے کہ اُن بتوں اور مورتیوں کو عذاب دینے کے لیے جہنم میں نہیں پھینکا جائے گا بلکہ اُن کے پجاریوں کو یہ جتلانے کے لیے اُنھیں جہنم میں پھینکا جائے گا کہ دیکھو، تم جن چیزوں کو خدا سمجھتے تھے، وہ خدا نہیں تھیں۔ وہ تو سب خدائے واحد، یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات تھیں۔ تم کہتے تھے کہ وہ تمھیں نفع دیں گی، حالانکہ وہ خود تمھارے ساتھ آگ میں جل رہی ہیں۔ یوں اُن کے پچھتاوے میں مزید اضافہ ہوگا۔

[1] الأنبيآء 21:98-100.

دنیا میں کافر جن مخلوقات کو پوجتے ہیں اُن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ بعض کافر فرشتوں کو بھی پوجتے تھے۔ تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو بھی نارِ جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا؟

جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام، فرشتے اور دیگر اولیاء و صلحا جن کی غلط طور پر پرستش کی جاتی ہے، نارِ جہنم کا ایندھن نہیں بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمایا کہ

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُونَ ۝﴾

''بے شک تم اور جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔''[1]

تو اُس کے بعد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى أُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۚ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خٰلِدُونَ ۝﴾

''بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی نیکی اور بھلائی مقدر ہو چکی ہے، وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آہٹ (بھی) نہ سنیں گے اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہیں گے جو ان کے دل چاہیں گے۔''[2]

[1] الأنبيآء 21:98. [2] الأنبيآء 21:101، 102.

جہنم کی شدید گرمی اور شدید سردی

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی آگ کو آخرت کی آگ کے لیے یادگار بنایا ہے۔ اُس کا ارشادِ عالی ہے:

﴿ اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ ۝ ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ ۝ نَحۡنُ جَعَلۡنٰهَا تَذۡكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلۡمُقۡوِيۡنَ ۝ ﴾

''بھلا بتاؤ تو! وہ آگ جو تم جلاتے ہو۔ کیا اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم ہی نے اسے یاددہانی کا ذریعہ اور مسافروں کے لیے فائدہ بنایا ہے۔''[1]

ارشادِ نبوی ہے: ''یہ آگ جسے ابنِ آدم جلاتا ہے، یہ آگ نارِ جہنم کا سترواں حصہ ہے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! (جلانے کے لیے تو) یہی آگ بہت کافی ہے۔'' فرمایا: ''اِس کے باوجود وہ آگ اِس آگ کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ گرم اور شدید رکھی گئی ہے۔''[2]

[1] الواقعة 56:71-73. [2] صحيح مسلم، حديث: 2843.

اصحابِ شمال (بائیں ہاتھ والے)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ۝ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ ۝﴾

''اور بائیں (ہاتھ) والے، کیا (حقیر) ہیں بائیں ہاتھ والے! (وہ) سخت گرم ہوا اور کھولتے پانی میں (ہوں گے)۔ اور سیاہ ترین دھویں کے سائے میں۔ نہ (وہ) ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش۔''[1]

مطلب یہ کہ اصحابِ شمال اہلِ جہنم ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھیں اُن کے اعمال نامے اُن کے بائیں ہاتھوں میں تھمائے جائیں گے۔ میدانِ محشر میں یہ لوگ بائیں طرف کھڑے ہوں گے۔ یہ لوگ جہنم کی شدید گرمی میں رہیں گے جو اُن کی جلد کے مسام میں سے گزر کر اُن کے اندر تک پہنچے گی۔ جہنم کا شدید گرم پانی اُنھیں پینا پڑے گا۔ اُن پر سیاہ

① الواقعة 56:41-44.

دھویں کا سایہ ہوگا جو ٹھنڈا اور نفع بخش نہیں ہوگا۔ نارِ جہنم کی ہولناکیاں ایک اور مقام پر بھی بیان کی گئی ہیں۔ فرمایا:

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ ﴾

''اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ (گڑھا) ہوگا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ ''ہاویہ'' کیا ہے۔ وہ سخت دہکتی ہوئی آگ ہے۔''[1]

ہمیشہ بھڑکتی آگ

نارِ جہنم کے شعلے ہمیشہ بھڑکتے رہتے ہیں۔ وہ آگ کبھی ٹھنڈی نہیں پڑتی، نہ وہ مدھم ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝ ﴾

''لہٰذا اب تم (اپنے کیے کا مزہ) چکھو، ہم تمھارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے۔''[2]

وہ آگ ہر روز بھڑکائی جاتی ہے۔ ایک صحابی رسول حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''زمانہ جاہلیت میں جب لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے تو میرا خیال اُن کے متعلق یہ تھا کہ وہ گمراہی میں مبتلا ہیں اور وہ کسی دین پر قائم نہیں۔ انھی دنوں میں نے ایک آدمی کے متعلق سنا جو مکہ میں لوگوں کو بڑی بڑی خبریں دیتا تھا۔ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور مکہ جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رُوپوش ہیں اور اُن کی قوم کے لوگ بڑی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

میں چھپتا چھپاتا، حیلے بہانے کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جا پہنچا۔ میں نے آپ سے

[1] القارعة 101:8-11. [2] النبأ 78:30.

عرض کیا: ''آپ کون ہیں؟'' فرمایا: ''میں نبی ہوں۔'' میں نے عرض کیا: ''نبی کیا ہوتا ہے؟'' فرمایا: ''مجھے اللہ نے مبعوث کیا ہے۔'' عرض کیا: ''اللہ نے آپ کو کیا شے دے کر مبعوث کیا ہے؟'' فرمایا: ''اُس نے مجھے مبعوث کیا ہے صلہ رحمی کے ساتھ اور اِس امر کے ساتھ کہ بتوں کو توڑ دیا جائے اور یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اُس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔''

اِس حدیث کے دوران میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''...... جب نیزے کا سایہ بہت کم رہ جائے تو نماز نہ پڑھیے کیونکہ اُس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے۔'' [1]

قیامت کے روز بھی نارِ جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝ ﴾

''اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔'' [2]

موسمِ گرما میں گرمی کی شدت نارِ جہنم کی شدید حرارت سے ہے

موسمِ گرما میں گرمی کی شدت کا تعلق نارِ جہنم کی حرارت سے ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جب شدید گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کرو کیونکہ شدید گرمی جہنم کی شدید حرارت سے ہے۔ نارِ جہنم نے اپنے رب تعالیٰ سے شکایت کی اور عرض کیا: ''اے میرے رب! میں اندر ہی اندر کٹتی جاتی ہوں۔'' تب رب تعالیٰ نے اُسے دو سانس لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ ایک سانس سردی کے موسم میں اور ایک گرمی کے موسم میں۔ آپ جو سخت گرمی اور سخت سردی پاتے ہیں، یہ وہی دو سانس ہیں۔'' [3]

[1] صحيح مسلم، حديث: 832. [2] التكوير 81:12. [3] صحيح البخاري، حديث: 536 و 537 و 3260.

جہنم کا حجم اور اُس کی گہرائی

جہنم بہت بڑی لیکن اندر سے بے حد تنگ ہے۔ جہنمیوں کو اُس میں بہت گھٹن معلوم ہوگی۔ اُس کے بڑے حجم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ ﴾

''(یاد کرو!) جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ مزید ہے؟'' [1]

ارشادِ نبوی ہے: ''اُس روز (قیامت کے روز) جہنم کو لایا جائے گا۔ اُس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی۔ ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچتے ہوں گے۔'' [2]

جہنم کی گہرائی کے متعلق ارشادِ نبوی ہے: ''جہنم میں اگر کوئی پتھر پھینکا جائے تو وہ ستر برس میں جہنم کے پیندے تک پہنچے۔'' [3]

جہنم میں تہ در تہ گہری کھائیاں اور گہرے گڑھے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ ﴾

''بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے اور وہاں آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔'' [4]

وضاحت طلب مسئلہ

''جہنمی'' کون ہیں؟ کیا وہ جہنم میں جانے کے بعد وہاں سے نکل آئیں گے؟

جواب: ''جہنمی'' وہ اہل توحید ہیں جو گناہوں کے سبب جہنم میں جائیں گے۔ جب تک

[1] قٓ 30:50. [2] صحیح مسلم، حدیث:2842. [3] صحیح ابن حبان: 509/16، حدیث:2609.
[4] النسآء 145:4.

اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہ جہنم میں عذاب پائیں گے۔ بعدازاں اُنھیں جہنم سے رہا کردیا جائے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''بعض اہل ایمان کی جب سزا پوری ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ اُنھیں جہنم سے رہا کردے گا۔ جب اللہ تعالیٰ اُنھیں جہنم میں ڈالے گا تو مشرکین اُن سے کہیں گے: ''دنیا میں کیا تم خود کو اولیاء (اللہ کے دوست) نہیں سمجھتے تھے؟ پھر آج تم ہمارے ساتھ جہنم میں کیوں ہو؟'' اللہ تعالیٰ جب اُن کی یہ بات سنے گا تو اُن اہلِ ایمان کے متعلق شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا۔ تب فرشتے اور انبیائے کرام علیہم السلام اُن کے لیے شفاعت کریں گے۔ یوں وہ اللہ کے حکم سے جہنم سے رہائی پائیں گے۔ اُس وقت مشرکین کہیں گے: ''کاش! ہم بھی اُن کی طرح ہوتے، پھر ہمیں بھی شفاعت ملتی اور ہم بھی جہنم سے رہائی پاتے۔ اِس ارشادِ الٰہی کا یہی مطلب ہے:

﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾

''کسی وقت کافر چاہیں گے، کاش! وہ مسلمان ہوتے۔'' [1]

جو لوگ جہنم سے رہائی پاکر جنت میں جائیں گے۔ اُن کے چہروں پر سیاہ دھبے ہوں گے۔ یوں اہلِ جنت اُنھیں ''جہنمی'' کہہ کر پکاریں گے۔ وہ لوگ رب تعالیٰ سے عرض کریں گے: ''اے ہمارے رب! یہ نام ہم سے دور کردے۔'' چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت کی ایک نہر میں نہائیں گے تو وہ سیاہ دھبے مٹ جائیں گے۔'' [2]

حسرت

''کافر جب اہلِ توحید کو جہنم سے نکلتے دیکھیں گے تو اُن کے پچھتاوے میں اضافہ ہوجائے گا۔''

[1] الحجر 15:2. [2] صحيح ابن حبان: 458/16، حديث: 7432.

اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ اہلِ جہنم کو جو عذاب ہوگا، وہ اُن کے اعمال کے لحاظ سے کم یا زیادہ ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾

''اور انھوں نے جو عمل کیے تھے، حاضر پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔''[1]

ارشادِ نبوی ہے: ''قیامت کے روز اہلِ جہنم میں جس آدمی کو سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا، اُسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی۔ اُن کے اثر سے اُس کا دماغ کھولے گا۔ اُن میں سے بعض گھٹنوں تک آگ میں جلیں گے۔ اُنھیں دیگر طریقوں سے بھی عذاب دیا جائے گا۔ اُن میں سے بعض سینے تک آگ میں جلیں گے اور اُنھیں دیگر طریقوں سے بھی عذاب دیا جائے گا۔ بعض اُن میں سے ہنسلی کی ہڈی تک آگ میں جلیں گے اور اُنھیں عذاب کی دیگر صورتوں سے بھی واسطہ پڑے گا اور اُن میں سے بعض سر تا سر آگ میں جلیں گے۔''[2]

[1] الکهف 18:49. [2] المستدرك للحاكم: 4/581، حديث: 8734.

معصیت کار مسلمان

وہ اہلِ توحید جو معصیت کاری میں مبتلا ہوئے تھے، جہنم میں اُنھیں اُن کے اعمال کے حساب سے عذاب ہوگا۔ جنھوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا تھا، اُن کی سزائیں اَور ہوں گی اور جنھوں نے صغیرہ گناہ کیے تھے، اُن کی سزائیں اَور ہوں گی۔ دیگر نیکیوں کی بدولت بھی بعض کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔ عذاب کی تخفیف کے اَور اسباب بھی ہوں گے۔

کافروں کے عذاب میں کمی بیشی

کافروں کے کفر کی مقدار بھی کم وبیش ہوتی ہے۔ ایک کافر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا اور اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے لیکن وہ چوری نہیں کرتا، قتل و غارت نہیں کرتا، دوسروں کو اذیت نہیں پہنچاتا، ایسے کافر کا عذاب اُس کافر کی نسبت یقیناً ہلکا ہوگا جو سرکشی کرتا اور فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ ہر دو کافر رہیں گے ہمیشہ جہنم میں۔

سب سے ہلکا عذاب

ارشادِ نبوی ہے: ''اہلِ جہنم میں جس شخص کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا، اُسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی۔ اُن کی شدتِ حرارت سے اُس کا دماغ کھولے گا۔''[1]

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ فائدہ دیا۔ وہ آپ کو تحفظ دیتا اور آپ کے غصے کی خاطر غصے میں آتا تھا۔

[1] صحیح مسلم، حدیث: 211.

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ہاں، آگ اُس کے ٹخنوں تک پہنچتی ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کی سب سے گہری کھائی میں ہوتا۔‘‘ [1]

اِشکال

کافروں کے اچھے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول نہیں تو وہ اعمال کافروں کو کیونکر نفع دیں گے اور اُن کے عذاب میں کیسے تخفیف کریں گے؟

رفعِ اِشکال

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمالِ صالحہ کی قبولیت کی شرط قبولِ اسلام ہے۔ اُس کا ارشادِ گرامی ہے:

[1] صحيح البخاري، حديث: 3883، و صحيح مسلم، حديث: 209.

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلٰمِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾

''اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔'' [1]

کافروں کے اچھے اعمال اُنھیں کچھ نفع نہیں دیں گے، نہ اُن کے لیے جہنم سے رہائی کا باعث بنیں گے، تاہم اچھے اعمال کرنے والے کافر کے عذاب میں قدرے تخفیف کردی جائے گی کیونکہ عدل وانصاف کا یہی تقاضا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ۚ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝﴾

''بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' [2]

اہلِ جہنم کا پچھتاوا

عالمِ آخرت کے مقابلے میں اِس فانی دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی سمندر میں انگلی ڈبوئے اور نکال لے۔ کافر جب عذابِ الٰہی دیکھیں گے تو وہ دنیا کی لذتیں بھول جائیں گے اور سخت پچھتاوے میں مبتلا ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''قیامت کے روز اہلِ جہنم میں جس فرد کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا، اُسے اللہ تعالیٰ پوچھے گا: ''دنیا کا تمام مال ومتاع تمھیں مل جائے تو کیا تم وہ تمام مال ومتاع فدیہ میں دے کر اپنی جان چھڑانی چاہو گے؟'' وہ کہے گا: ''جی ہاں۔'' تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں نے تو تم سے بہت ہی معمولی سی بات چاہی

[1] آل عمرٰن 3:85. [2] المآئدة 5:72.

تھی جبکہ تم آدم کی پشت میں تھے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ لیکن تم نے میری بات نہ مانی اور میرے ساتھ شریک ٹھہرا کر رہے۔'' [1]

اہلِ جہنم کا پینا

اہلِ جہنم کو پینے کے لیے چار چیزیں دی جائیں گی۔

کھولتا ہوا گرم پانی: یہ پانی جہنم کی آگ پر ابالا جائے گا۔ اُس کی حرارت کا یہ عالم ہوگا کہ اِس کے پیتے ہی اہلِ جہنم کی انتڑیاں پگھل کر بہ جائیں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ ﴾

''اور انھیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔'' [2]

بدبودار پانی: یہ پانی اتنا بدبودار ہوگا کہ منہ کو نہیں لگایا جائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ ﴾

''یہ ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ، اب وہ اس کو چکھیں۔'' [3]

صدید: اہلِ جہنم کے بدن میں سے جو اشیاء پگھل پگھل کر بہیں گی اور لہو اور پیپ، یہ سب صدید ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَّمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝ ﴾

''اس کے آگے جہنم ہے اور (وہاں) اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ جسے وہ

[1] صحيح البخاري، حديث: 6557. [2] محمد 47:15. [3] صٓ 38:57.

گھونٹ گھونٹ پیے گا مگر حلق سے نہ اتار سکے گا اور ہر طرف سے اس کو موت آئے گی، جبکہ وہ مرے گا نہیں اور اس کے آگے نہایت سخت عذاب ہوگا۔'' [1]

تلچھٹ (مہل): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مہل کے متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے فرمایا: ''گاڑھا، تلچھٹ کی طرح۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّآ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُهۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡهَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ۝ ﴾

''بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتوں نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ایسے پانی کے ساتھ ان کی فریادرسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کے مانند ہوگا، وہ (ان کے) چہرے بھون ڈالے گا، وہ برا مشروب ہے اور وہ بری آرام گاہ ہے۔'' [2]

[1] إبرٰهيم 14: 16، 17. [2] الكهف 18: 29.

پینے کی دیگر اشیاء

قرآنِ مجید میں اہلِ جہنم کے لیے پینے کی بعض دیگر اشیاء کا بھی ذکر آیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ هٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ هٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۝﴾

”یہ (معاملہ اہل خیر کا) ہے اور بلا شبہ سرکشوں کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے۔ (یعنی) جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، چنانچہ وہ آرام کرنے کی بری جگہ ہے۔ یہ ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ، اب وہ اس کو چکھیں۔ اور ان کے مانند کئی قسم کے دوسرے (عذاب) ہوں گے۔“[1]

اہلِ جہنم اِن تمام اشیاء کو پیتے ہوئے بڑی کراہت محسوس کریں گے۔ وہ اِن غلیظ اشیاء کو بمشکل گھونٹ گھونٹ پئیں گے۔ پھر بھی یہ اشیاء اُن کے حلق میں اٹک اٹک جائیں گی اور بدن میں پہنچ کر بدن کے تمام اعضاء کو پگھلا ڈالیں گی۔

اِشکال

اہلِ جہنم جو ایسی غلیظ اور دہکتی اشیاء پئیں گے، کیا وہ یہ چیزیں پی کر مریں گے نہیں؟

رفعِ اِشکال

ایسی دہکتی اشیاء پی کر کافروں کو موت آنی لازمی ہے، تاہم جہنم میں کبھی موت نہیں آئے گی اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

شرابی صدید پئیں گے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک یمنی خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے مکئی

[1] صٓ 38:55-58.

سے بنی اُس شراب کا حکم پوچھا جو اہلِ یمن پیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا وہ نشہ آور ہے۔ یمنی نے اثبات میں جواب دیا۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور شے حرام ہے۔ جو آدمی نشہ آور شے پیتا ہے، اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ وہ اُسے طینۂ خبال پلائے گا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! طینۂ خبال کیا ہے۔ فرمایا: ''اہلِ جہنم کا پسینا یا اُن کا نچوڑ۔''[1]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کا خوشگوار اور میٹھا پانی پلائے اور نارِ جہنم سے بچائے، آمین۔

اہلِ جہنم کا کھانا

پینے کی اشیاء کے مانند اہلِ جہنم کا کھانا بھی نہایت اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوگا۔

ضریع: ضریع خاردار، کڑوا اور نہایت بدبودار پودا ہے جسے جانور نہیں کھاتے۔ یہ پودا اہلِ جہنم کے کھانے میں شامل ہوگا جو نہ تو بھوک مٹائے گا، نہ فربہ کرے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝ ﴾

''ان کا کھانا صرف خاردار جھاڑیاں ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹائے گا۔''[2]

خاردار کھانا اہلِ جہنم کے حلق میں پھنس جائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ﴾

''بے شک ہمارے پاس بیڑیاں اور آگ ہے۔ اور گلے میں اٹکنے والا طعام اور دردناک عذاب ہے۔''[3]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2002. [2] الغاشیة 88:6، 7. [3] المزمل 73:12، 13.

زقوم: جہنم میں اگنے والے خبیث درخت کا خبیث پھل زقوم ہے۔ نہایت کریہہ المنظر اور نہایت بدذائقہ۔ یہ پھل اہلِ جہنم کو کھانے کے لیے دیا جائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۝ ﴾

''بے شک تھوہر کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے تانبے (یا تلچھٹ) کے مانند، وہ پیٹوں میں کھولے گا۔ تیز گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔ (حکم ہوگا:) اسے پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر تیز گرم پانی کا عذاب انڈیلو۔ (مزہ) چکھ! بے شک تو بڑا عزت والا، بڑا تکریم والا (بنا پھرتا) تھا۔ بلاشبہ یہی وہ (عذاب) ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔''[1]

اور فرمایا:

﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ﴾

''بے شک وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ میں اگتا ہے اس کا پھل گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں تو بلاشبہ وہ (دوزخی) اس میں سے کھائیں گے، پھر اس سے (اپنے) پیٹ بھریں گے۔''[2]

وہ ایسا کریہ المنظر پھل ہوگا جیسے شیطانوں کے سر۔

[1] الدخان 44:43-50. [2] الصّٰفّٰت 37:64-66.

اشکال

لوگوں نے تو شیطانوں کے سر نہیں دیکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زقوم کے پھل کو شیطانوں کے سر سے تشبیہ کیوں دی؟

رفعِ اشکال

لوگوں نے اگر چہ شیطانوں کے سر نہیں دیکھے، تاہم اُنھیں پتہ ہے کہ شیطان بڑے مکروہ صورت اور بڑے کریہ المنظر ہوتے ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے زقوم کی بدصورتی بیان کرنے کے لیے اُسے شیطانوں کے سر سے تشبیہ دی۔

زقوم کی بدمزگی

ارشادِ نبوی ہے: ''قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین کے سمندروں میں ڈال دیا جائے تو تمام سمندر (بدمزہ اور) خراب ہو جائیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ وہ (قطرۂ زقوم) اہل دنیا کی اشیائے خور و نوش کڑوی کر ڈالے۔ پس اس کا حال کیا ہوگا جس کا وہ کھانا بنے گا۔[1]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کی پاکیزہ نعمتوں سے بہرہ مند کرے اور عذابِ جہنم سے بچائے۔

اہلِ جہنم کا لباس

اہلِ جہنم کو آگ کی پوشاکیں پہنائی جائیں گی۔ اُن کے نیچے بھی آگ ہوگی اور اوپر بھی آگ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] المستدرك للحاكم: 294/2، و صحيح الجامع الصغير، حديث: 5250.

﴿ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُّصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ ﴾

''چنانچہ جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا پانی انڈیلا جائے گا۔'' [1]

مختلف کپڑے

ارشادِ نبوی ہے: ''اہلِ جہنم میں بعض ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ پہنچے گی۔ بعض کے گھٹنوں تک آگ پہنچے گی۔ بعض کے ناف تک اور بعض کے ہنسلی کی ہڈی تک۔'' [2]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی رہیں گی جنھیں وہ ترک نہیں کریں گے۔ خاندان پر فخر کرنا، خاندانوں میں عیب نکالنے، ستاروں سے بارش طلب کرنی اور میت پر نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہیں کرتی تو وہ روزِ قیامت اِس حالت میں کھڑی ہوگی کہ اُس نے تارکول کی شلوار پہن رکھی ہوگی۔ پھر اُسے آگ کے شعلوں کی قمیص پہنائی جائے گی۔'' [3]

اہلِ جہنم کا اوڑھنا اور بچھونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ﴾

''ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا۔'' [4]

اور فرمایا:

[1] الحج 22:19. [2] صحيح مسلم، حديث: 2845، و مسند أحمد: 10/5. [3] صحيح مسلم، حديث: 934، و المستدرك للحاكم: 383/1. [4] الأعراف 7:41.

﴿ لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾

"ان کے لیے ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی آگ کے) سائبان ہوں گے۔"[1]

اہلِ جہنم کی شکل وصورت

اہلِ جہنم جب جہنم میں داخل ہوں گے تو اُن کی شکل وصورت نہایت ہولناک ہوگی۔ ارشادِ نبوی ہے: "کافر کے دونوں مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار شتر سوار کی تین روزہ مسافت (کے برابر) ہوگا۔"[2]

ایک اور موقع پر فرمایا: "کافر کی ڈاڑھ یا کافر کی کچلی جبلِ اُحد کے جیسی (بڑی) ہوگی۔ اور کافر کی جلد تین دن کی مسافت (کے برابر موٹی) ہوگی۔"[3]

[1] الزمر 16:39. [2] صحيح البخاري، حديث: 6551، و صحيح مسلم، حديث: 2852. [3] صحيح مسلم، حديث: 2851.

ایک اور موقع پر فرمایا: ''کافر کی جلد بیالیس ہاتھ (کے برابر موٹی) ہوگی۔ اُس کی ڈاڑھ جبلِ احد کے جیسی (بڑی) ہوگی۔ اور جہنم میں کافر جہاں بیٹھے گا، وہ جگہ اتنی بڑی ہوگی جیسے مکہ اور مدینہ کا درمیانی فاصلہ۔'' [1]

اہلِ جہنم کی رنگت

اہلِ جہنم کی رنگت نہایت سیاہ ہوگی۔ جب وہ آگ میں جلیں گے تو اُن کی رنگت اَور بھی بگڑ جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے اِس آیت: ﴿ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كٰلِحُونَ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''نارِ جہنم کافر کو بھون ڈالے گی۔ اُس کا اوپر والا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان تک جا پہنچے گا۔ نچلا ہونٹ لٹک کر ناف تک جا پہنچے گا۔'' [2]

[1] جامع الترمذي، حديث: 2577. [2] (ضعيف) جامع الترمذي، حديث: 2587، والمستدرك للحاكم: 246/2.

کتاب اللہ میں عذابِ جہنم کی دیگر صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُّصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ ﴾

''چنانچہ جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا پانی انڈیلا جائے گا۔ اس سے وہ سب کچھ گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور (ان کی) کھالیں بھی۔ اور ان (کو مارنے) کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔''[1]

نارِ جہنم کی وجہ سے اہلِ جہنم کی چمڑیاں جل جائیں گی۔ تکلیف کا احساس چونکہ چمڑی کو ہوتا ہے، اِس لیے اُن کی جلی ہوئی چمڑیاں تبدیل کر کے انھیں نئی چمڑیاں دی جائیں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۚ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ ﴾

[1] الحج 22:19-21.

''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، ہم جلد انھیں آگ میں ڈالیں گے۔ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں چڑھا دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں، بلاشبہ اللہ بہت زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔''[1]

جہنم میں کافروں کو پھندے، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال کر گھسیٹا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ لَدَيْنَآ أَنكَالًا وَجَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝ ﴾

''بے شک ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے۔ اور گلے میں اٹکنے والا

[1] النسآء 4:56. یہ آیت قرآن مجید کا سائنسی معجزہ ہے۔ جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بدن کی جلد ہی وہ واحد عضو ہے جسے تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ وجہ اِس کی یہ ہے کہ اعصاب کے تمام سرے جلد ہی سے آملتے ہیں۔ احساس کی روشیں بھی یہیں سے شروع ہوتی ہیں۔ جب احساس کی یہ روشیں اور اعصاب کے یہ سرے تلف ہو جاتے ہیں تو وہ خارجی اثرات کو آگے منتقل کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اِس عمل کو جل کر سخت ہو جانے سے تعبیر کیا ہے۔ اِس حالت میں اُنھیں عذاب دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یوں اہلِ جہنم کی چمڑیاں پھر سے نئی کر دی جائیں گی تاکہ وہ پھر سے عذاب کا مزہ چکھیں۔

طعام اور دردناک عذاب ہے۔" [1]

اور فرمایا:

﴿ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِی الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ﴾

"جب ان کی گردنوں میں طوق اور بیڑیاں ہوں گی (جن میں جکڑ کر) وہ گھسیٹے جائیں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔" [2]

کافروں کو اُن کے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔

فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ ﴾

"بلاشبہ مجرمین گمراہی اور دیوانگی میں (پڑے) ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے (کہا جائے گا:) تم جہنم (کے عذاب) کا چھونا چکھو۔" [3]

کافروں کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جو اُن کے اعضائے بدن کو پگھلا ڈالے گا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُّصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ ﴾

"جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، چنانچہ جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا پانی

[1] المزمل 73:12، 13. [2] المؤمن 40:71، 72. [3] القمر 54:47، 48.

انڈیلا جائے گا۔ اس سے وہ سب کچھ گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور (ان کی) کھالیں بھی۔" [1]

نارِ جہنم اُن کے چہروں کو جھلسا ڈالے گی۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ ﴾

"آگ ان کے چہرے جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔" [2]

کافروں کو اُن کے منہ کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

"اور جو شخص برائی لائے گا تو ان کے منہ آگ میں اوندھے کر دیے جائیں گے (اور کہا جائے گا:) تم بس اسی کا بدلہ پاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے۔" [3]

اور فرمایا:

﴿ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ ﴾

"ان کے کُرتے گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانپتی ہوگی۔" [4]

مزید فرمایا:

﴿ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾

[1] الحج 22:19، 20. [2] المؤمنون 23:104. [3] النمل 27:90. [4] إبرٰهيم 14:50.

"کیا پھر جو شخص روز قیامت برے عذاب سے اپنے چہرے (کی ڈھال) کے ذریعے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے (وہ جنتی کے برابر ہوسکتا ہے؟) اور ظالموں سے کہا جائے گا: تم (اس کا مزہ) چکھو جو تم کماتے تھے۔" [1]

نیز جب کافروں کو منہ کے بل چلا کر میدانِ محشر میں لایا جائے گا تو وہ اندھے، بہرے

اور گونگے ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۚ مَّاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ ﴾

"اور ہم انھیں یوم قیامت چہرے کے بل، اندھے، گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لیے اور بھڑکا دیں گے۔" [2]

جہنم میں کافروں کو آگ کے پہاڑ پر چڑھنے کو کہا جائے گا۔ جب وہ پہاڑ پر چڑھیں گے

[1] الزمر 24:39. [2] بنيٓ إسرآءيل 97:17.

تو انھیں پہاڑ کی چوٹی پر سے نیچے گرا دیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴾

''میں اسے جلد مشکل چڑھائی چڑھاؤں گا۔'' [1]

ان کے چہروں کو سیاہ کر دیا جائے گا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾

''جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، پھر جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ پس اب عذاب چکھو اس کفر کے بدلے جو تم کرتے رہے ہو۔'' [2]

رنگت کی سیاہی ایسی تیز ہوگی گویا چہروں پر رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

''اور جن لوگوں نے برے کام کیے تو برائی کا بدلہ اس (برائی) کے برابر ہی ہے اور انھیں ذلت ڈھانپ لے گی۔ کوئی انھیں اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہیں

[1] المدثر 74: 17. [2] اٰل عمرٰن 3: 106.

ہوگا، یوں لگے گا کہ ان کے چہروں پر تاریک رات کے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، یہی (لوگ) دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''[1]

نارِ جہنم نے انھیں دائیں بائیں، اوپر نیچے، ہر طرف سے گھیر رکھا ہوگا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

''اس دن، ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے، عذاب انھیں ڈھانپ لے گا اور اللہ فرمائے گا: جو کچھ تم کرتے تھے، اس کا مزہ چکھو۔''[2]

ایک اور موقع پر فرمایا:

[1] یونس 10:27. [2] العنکبوت 29:55.

﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۚ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝ ﴾

''ان کے لیے ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی آگ کے) سائبان ہوں گے، یہی وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہٰذا اے میرے بندو! تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔''[1]

اور فرمایا:

﴿ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

''یہ لوگ آپ سے جلد عذاب مانگ رہے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔''[2]

جہنم میں کافروں کو آگ کی چاردیواری نے گھیر رکھا ہوگا۔ وہ اس چاردیواری سے نکل نہیں پائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ ﴾

''بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتوں نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ایسے پانی کے ساتھ ان کی فریادرسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کے مانند ہوگا، وہ (ان کے) چہرے بھون ڈالے گا، وہ برا مشروب ہے اور وہ بری آرام گاہ ہے۔''[3]

اہل جہنم کے جثے حیرت انگیز طور پر بہت بڑے ہوں گے۔ اس کے باوجود نار جہنم ان

[1] الزمر 39:16. [2] العنکبوت 29:54. [3] الکہف 18:29.

کے بدن میں داخل ہو کر ان کے دلوں تک جا پہنچے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ ﴾

''ہرگز نہیں! اسے ضرور حُطَمَہ میں پھینکا جائے گا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ حُطَمَہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں تک پہنچے گی۔'' [1]

﴿ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ نارِ جہنم ان کے بدن کو کھاتی ہوئی دل تک پہنچے گی۔ جب وہ دل تک جا پہنچے گی تو ان کے بدن پھر سے ٹھیک کر دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا:

﴿ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ ﴾

''میں جلد اسے سقر (جہنم) میں ڈالوں گا۔ اور آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ چمڑی جھلسا دینے والی ہے۔'' [2]

﴿ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ نارِ جہنم گوشت، ہڈی اور مخ سب کچھ کھا جائے گی۔

کافر جب نارِ جہنم کو دیکھیں گے تو شدید پچھتاوے میں مبتلا ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ ﴾

''اور اگر بلاشبہ (ہو) ہر ظالم شخص کے پاس جو کچھ زمین میں ہے (سارا) تو وہ اسے (عذاب سے بچنے کے لیے) ضرور فدیہ دے دے گا اور مجرم جب عذاب دیکھیں

[1] الهمزة 104:4-7. [2] المدثر 74:26-29.

گے تو ندامت کو چھپائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''[1]

بعض اہل جہنم اپنی انتڑیاں گھسیٹتے پھریں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود اس سے گریزاں رہتے تھے، جو لوگوں کو تقویٰ شعاری کی ترغیب دلاتے تھے اور خود لاپروا ہو کر گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے نار جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔ وہ ان کے گرد یوں گھومے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اہل جہنم یہ تماشا دیکھنے کو اکٹھے ہوں گے۔ وہ اس سے کہیں گے: ''ابے او! تجھے کیا ہوا! تُو تو بڑے وعظ کرتا تھا ہمیں۔ نیکی کی ترغیب دلاتا اور برائی سے منع کرتا تھا۔ تُو یہاں کیسے؟'' وہ جواب دے گا: ''ہاں، میں نیکی کرنے کو کہتا تھا لیکن خود نیکی سے گریزاں رہتا تھا۔ برائی سے روکتا تھا لیکن خود برائی کرتا تھا۔''[2]

آپ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا، وہ جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے سوائب جاری کی تھیں۔''[3]

سوائب، سائبہ کی جمع ہے۔ سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے زمانۂ جاہلیت میں بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس پر سواری نہیں کی جاتی تھی، نہ اس سے بار برداری کا کام لیا جاتا تھا۔ دینِ ابراہیمی میں یہ مشرکانہ بدعت سب سے پہلے عمرو بن عامر خزاعی نے رائج کی تھی۔ بعدازاں لوگوں نے اس کی پیروی میں اس بدعت کو فروغ دیا تھا۔

کافر جن مخلوقات کی اور جن جھوٹے خداؤں کی پوجا کرتے اور جنھیں نفع ونقصان کا

[1] يونس 10:54. [2] صحيح مسلم، حديث: 2989. [3] صحيح البخاري، حديث: 3521.

مالک سمجھتے ہیں، انھیں بھی کافروں کے ہمراہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ تب ان کی آنکھیں کھلیں گی اور انھیں اندازہ ہوگا کہ جنھیں وہ پوجتے تھے وہ تو خود اپنا بچاؤ نہ کر پائے، ان کا بچاؤ کیا کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

''بے شک تم اور جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس

میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ (واقعی) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور وہ سب ہمیشہ اس (جہنم) میں رہیں گے۔''[1]

یوں کافر بے حد پچھتائیں گے اور ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ تب وہ چیخیں گے، چلائیں گے، آہ و زاری کریں گے کہ انھیں جہنم سے نکال دیا جائے لیکن وقت گزر چکا ہوگا۔ تب آہ

[1] الأنبيآء 21:98، 99.

وزاری کرنے یا چیخنے چلانے کا انھیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صٰلِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ ﴾

''اور وہ اس (جہنم) میں چلائیں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! تو ہمیں (اس سے) نکال، (اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ کہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے، (اللہ فرمائے گا:) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر لیتا؟ اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، اب تم (عذاب کا مزہ) چکھو، پس ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔''[1]

تبھی وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ وہ یہ باور کریں گے کہ وہ گمراہی میں مبتلا تھے۔ کفر پر قائم تھے، تاہم یہ اعترافات انھیں اس وقت کچھ فائدہ نہیں دیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ ﴾

''اور وہ کہیں گے: کاش! ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے، چنانچہ دوزخ والوں پر لعنت ہے۔''[2]

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَاۗلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ ﴾

[1] فاطر 35: 37. [2] الملک 67: 10، 11.

''وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی، اور (واقعی) ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم لوٹیں (دوبارہ وہی کریں) تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے۔'' [1]

تب ان کی دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ ان سے کہا جائے گا:

﴿ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ ﴾

''اللہ فرمائے گا: اسی (جہنم) میں ذلیل وخوار (پڑے رہو) اور مجھ سے کلام نہ کرو۔'' [2]

جب وہ قبولیت دعا سے مایوس ہو جائیں گے تو جہنم کے داروغوں کو پکاریں گے، وہ ان سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کردو۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ ﴾

''اور وہ (سب) لوگ، جو آگ میں ہوں گے، جہنم کے دربانوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ایک دن تو ہم سے کچھ عذاب ہلکا کر دے۔ وہ کہیں گے: کیا تمھارے رسول تمھارے پاس کھلی نشانیاں لے کر نہیں آتے تھے؟ وہ (جواب میں) کہیں گے: کیوں نہیں! وہ (دربان) کہیں گے: پھر تم (خود ہی) دعا کرلو اور کافروں کی دعا تو بے کار ہی جائے گی۔'' [3]

یہاں سے بھی کورا جواب پا کر وہ موت کی تمنا کریں گے۔ ارشاد الٰہی ہے:

[1] المؤمنون 23:106، 107. [2] المؤمنون 23:108. [3] المؤمن 40:49، 50.

﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾

''اور وہ (داروغۂ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ کہے گا: بے شک تم تو ہمیشہ (اسی عذاب میں) رہو گے۔''[1]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝ وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝﴾

''جب وہ (جہنم) ان (مجرموں) کو دور دراز جگہ سے دیکھے گی تو وہ اس کا غضبناک ہونا اور چیخنا چلانا سنیں گے۔ اور جب وہ زنجیروں میں جکڑے اس کی کسی تنگ جگہ میں جھونکے جائیں گے تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔ (کہا جائے گا:) تم آج ایک ہلاکت کو مت پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔''[2]

کافر جہنم میں دہاڑیں مار مار کر روئیں گے۔ ان کے حلق سے گدھے کی سی ہولناک آوازیں برآمد ہوں گی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ۝﴾

''ان کے لیے اس (آگ) میں بس چیخنا چلانا اور دہاڑنا ہوگا۔''[3]

یہاں ایک اہم مسئلے کی وضاحت کرنی ضروری ہے۔ حدیث میں جہاں یہ آیا ہے کہ جہنم میں عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ ہوں گی، وہیں بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جنت میں بھی عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔ خود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی

[1] الزخرف 43:77. [2] الفرقان 25: 12-14. [3] ھود 11:106.

ایک محفل میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا تھا کہ جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں؟

اس موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کن حدیث سنائی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل ایمان کا جو اولین گروہ جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ ان کے بعد جو لوگ جنت میں جائیں گے، ان کے چہرے تاروں کے مانند دمکتے ہوں گے۔ ان میں سے ہر فرد کی دو بیویاں ہوں گی جن کی خوشنمائیِ بدن کا یہ عالم ہوگا کہ پنڈلی کی شفافیت میں سے ہڈی کا مغز تک دکھائی دے گا۔ اور جنت کا کوئی مرد بنا بیوی کے نہیں ہوگا۔'' [1]

اس حدیث میں بڑی صراحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جنت میں عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت زیادہ ہوگی۔ صحیح مسلم کے جلیل القدر شارح قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی یہ بات لکھی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میں بھی عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔ [2]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2834. [2] صحیح البخاری، حدیث: 304، و صحیح مسلم، حدیث: 79.

سوال یہ ہے کہ ایسا کیونکر ہوگا کہ جنت اور جہنم دونوں جگہ عورتیں ہی زیادہ تعداد میں ہوں گی؟

جواب اس کا یہ ہے کہ دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قربِ قیامت میں ایک مرد پچاس عورتوں کا کفیل ہوگا۔ [1]

اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ عورتوں کی تعداد میں نہایت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ بعض ممالک میں تو مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد پانچ گنا زیادہ ہو چکی ہے۔ یوں اگر دنیا کے آدھے مرد اور آدھی عورتیں جنت میں گئے تو جنت میں عورتوں ہی کی تعداد زیادہ ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دنیا میں عورتیں زیادہ ہیں۔

دوسری طرف بھی یہی حال ہوگا، یعنی اگر دنیا کے چوتھائی مرد اور چوتھائی عورتیں دوزخ میں گئے تو دوزخ میں بھی عورتوں ہی کی تعداد زیادہ ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا میں عورتیں ویسے ہی زیادہ تعداد میں ہیں۔ یوں وہ حدیث جس میں یہ آیا ہے کہ دوزخ میں اکثریت عورتوں کی ہوگی، اس سے عورت ذات کی مذمت کا مفہوم نہیں نکلتا اور نہ یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ گناہ کرتی ہیں۔

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2671.

اہلِ جہنم کا باہمی لڑائی جھگڑا

جہنم میں پہنچنے والے بہت سے مجرم ایسے ہوں گے جو دنیا میں ایک دوسرے کے دوست اور مدد و معاون رہے تھے۔ ایسے افراد قیامت کے دن ایک دوسرے کو اپنی ناکامی اور جہنم رسیدی کا ذمے دار ٹھہرائیں گے اور آپس میں سخت جھگڑا کریں گے۔ ایسے افراد میں وہ دولت مند بھی شامل ہوں گے جو پیسہ دے کر دوسروں سے جرم کرواتے اور مجرمان کی سر پرستی کرتے تھے۔ ان کی بات مان کر جو افراد جرم کا ارتکاب کرتے تھے، وہ انھیں لعن طعن کریں گے اور اپنی جہنم رسیدی کا تمام تر الزام ان پر دھریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ﴾

’’پھر روزِ قیامت تم میں سے ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہ ہوں گے۔‘‘[1]

اور فرمایا:

[1] العنکبوت 25:29.

﴿ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ ﴾

''اور وہ سب (لوگ) اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو (دنیا میں) تکبر کرتے تھے: بے شک ہم تو تمھارے تابع تھے، پھر کیا تم ہم سے اللہ کا کچھ عذاب دور کر سکتے ہو؟ وہ کہیں گے: اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمھیں بھی ہدایت کرتے۔ اب ہمارے لیے برابر ہے، خواہ ہم روئیں پیٹیں یا صبر کریں، ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔'' [1]

مزید فرمایا:

﴿ وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝ ﴾

''اور جب وہ جہنم میں باہم جھگڑیں گے تو جن لوگوں نے تکبر کیا تھا، ان سے کمزور لوگ کہیں گے: بلاشبہ ہم تو (دنیا میں) تمھارے تابع تھے، پھر کیا تم ہم سے آگ کا کچھ حصہ ہٹاؤ گے؟ جن لوگوں نے تکبر کیا تھا، وہ کہیں گے: بے شک ہم سب ہی اس (آگ) میں ہیں، بلاشبہ اللہ نے تو بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔'' [2]

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝

[1] إبرٰهيم 21:14. [2] المؤمن 40:47، 48.

وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِیۡلَا ﴿۶۷﴾

''جس دن آگ میں ان کے چہرے الٹ پلٹ کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔'' [1]

یوں وہ افراد جو دوسروں کا کہا مان کر غلط راستے پر چلے تھے، وہ انھی پر الزام دھریں گے۔ انھیں لعنت ملامت کریں گے اور ان کا بھانڈا پھوڑیں گے۔ تاہم اس روز پچھتانے اور ایک دوسرے کو مطعون ٹھہرانے کا انھیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ یوں جو لوگ ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر کے جرائم کا ارتکاب کیا کرتے تھے، وہ قیامت کے روز ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جائیں گے۔

[1] الأحزاب 33:66،67.

نار جہنم کا پہلا ایندھن

اللہ تعالیٰ نے جب سے نار جہنم تخلیق کی ہے، وہ برابر بھڑک رہی ہے۔ قیامت کے روز نار جہنم کو بطور خاص ایندھن فراہم کیا جائے گا جس کے باعث وہ مزید بھڑکے گی۔ اس ایندھن میں وہ افراد شامل ہوں گے جو اعمال صالحہ کی انجام دہی کے سلسلے میں اخلاص سے کام نہیں لیتے تھے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال صالحہ کی قبولیت کے لیے ایک ہی شرط ہے۔ اور وہ ہے اخلاص۔ جو عمل صالح خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے انجام دیا جائے، اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی شرف قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔

اس سلسلے کی ایک نہایت سبق آموز روایت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ یہ روایت تابعی شفی اصبحی کی ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ جب میں مدینہ آگیا اور مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک صاحب کے گرد حلقہ کیے بیٹھے ہیں۔ میں نے ان صاحب کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کی طرف بڑھا اور ان کے روبرو بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں کو احادیث سنا رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہو گئے اور تخلیہ ہوا تو میں نے عرض کی: ''میں آپ کو سچی قسم دیتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث سنائیں جسے آپ نے سمجھا اور جانا۔''

وہ بولے: ''میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سناتا ہوں جو آپ ﷺ نے مجھے بیان کی اور جسے میں نے سمجھا اور جانا۔''

اتنا کہا تھا کہ ان کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ نڈھال ہو گئے۔ ذرا حالت سنبھلی تو بولے کہ میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث ضرور سناتا ہوں جو آپ ﷺ نے مجھے بیان کی تھی۔ اس وقت یہاں اس مسجد میں میرے اور ان کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اتنا فرمایا اور پھر سے چیخ نکلی۔ خاصے نڈھال ہو گئے۔ ذرا حالت سنبھلی تو چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ''میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سناتا ہوں جو آپ ﷺ نے مجھے بیان کی تھی۔ اس وقت اس مسجد میں میرے اور ان کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔''

یہ کہہ کر پھر سے زوردار چیخ ماری اور مارے گھبراہٹ کے نیم بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑے۔ خاصی دیر اسی حالت میں پڑے رہے، پھر ہوش میں آئے تو فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلے کرنے کو ان کی طرف اترے گا۔ ہر امت گھٹنوں کے بل بیٹھی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے تین افراد کو بلائے گا۔ ایک وہ آدمی جس نے قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ دوسرا وہ جو اللہ کی راہ میں لڑتا تھا اور تیسرا وہ جو بہت دولت مند تھا۔ اللہ تعالیٰ، قاریٔ قرآن کو مخاطب کر کے فرمائے گا: ''کیا میں نے تجھے وہ کلام پاک نہیں سکھایا تھا جو میں نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل کیا تھا؟'' قاری قرآن جواب دے گا: ''جی ہاں، اے میرے رب!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو تم نے جو کچھ جانا، اس کے مطابق بھلا کیا عمل کیا؟ قاری قرآن کہے گا: ''میں دن رات اس کی تلاوت کیا کرتا تھا۔'' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''جھوٹ کہا تم نے۔'' فرشتے بھی اس سے کہیں گے: ''جھوٹ کہا تم نے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم نے تو یہ چاہا

تھا کہ تمھارا چرچا ہو، فلاں تو بڑا قاری ہے۔ تو تمھارا چرچا ہو گیا۔'' پھر اس کے متعلق حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر نارِ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اب دولت مند آدمی کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''کیا میں نے تمھیں مال و دولت کی اتنی فراوانی نہیں دی تھی کہ تمھیں کسی کا محتاج نہیں رہنے دیا تھا؟'' دولت مند آدمی کہے گا: ''جی ہاں، اے میرے رب!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو میں نے تمھیں جو کچھ عطا کیا تھا، اس کا تم نے بھلا کیا کیا؟'' وہ جواب دے گا کہ میں صلہ رحمی اور صدقہ کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جھوٹ کہا تم نے۔'' فرشتے بھی کہیں گے: ''جھوٹ کہا تم نے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم نے تو بس یہی چاہا تھا کہ تمھارا شہرہ ہو، فلاں تو بڑا سخی ہے۔ تمھارا شہرہ ہو چکا۔'' پھر اس کے متعلق حکم دیا جائے گا تو اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر نارِ جہنم میں

جھونک دیا جائے گا۔

اب اس آدمی کو حاضر کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مقتول ہوا تھا۔ اس سے کہا جائے گا: ''تو کاہے مقتول ہوا تھا؟'' وہ جواب دے گا: ''مجھے تیری راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ میں نے جہاد کیا اور مقتول ہوا۔'' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''جھوٹ کہا تم نے۔'' فرشتے بھی اس سے کہیں گے: ''جھوٹ کہا تم نے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم نے تو صرف یہ چاہا تھا کہ تمھاری شہرت ہوگی، فلاں تو بڑا بہادر ہے۔ تمھاری شہرت ہوگئی۔'' پھر اس کے متعلق حکم دیا جائے گا تو اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر نارِ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر (ہتھیلی کی) ضرب لگائی اور فرمایا: ''ابو ہریرہ! مخلوقِ خدا میں یہ پہلے تین افراد ہوں گے جنھیں روزِ قیامت نارِ جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔'' [1]

اس عظیم الشان حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں خلوصِ نیت کی بڑی اہمیت ہے، اس لیے آدمی کو ہمیشہ اپنی نیت کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔

مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیاں بالکل اسی طرح چھپاتا ہے جس طرح وہ اپنی برائیاں چھپاتا ہے۔

[1] جامع الترمذي، حديث: 2382، و صحيح الترغيب والترهيب، حديث: 22.

عذابِ جہنم کی وعید

ذیل میں ان باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے ارتکاب پر عذابِ جہنم کی وعید سنائی گئی ہے:

بے انصافی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عدل وانصاف سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ ﴾

''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت داروں کو (امداد) دینے کا حکم دیتا ہے اور وہ بے حیائی، برے کام اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمھیں وعظ کرتا ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔'' [1]

جس آدمی کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے، وہ فیصلہ کرنے میں بے انصافی سے کام لیتا اور لوگوں کے حقوق غصب کرتا ہے تو وہ عذابِ جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

''قاضی تین قسم کے ہیں: ایک جنت میں جائے گا اور دو جہنم میں۔ وہ قاضی جنت میں جائے گا

[1] النحل 16:90.

جس نے حقیقت جانی اور اس کے مطابق صحیح فیصلہ کیا۔ وہ قاضی جہنم میں جائے گا جس نے حقیقت جان لینے کے بعد بے انصافی سے کام لیا۔ اور وہ قاضی بھی جہنم میں جائے گا جو حقیقت حال نہ جاننے کے باوجود لوگوں کے بیچ فیصلے کرتا ہے۔" [1]

جھوٹی حدیث کا گھڑنا

جھوٹی حدیث گھڑ کر اسے رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کے متعلق سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "میرے متعلق جھوٹ مت بولو۔ جس نے میرے متعلق جھوٹ بولا، وہ جہنم میں جائے گا۔" [2]

سودخوری

اسلام زندگی کے تمام شعبوں کی اصلاح کرنے آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

"اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی اور اللہ نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" [3]

ارشاد نبوی ہے: "سات ہلاکت خیز باتوں سے پرہیز کرو۔" [4]

ان سات ہلاکت خیز باتوں میں سے ایک بات سودخوری ہے۔

[1] سنن أبي داود، حديث: 3573. [2] صحيح البخاري، حديث: 107-110، وصحيح مسلم، حديث: 1-4. [3] النسآء 4:93. [4] صحيح البخاري، حديث: 2766، و صحيح مسلم، حديث: 89.

ناحق روپیہ ہتھیانا

لوگوں کا روپیہ ناحق ہتھیانا بہت بڑا ظلم ہے۔ ایسا ظالم عذاب جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ آپس کی رضا مندی سے تجارت ہو اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم

پر بہت رحم کرنے والا ہے۔ اور جو شخص سرکشی اور ظلم سے ایسے (نافرمانی کے) کام کرے گا تو اسے ہم جلد آگ میں ڈالیں گے اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔"[1]

[1] النسآء 4:29، 30.

ظالموں کا ساتھ دینا

ظالموں کا ساتھ دینا اوران پر بھروسا کرنا اتنا ہی بڑا گناہ ہے جتنا خود ظلم کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾

''اورتم ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنھوں نے ظلم کیا ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی اور تمھارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست نہ ہوگا، پھر تمھاری مدد نہ کی جائے گی۔''[1]

مطلب یہ کہ ظالموں سے امداد مت لو۔ ان پر بھروسا مت کرو۔ ان پر فخر مت کرو۔ ان کے طریق کار کو اچھا مت جانو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ان سے راضی ہو اوران کے اعمال تمھیں گوارا ہیں۔ اس صورت میں تمھارا شمار بھی انھی میں ہوگا اور تمھیں بھی ان کی طرح عذاب دیا جائے گا۔

جانوروں کو تکلیف دینا

ارشاد نبوی ہے: ''ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ اس نے بلی کو قید کر دیا، نہ اسے کھلایا، نہ پلایا اور نہ اسے چھوڑا کہ زمین کے حشرات کھا لیتی تا آنکہ وہ بلی مرگئی۔''[2]

لباس پہنے ننگی عورتیں اور لوگوں کو بلا وجہ پیٹنے والے ظالم

فحاشی وعریانی فساد فی الارض کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خواتین کو پردے کا حکم دیا ہے۔ فرمان نبوی کے مطابق وہ عورتیں جو عریاں لباس پہن کر اغیار کو تن کا جوبن دکھاتی پھرتی ہیں اور وہ ظالم جو لوگوں کو اذیت دیتے اور انھیں کوڑوں اور لاٹھیوں سے

[1] هود 11:113. [2] صحيح البخاري، حديث:2365، و صحيح مسلم، حديث:2242

بلا وجہ زدوکوب کرتے ہیں، فرمان نبوی کے مطابق یہ ہر دو قسم کے لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ فرمایا: ''اہل جہنم کی دو اصناف ایسی ہیں جنھیں میں نے نہیں دیکھا۔ وہ افراد جو ہاتھوں میں گائیں کی دموں جیسے کوڑے لیے لوگوں کو مارتے پیٹتے ہیں اور وہ عورتیں جو لباس میں بھی ننگی ہوتی ہیں۔ جو مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔ (جب وہ بڑے گھمنڈ سے مٹک مٹک کر چلتی ہیں تو) ان کے سر یوں ہلتے ہیں جیسے بختی اونٹنی کے کوہان۔ ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو دور دور تک پھیلے گی۔'' [1]
بختی اونٹنی کی گردن عام اونٹوں کے مقابلے میں لمبی ہوتی ہے اور اس کے دو کوہان ہوتے

ہیں۔ حدیث میں جس مار پیٹ کا ذکر ہے، اس سے مراد ظالموں کی مار پیٹ ہے جو لوگوں کو بلا وجہ زدوکوب کرتے ہیں۔

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2128.

خودکشی

خودکشی بہت بڑا گناہ ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے پہاڑ سے کود کر اپنی جان لی، وہ جہنم میں بھی اُسی طرح پہاڑ سے گرتا رہے گا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

جس نے زہر پی کر خودکشی کی، وہ جہنم میں بھی زہر ہی پیتا رہے گا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

اور جس نے خود کو تیز دھار آلے سے مار ڈالا، وہ جہنم میں بھی خود کو تیز دھار آلے سے مارتا رہے گا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔'' [1]

طلبِ علم (شرعی) کے سلسلے میں عدمِ اخلاص

قبولیت اعمال کی دو شرطیں ہیں: اِخلاص اور اتباعِ سنت۔ علمِ شرعی کا حصول بھی ایک عملِ صالح ہے کیونکہ علمِ شرعی انبیاء کی میراث ہے۔ یہ راہِ ہدایت ہے۔ اخلاصِ نیت سے علمِ شرعی میں اضافہ ہوتا ہے۔ حصولِ منصب اور شہرت کے لیے علمِ شرعی کا حصول خسارے کا سودا ہے۔

ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے متاعِ دنیا کے لیے علمِ شرعی حاصل کیا، وہ روزِ قیامت جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔'' [2]

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز نہیں۔ یہ بھی عذاب جہنم کا باعث ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی سونے چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں نارِ جہنم بھرتا ہے۔'' [3]

[1] صحيح البخاري، حديث: 5778، و صحيح مسلم، حديث: 109. [2] سنن أبي داود، حديث: 3664. [3] صحيح ابن حبان: 161/12، حديث:5342.

ایک اور موقع پر نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی چاندی کے برتن میں پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں نارِ جہنم بھرتا ہے۔'' [1]

تکبر

تکبر، غرور یا گھمنڈ بڑی بیماری ہے۔ تکبر کا مطلب ہے لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ تکبر آدمی کو دوسروں کے حقوق کا اعتراف نہیں کرنے دیتا۔ تکبر ہی انسان کو اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرنے دیتا۔ بعض دفعہ تکبر ہی آدمی کو قریبی رشتے داروں سے دور کر دیتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بڑائی میری چادر ہے۔ جس نے میری چادر کھینچنے کی کوشش کی، اُسے میں جہنم میں جھونک ڈالوں گا۔'' [2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 5634، و صحيح مسلم، حديث: 2065. [2] سنن أبي داود، حديث: 4090، و صحيح ابن حبان: 2/35، حديث: 328.

سب سے آخر میں عذابِ جہنم سے نجات پانے والا

اِس سلسلے کی ایک تفصیلی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ہم تک پہنچی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے روز اپنے رب تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا آپ کو بے ابر مطلع پر سورج دیکھنے میں کچھ دشواری پیش آتی ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں، اے اللہ کے رسول! فرمایا: ''کیا آپ کو بے ابر مطلع پر چودھویں کی رات چاند دیکھنے میں کچھ دقت معلوم ہوتی ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں، اے اللہ کے رسول! فرمایا: ''اِسی طرح آپ قیامت کے روز رب تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔''

مزید فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لوگوں کو اکٹھا کر کے فرمائے گا: ''جو کوئی جس شے کی پوجا کرتا تھا، وہ اُسی کے پیچھے چلا جائے۔'' چنانچہ جو لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے، وہ اُس کے پیچھے چلے جائیں گے۔ جو لوگ چاند کی پوجا کرتے تھے، وہ چاند کے پیچھے چل پڑیں گے۔ اور جو لوگ دیگر معبودانِ باطلہ کی پوجا کرتے تھے، وہ اُن کے پیچھے چلے جائیں گے۔ یہ امت باقی رہ جائے گی۔ منافقین بھی اِن میں شامل ہوں گے۔ تب اللہ تعالیٰ اُن کے روبرو اُس صورت کے علاوہ، جسے وہ پہچانتے ہوں گے (کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو اِس سے پہلے میدانِ محشر میں

دیکھ چکے ہوں گے) دوسری صورت میں جلوہ افروز ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا: ''میں تمھارا رب ہوں۔'' وہ کہیں گے: ''تم سے اللہ کی پناہ! ہمارا رب جب تک ہمارے

پاس نہیں آتا، ہم یہیں رہیں گے۔ ہمارا رب جب آئے گا تو ہم اُسے پہچان لیں گے۔'' تب اللہ تعالیٰ اُن کے پاس اُسی صورت میں آئے گا جسے وہ پہچانتے ہوں گے۔ وہ فرمائے گا: ''میں تمھارا رب ہوں۔'' لوگ کہیں گے: ''تو ہمارا رب ہے۔'' چنانچہ وہ رب تعالیٰ کے پیچھے جائیں گے۔

جہنم کے اوپر پُل باندھا جائے گا، جسے سب سے پہلے میں پار کروں گا۔ رسولوں کی دعا اُس روز یہ ہوگی: ''اے اللہ! سلامت رکھیو۔ سلامت رکھیو۔'' اُس پُل پر سعدان بوٹی کے کانٹوں جیسے آنکڑے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا: ''کیا

آپ نے سعدان کے کانٹے نہیں دیکھے؟'' انھوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! دیکھے ہیں۔'' فرمایا: ''تو وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں جیسے ہوں گے، تاہم وہ کتنے بڑے ہوں گے، یہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ آنکڑے لوگوں کو اُن کے اعمال کے لحاظ سے اچک لیا کریں گے۔ بعضے تو خسارہ پائیں گے اور بعضوں کو آنکڑے زخمی کریں گے لیکن بعد ازاں وہ نجات پائیں گے۔

جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے بیچ فیصلے کر کے فارغ ہو جائے گا اور چاہے گا کہ اُن افراد کو جہنم سے نکال دے جن کے نکالنے کا اُس نے ارادہ فرمایا تھا، وہ افراد جو یہ گواہی دیتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب وہ یہ ارادہ فرمائے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ اُنھیں نکالیں۔ فرشتے اُنھیں سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے نارِ جہنم پر یہ حرام کر دیا ہے کہ وہ ابنِ آدم کے سجدوں کے نشانات مٹائے۔ فرشتے جب اُنھیں نکالیں گے تو وہ جل چکے ہوں گے۔ تب اُن پر وہ پانی ڈالا جائے گا جسے آبِ حیات کہتے ہیں۔ آبِ حیات کے پڑتے ہی وہ یوں پروان چڑھیں گے جیسے سیلاب کے خس و خاشاک میں بیج پروان چڑھتا ہے۔

ایک آدمی باقی رہ جائے گا جس کا چہرہ نارِ جہنم کی طرف ہوگا۔ وہ دعا کرے گا: ''یا رب! جہنم کی بدبو نے مجھے پریشان کر ڈالا ہے۔ اُس کی لپٹ نے مجھ کو جلا ڈالا ہے۔ میرا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر دے۔'' وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ (اُس سے) فرمائے گا: ''اگر میں تمھارا یہ مطالبہ پورا کر دوں تو کہیں تم اور نہ مانگنے لگو!'' وہ بندہ عرض کرے گا: ''نہیں! تیری عزت کی قسم! میں اِس کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔'' چنانچہ اُس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر دیا جائے گا۔ بعد اِس کے وہ بندہ عرض کرے گا: ''یا رب! مجھے بابِ جنت

کے قریب کردے۔'' اللہ تعالیٰ (اُس سے) فرمائے گا: ''کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم مجھ سے اور کچھ نہیں مانگو گے؟ افسوس! اے ابنِ آدم! تم کتنے وعدہ خلاف ہو!'' لیکن وہ آدمی اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اگر میں تمھارا یہ مطالبہ پورا کردوں تو کہیں تم کچھ اور نہ مانگنے لگو؟'' وہ آدمی عرض کرے گا: ''نہیں، تیری عزت کی قسم! میں تجھ سے اور کچھ نہیں مانگوں گا۔'' یوں وہ اللہ تعالیٰ سے پکا وعدہ کرے گا کہ وہ اِس کے علاوہ اَور کچھ نہیں مانگے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اُسے بابِ جنت کے قریب کردے گا۔ جب وہ بابِ جنت میں سے جنت کی نعمتیں دیکھے گا تو جتنی دیر تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہ آدمی خاموش رہے گا۔ پھر کہے گا: ''یارب! مجھے جنت میں داخل کردے۔'' اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: ''کیا تم نے کہا نہیں تھا کہ تم اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگو گے؟ افسوس! اے ابنِ آدم! تم کتنے وعدہ خلاف ہو!'' وہ عرض کرے گا: ''یارب! مجھے اپنی مخلوق کا سب سے بدبخت فرد نہ بنا۔'' وہ دعا کرتا رہے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ ہنس دے گا۔ جب وہ ہنس دے گا تو اُسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت عطا فرمائے گا۔

جب وہ آدمی جنت میں چلا جائے گا تو اُس سے کہا جائے گا کہ فلاں شے کی خواہش کرو۔ چنانچہ وہ اُس شے کی خواہش کرے گا۔ اُس سے پھر کہا جائے گا کہ فلاں شے کی خواہش کرو۔ وہ پھر سے خواہش کرے گا تا آنکہ اُس کی خواہشات ختم ہوجائیں گی۔ تب اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: ''تمھاری یہ ساری خواہشات پوری کی جاتی ہیں اور اتنی ہی نعمتیں اور دی جاتی ہیں۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آدمی سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ [1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6573، و صحيح مسلم، حديث: 182.

جہنم میں جانے کے بعد جہنم سے رہائی

ارشادِ نبوی ہے: ''وہ اہلِ ایمان جنھوں نے (صدق دل سے) لا الہ الا اللہ کہا تھا اور اُن کے دل میں دانۂ گندم کے برابر ایمان تھا، وہ جہنم سے نکل آئیں گے۔''

لا إله إلا الله

مزید فرمایا: ''وہ اہلِ ایمان جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا تھا اور اُن کے دل میں دانۂ جو کے برابر ایمان تھا، وہ جہنم سے نکل آئیں گے۔''

مزید فرمایا: ''وہ اہلِ ایمان جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا تھا اور اُن کے دل میں ذرہ بھر ایمان تھا، وہ جہنم سے نکل آئیں گے۔''[1]

جہنم کے مستقل رہائشی

کافر اور مشرک جہنم کے مستقل رہائشی ہوں گے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 44، و صحيح مسلم، حديث: 193.

وہاں سے نکل نہیں پائیں گے۔ نہ اُنھیں موت آئے گی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، ان کے متعلق یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس (جہنم) کا عذاب ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر ناشکرے کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''[1]

اور فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''[2]

یقین

''آدمی کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر اور اُس کی بے پایاں رحمت پر یقین ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے بڑے الحاح وزاری سے سوال کرتا ہے۔''

[1] فاطر 36:35. [2] البقرة 39:2.

اہل جنت اور
اہل جہنم کے بیچ پکاریں

اہلِ جنت جب جنت میں چلے جائیں گے اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور اہلِ جہنم، جہنم میں جا کر عذاب کے مزے چکھیں گے تو اُن کے بیچ باتیں ہوں گی۔ اہلِ جنت جہنمیوں کو عار دلائیں گے۔ یوں اُن کے سینے ٹھنڈے ہوں گے کیونکہ اہلِ جنت میں ایسے افراد بھی شامل ہوں گے جو دنیا میں اہلِ جہنم کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے رہے تھے۔

پہلی پکار

پہلی پکار اہل جنت کی طرف سے ہوگی۔ وہ جب جنت اور اُس کی وہ تمام نعمتیں پائیں گے جن کا وعدہ رب تعالیٰ نے اُن سے کیا تھا تو وہ اہلِ جہنم کو پکاریں گے۔ وہ اُن سے کیا پوچھیں گے، اُس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ ﴾

''اور جنت والے دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے کہ بے شک ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا، وہ ہم نے سچا پایا تو کیا تم نے بھی وہ وعدہ سچا پایا جو تمھارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ (دوزخی) کہیں گے: ہاں۔ پھر ایک اعلان کرنے والا ان میں اعلان کرے گا کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں ٹیڑھ ڈھونڈتے تھے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے۔''[1]

دوسری پکار

دوسری پکار اہلِ اعراف کی طرف سے آئے گی۔ وہ اہلِ جنت کو پکاریں گے۔ وہ اُنھیں سلام کہیں گے۔ اہلِ اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیوں اور برائیوں کے پلڑے برابر رہیں گے۔ یوں اُنھیں جنت اور جہنم کے درمیان اعراف میں ٹھہرایا جائے گا۔ وہ اہلِ جنت

[1] الأعراف 7:44، 45.

اور اہلِ جہنم کو اُن کے حلیے سے بخوبی پہچانیں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴾

''اور ان دونوں (گروہوں) کے درمیان پردہ ہوگا اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک (جنتی و دوزخی) کو ان کی خاص علامتوں سے پہچانتے ہوں گے اور وہ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، اعراف والے (ابھی) جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے جب کہ وہ اس کی امید رکھتے ہوں گے۔''[1]

تیسری پکار

یہ پکار بھی اہلِ اعراف کی ہوگی لیکن اِس مرتبہ وہ اہلِ جہنم کو آواز دیں گے۔ وہ اُنھیں عذاب ہوتا دیکھیں گے۔ اُن کی چیخ پکار سنیں گے تو اُنھیں ملامت کریں گے۔ وہ اُن سے کہیں گے کہ اب بتاؤ، کیا دیا تمھیں تمھارے گھمنڈ نے؟ کیا دیا تمھیں تمھاری بے راہ روی نے؟ کیا دیا تمھیں تمھارے ظلم و ستم نے؟ ظلم و ستم اور دھوکا فریب سے دنیا میں تم نے اپنے مفادات حاصل کیے۔ اب یہاں سے نکل کر دکھاؤ تو جانیں۔ دنیا میں تم نے اپنے مناصب کے ناجائز بل پر لوگوں کے

اُن کی چیخ پکار سنیں گے تو اُنھیں ملامت کریں گے۔ وہ اُن سے کہیں گے کہ اب بتاؤ، کیا دیا تمھیں تمھارے گھمنڈ نے؟ کیا دیا تمھیں تمھاری بے راہ روی نے؟

[1] الأعراف 7:46.

حقوق غصب کیے۔ یہاں کسی کو نقصان پہنچا کے دکھاؤ تو جانیں۔ وہاں تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں ڈھیل دے رکھی تھی کہ اُس کی حکمت کا تقاضا تھا۔ لیکن یہاں بوئے کے کاٹنے کا وقت ہے۔ جو کچھ بویا تھا، اب اُسے کاٹو۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَٰرُهُمْ تِلْقَآءَ أَصْحَٰبِ ٱلنَّارِ قَالُوا۟ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ وَنَادَىٰٓ أَصْحَٰبُ ٱلْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَىٰهُمْ قَالُوا۟ مَآ أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ أَهَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ ٱللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ ﴾

''اور جب ان کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کر۔ اور اعراف والے کچھ ایسے لوگوں کو پکاریں گے جنھیں وہ ان کی خاص علامتوں سے پہچانتے ہوں گے، وہ کہیں گے کہ تمھیں تمھارے گروہ نے کوئی فائدہ نہیں دیا اور نہ اس تکبر نے (فائدہ دیا) جو تم کرتے تھے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہیں کرے گا؟ (ان سے تو کہہ دیا گیا کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ، تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔''[1]

چوتھی پکار

یہ پکار حسرت و ندامت اور ناکامی و نامرادی کی پکار ہوگی۔ اہلِ جہنم جو قسما قسم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، اہلِ جنت کو پکاریں گے۔ وہ اہلِ جنت سے پانی مانگیں گے۔ اہل جنت

[1] الأعراف 7: 47-49.

اُنھیں کیا جواب دیں گے، ارشادِ باری تعالیٰ میں اِس کی تفصیل حسبِ ذیل بیان ہوئی ہے:

﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ ﴾

''اور دوزخ والے جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم کچھ پانی ہم پر انڈیل دو یا اس رزق میں سے، جو اللہ نے تمھیں دیا ہے، (کچھ ہمیں عطا کر دو) جنتی کہیں گے: بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور انھیں دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا، چنانچہ آج ہم انھیں اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح انھوں نے اپنی اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔''[1]

علماء کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ ندا پکار کا یہ سلسلہ اُس وقت شروع ہوگا جب اہلِ ایمان پُل صراط کو عبور کر جائیں گے اور مڑ کر جہنم میں گرنے والوں کی طرف دیکھیں گے۔ تبھی اُن کے درمیان یہ گفتگو ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم پر رحم کرے اور ہمیں معاف فرمائے۔ آمین

[1] الأعراف 7:50،51.

ابلیس لعین کا انجام

ابلیس لعین نیکوکاروں کا دشمن اور جرائم پیشہ افراد کا سرغنہ ہے۔ جس نے اُس کا کہا مانا، وہ گمراہ ہوا اور ہلاکت میں پڑا۔ جس نے اُس کا کہا نہ مانا، وہ کامیاب ہوا۔ قیامت کے روز ابلیس لعین اپنے پیروکاروں کے ہمراہ انجامِ بد سے دوچار ہوگا۔ وہ انسان کا دشمن ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾

”بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم اسے دشمن ہی جانو۔“[1]

[1] فاطر 6:35.

تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی ذریت کو بھی یہی بتایا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کو بتایا تھا:

﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴾

''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''[1]

ابلیس لعین کا قصہ

ابلیس لعین ایک جن ہے۔ زمین پر انسان کی آمد سے پہلے یہاں جنات کا بسیرا تھا۔ وہ یہاں لڑتے جھگڑتے، فتنہ وفساد برپا کرتے اور ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی سرکوبی کے لیے فرشتوں کے لشکر زمین پر بھیجے۔ فرشتوں نے جنات کو مار مار کر بھگایا اور اُنھیں سمندر کے جزیروں میں محصور کر دیا۔ فرشتوں نے جن سرکش جنات کو گرفتار کیا، اُن میں ابلیس لعین بھی شامل تھا۔ اُس نے خود کو نیک ظاہر کیا اور فرشتوں کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو جن میں ابلیس لعین بھی شامل تھا، حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں تو سوائے ابلیس لعین کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ ابلیس لعین نے مارے تکبر کے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی اور کہا:

﴿ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا ﴾

''کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟''[2]

اللہ تعالیٰ نے اُس پر لعنت کی۔ اُسے اپنے دائرۂ رحمت سے خارج کر دیا اور اُسے ذلیل ورسوا قرار دیا۔ ابلیس لعین نے بجائے اپنی خطا کا اعتراف کرنے اور توبہ کرنے کے مزید

[1] یوسف 12:5. [2] بنيّ إسرآءيل 17:61.

سرکشی اختیار کی۔ وہ آدم اور بنی آدم کا دشمن بن گیا۔ اُس نے آدم اور بنی آدم کو بھی اپنی طرح گمراہ کرنے کی ٹھانی اور اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے مہلت دے دی لیکن یہ بھی فرمایا کہ میرے برگزیدہ بندوں پر تیرا کچھ زور نہیں چلنے کا۔

یہ تمام قصہ اِن آیات میں بیان ہوا ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝﴾

”اور بلاشبہ ہم نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھاری صورتیں بنائیں، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا: تم آدم کو سجدہ کرو، چنانچہ انھوں نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوا۔ اللہ نے کہا: تجھے کس چیز نے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟ وہ بولا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے کہا: پھر تو اس (آسمان) سے اتر جا، کیونکہ تیرے لائق یہ نہیں تھا کہ تو اس میں تکبر کرتا، لہٰذا تو نکل جا، بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ اس نے کہا: تو مجھے (اس دن تک) مہلت

دے دے، جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ اللہ نے کہا: بے شک تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے۔ وہ بولا: پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا تو میں ان (لوگوں کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستے پر ضرور بیٹھوں گا۔ پھر میں ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے ان کے پاس ضرور آؤں گا اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے بھی، اور تو ان کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ اللہ نے فرمایا: نکل جا اس سے ذلیل دھتکارا ہوا، پھر ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں جہنم کو تم سب سے ضرور بھروں گا۔'' [1]

ابلیس لعین نے اپنی مکاری وفریب کاری سے باوا آدم اور اماں حوا علیہما السلام کو جنت سے نکلوادیا۔ صاف ظاہر تھا کہ اب اُن کی اولاد کو بھی جنت کے باہر ہی رہنا تھا۔ آج بھی ابلیس لعین کا جہاں تک بس چلتا ہے، وہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان مردود کو دشمن ماننے کی تلقین کی ہے۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾

''بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم اسے دشمن ہی جانو۔'' [2]

اور فرمایا:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ ﴾

''اے بنی آدم! کیا میں نے تمھیں (اس بات کی) تاکید نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' [3]

[1] الأعراف 7:11-18. [2] فاطر 35:6. [3] یٰسٓ 36:60.

ابلیس لعین کو تخلیق کرنے کی حکمت

خیر و شر دونوں اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اچھے بُرے دونوں راستے دکھا دیے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ ﴾

''اور (انسانی) نفس کی اور جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدی اور اس کا تقویٰ اس پر الہام کیا۔ یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کیا۔''[1]

[1] الشمس 91:7-10.

مزید فرمایا:

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ ﴾

''لیکن پھر جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک دوزخ ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''[1]

ابلیس لعین نے انسان کو دھمکی دی اور اللہ تعالیٰ سے اُسے گمراہ کرنے کی مہلت مانگی تھی۔ قرآن مجید میں مرقوم ہے:

﴿ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾

''کہنے لگا: بھلا دیکھ تو اسے جسے تو نے مجھ پر عزت دی ہے، اگر تو مجھے قیامت کے دن تک ڈھیل دے تو تھوڑے لوگوں کے سوا میں اس کی تمام نسل کی جڑ کاٹ دوں گا۔''[2]

یہ ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اُس کا مطالبہ پورا نہ کرتا، اُسے مہلت نہ دیتا اور اُسے فوراً نارِ جہنم میں جھونک دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا تقاضا تھا کہ اُس نے لوگوں کا ایمان جانچنے کے لیے شیطان ابلیس کو مہلت دے دی۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے۔ وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ وہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ شیطان ابلیس سو مرتبہ بھی انسان کے وسوسہ ڈالتا ہے تو انسان کی ایک نیکی شیطان ابلیس کی تمام محنتوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ والحمد للہ۔

[1] النّٰزِعٰت 79:37-41. [2] بنیٓ إسرآء یل 17:62.

شیطان ابلیس کے نشاناتِ قدم

شیطان ابلیس انسانوں کو بتدریج گمراہ کرتا ہے۔ وہ آدمی کو گناہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ بعد ازاں اُسے اگلے گناہ کی طرف لے جاتا ہے جو پہلے گناہ سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ یوں دھیرے دھیرے وہ آدمی کو شرک کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ شیطان ابلیس کے نشاناتِ قدم ہیں جو نارِ جہنم میں پہنچتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

”اور مت پیروی کرو شیطان کے قدموں کی، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔“[1]

مزید فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾

” اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو، اور جو کوئی شیطان کے قدموں کی اتباع کرتا ہے، تو بلاشبہ وہ (شیطان) تو بے حیائی اور برے کام ہی کا حکم دیتا ہے۔“[2]

اتنی سخت تاکید کے باوجود بہت سے لوگ شیطان ابلیس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں۔

تختِ ابلیس

نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ شیطان ابلیس اپنا گھناؤنا تخت پانی پر بچھاتا ہے۔ وہیں سے وہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے چیلوں کو روانہ کرتا ہے۔ اُس کا ایک چیلا

[1] البقرة 2:168. [2] النور 24:21.

آتا اور کہتا ہے: ”میں نے فلاں اور فلاں کام کیا۔“ ابلیس لعین کہتا ہے: ”تم نے کچھ نہیں کیا۔“ ایک اور چیلا آتا ہے اور کہتا ہے: ”میں نے فلاں اور فلاں کام کیا۔“ ابلیس مردود اُسے بھی وہی جواب دیتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ پھر اُس کا ایک چیلا آتا اور کہتا ہے: ”میں فلاں آدمی کو بہکاتا رہا۔ آخر میں نے اُسے اُس کی بیوی سے علیحدہ کرادیا۔“ ابلیس لعین اُسے قریب کرتا اور کہتا ہے: ”ہاں! تم نے کر دکھایا۔“ [1]

اِس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی لڑائی جھگڑے، اختلافات اور غصے کی بنیادی وجہ شیطان مردود کی شرانگیزی ہے۔ یوں ایسی صورتحال میں آدمی کو شیطان کی شرانگیزی اور فریب کاری سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

حزب الشیطان

شیطان مردود کی پارٹی اور اُس کے پیروکاروں کا آخری ٹھکانا جہنم ہے۔ ارشادِ باری

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2813.

تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۚ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ﭥ﴾

''بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم اسے دشمن ہی جانو، بس وہ تو اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ جہنم والوں میں سے ہو جائیں۔''[1]

اور فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۚ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾

''یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار! بے شک شیطانی گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے۔''[2]

اِشکال

اِبلیس ناری مخلوق ہے۔ کیا اُسے نار (آگ) میں عذاب محسوس ہوگا؟

رفعِ اِشکال

یہ درست ہے کہ ابلیس کو آگ سے تخلیق کیا گیا ہے لیکن اب وہ آگ نہیں۔ جس طرح آدمی کو مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے لیکن اب وہ مٹی نہیں۔ آدمی کے مٹی کا ڈھیلا مارا جائے تو اُسے تکلیف ہوتی ہے۔ پکی مٹی سے مارا جائے تو اُس کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔[3] یوں ابلیس کو اگرچہ آگ سے تخلیق کیا گیا ہے لیکن قیامت کے روز اُسے آگ میں عذاب محسوس

[1] فاطر 35:6. [2] المجادلة 58:19.

[3] جس طرح کانچ مٹی سے بنتا ہے لیکن جب وہ بن کر تیار ہو جاتا ہے تو مٹی نہیں رہتا اور کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ اگر اُس پر مٹی ماری جائے تو وہ ٹوٹ سکتا ہے یا اُس میں مٹی ملا دی جائے تو وہ خراب ہو سکتا ہے۔

ہوگا۔ وجہ اِس کی یہ ہے کہ اب وہ آگ نہیں۔ اب اُس کا بھی بدن ہے۔ اُس کے منہ میں بھی لعاب آتا ہے۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ شیطان آیا تا کہ آپ کو ایذا پہنچائے۔ آپ نے تعوذ پڑھا اور تین مرتبہ شیطان پر لعنت بھیجی۔ اپنا ہاتھ بھی آگے بڑھایا گویا کوئی شے پکڑنا چاہتے ہیں۔ نماز پڑھ چکے تو صحابہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ہم نے نماز میں آپ کو کچھ کہتے سنا تھا۔ اِس سے پہلے تو کبھی آپ نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ لایا تھا تا کہ اُسے میرے چہرے پر پھینک دے۔ میں نے تین مرتبہ تعوذ پڑھا اور تین ہی مرتبہ اُس پر لعنت بھیجی لیکن وہ پیچھے نہیں ہٹا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اُس کی گردن دبوچ لی اور خوب زور سے دبائی۔ اُس کی زبان باہر آ گئی اور اُس کے لعاب دہن کی تری مجھے اپنے ہاتھ پر محسوس ہوئی۔ اگر میرے بھائی سلیمان نے دعا نہ کی ہوتی تو اُسے باندھ دیا جاتا اور صبح سب لوگ اُسے دیکھتے۔'' [1]

اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات اور شیاطین ناری تو ہیں لیکن وہ بذاتِ خود نار (آگ) نہیں ہیں۔ اگر وہ آگ ہوتے تو نبی کریم ﷺ، ابلیس کے لعابِ دہن کی تری ہاتھ پر محسوس نہ کرتے۔ اگر وہ آگ ہوتا تو اُسے باندھا بھی نہ جا سکتا۔ ایک اور حدیث کے مطابق شیطان انسان کے بدن میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ [2]

شیطان اگر آگ ہوتا تو اِس صورت میں انسان جل جاتا کیونکہ شیطان اُس کے بدن میں دوڑتا ہے۔

[1] صحيح مسلم، حديث: 542، و سنن النسائي، حديث: 1216. [2] صحيح البخاري، حديث: 2038، و صحيح مسلم، حديث: 2174.

ابلیس لعین کا خطاب

قیامت کے روز جب اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے اور اہلِ جہنم، جہنم میں تو جہنم میں ابلیس لعین اہلِ جہنم سے خطاب کرے گا۔ وہ اپنے خطاب میں کیا کہے گا، اِس کا تذکرہ ذیل کی آیات میں کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾

''اور جب (جنت یا جہنم کے) معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا، اس کی میں نے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی زور نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تمھیں دعوت دی تو تم نے میری بات مان لی، چنانچہ تم مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ میں تمھارا فریاد رس نہیں اور نہ تم میرے فریاد رس ہو۔

بلاشبہ میں تو اس کا انکار کرتا ہوں جو تم اس سے پہلے مجھے (اللہ کا) شریک ٹھہراتے تھے۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"[1]

جی ہاں! وہ اپنے پیروکاروں سے کہے گا:

﴿ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾

"چنانچہ تم مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔"[2]

پھر وہ اُن کے روبرو اپنی حقیقت ظاہر کرے گا:

﴿ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ﴾

"بلاشبہ میں تو اس کا انکار کرتا ہوں جو تم اس سے پہلے مجھے (اللہ کا) شریک ٹھہراتے تھے۔"[3]

جی ہاں! وہ اُن کی وفاداریوں کا انکار کرے گا اور اُنھیں بتائے گا کہ آج تمھیں تمھارے اعمال صالحہ ہی فائدہ دیں گے۔ پھر وہ اُنھیں اپنے اور اُن کے مکروہ اعمال کا لازمی نتیجہ بتائے گا:

﴿ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ ﴾

"بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"[4]

یوں شیطان مردود کا خطاب اختتام کو پہنچے گا۔ وہ اور اُس کے پیروکار کیفرِ کردار کو پہنچ جائیں گے۔

[1] إبرٰهيم 22:14. [2] إبرٰهيم 22:14. [3] إبرٰهيم 22:14. [4] إبرٰهيم 22:14.

جنت

جنت ہی ہے وہ دُرِّ نایاب جسے پانے کی تمنا ہر ایک کو ہے۔ جنت ہی ہے وہ اُمید جس کے بر آنے کا انتظار ہر کسی کو ہے۔ اِسی کو چاہتے ہیں چاہنے والے۔ اِسی کے لیے عابد وزاہد کرتے ہیں رت جگے۔ اِسی کی وجہ سے اہلِ ایمان جھیلتے ہیں تکلیفیں اور ایذائیں۔ جنت ہی ہے متقین کا گھر، شہداء کا آشیانہ اور صالحین کا مسکن۔ جنت جگمگ کرتا نور ہے۔ جنت کھلتا گلاب ہے۔ جنت بھر پور ہے خوش ذائقہ پھلوں سے۔ وہ ہری بھری ہے لہلہاتے سبزے سے۔ اُس میں

بسنے والے اللہ کے بندے طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ وہ کھاتے پیتے ہیں۔ ہنستے مسکراتے ہیں۔ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اُنھیں مرنا نہیں۔ جنت دارالسلام ہے، سلامتی کا گھر۔ ہر قسم کی آفت اور مصیبت سے محفوظ۔ جنت دارالخلد ہے، ہمیشہ رہنے کی جگہ۔ جس کے باسی نہ تو وفات پائیں گے نہ بوڑھے ہوں گے۔ جنت دارالمقامہ ہے، جنتی اُس میں ہمیشہ اقامت پذیر رہیں گے۔ وہ اُس میں رہنے سے اکتائیں گے نہیں۔

وہ جنت، جنت الماویٰ ہے، پناہ گاہ، مصیبتوں، پریشانیوں اور آزمائشوں کے اِس دارِ فانی سے جا کر اہلِ ایمان کو وہاں پناہ ملے گی۔ وہ جنت عدن ہے۔ وہ دارالحیوان ہے، الحیوان بمعنی زندگی، زندگی کا گھر۔ وہ جنت الفردوس ہے۔ وہ نعمتوں کی جنت ہے۔ وہ مقامِ امین ہے۔ وہ سچی بیٹھک ہے قریب اُس بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ ﴾

''بلاشبہ متقین باغات اور نہروں میں ہوں گے۔ حقیقی عزت کی جگہ ہر طرح کی قدرت والے بادشاہ کے نزدیک۔''[1]

اور فرمایا نبیِ کریم ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اپنے صالح بندوں کے لیے جو سامانِ نعمت تیار کر رکھا ہے، وہ نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اُس کے متعلق سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اُس کا خیال آیا۔'' اِس کا مصداق کتاب اللہ میں بھی ہے:

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

''کوئی شخص نہیں جانتا کہ (ان کے اعمال کے بدلے میں) ان کے لیے آنکھوں کی

[1] القمر 54:54، 55.

ٹھنڈک کی کون کون سی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔''[1]

جو آدمی جنت میں جائے گا وہ دنیا و مافیہا کو بھول جائے گا۔ ارشادِ نبوی ہے:

''قیامت کے روز اہلِ جہنم میں سے اُس آدمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے بڑھ کر خوشحال رہا تھا۔ اُسے نارِ جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اُس سے پوچھا جائے گا: ''ابنِ آدم! کیا تم نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی؟ کیا تمھیں کبھی کوئی نعمت میسر آئی؟'' وہ جواب دے گا: ''یا رب! نہیں، اللہ کی قسم! (نہیں)۔'' بعد اِس کے اہلِ جنت میں سے اُس شخص کو لایا جائے گا جو بے چارہ دنیا میں سب سے زیادہ مصائب کا مارا تھا۔ اُسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ پھر اُس سے پوچھا جائے گا: ''ابنِ آدم! کیا تم نے کبھی بدحالی دیکھی؟ کیا تم پر کبھی کوئی مصیبت آئی؟'' وہ عرض کرے گا: ''یا رب! نہیں، اللہ کی قسم! مجھ پر کبھی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ نہ میں نے کبھی بدحالی دیکھی۔''[2]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنت کے بے حد مشتاق تھے۔ وہ اکثر یہ سوچا کرتے تھے کہ جب وہ جنت میں جائیں گے تو وہاں وہ کیسے رہیں گے۔ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں داخل کرے گا تو آپ جب چاہیں گے، سرخ یاقوتی گھوڑے پر سوار ہو کر جنت میں اڑتے پھریں گے۔''

ایک اور آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں اونٹ ہوں

[1] صحيح البخاري، حديث: 3244، و صحيح مسلم، حديث: 2824. [2] صحيح مسلم، حديث: 2807.

گے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں جنت میں داخل کیا تو وہاں جو کچھ تمھارا دل چاہے گا اور جو کچھ تمھاری آنکھوں کو بھائے گا، تمھیں ملے گا۔''[1]

ایک اور موقع پر ایک بدو خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے گھوڑے بہت پسند ہیں۔ کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟''

رسول اللہ ﷺ نے اُس سے فرمایا: ''اگر تمھیں جنت میں داخل کر دیا گیا تو (وہاں) تمھارے پاس سرخ یاقوتی گھوڑا لایا جائے گا جس کے دو پَر ہوں گے۔ تمھیں اُس پر سوار کر دیا جائے گا، پھر تم جہاں چاہو گے، وہ تمھیں لے اڑے گا۔''[2]

ایک دعا

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَ أَعُوذُبِكَ مِنَ النَّارِ»

''اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[3]

[1] جامع الترمذي، حديث:2543. [2] جامع الترمذي، حديث:2544. [3] سنن أبي داود، حديث:792.

حصولِ جنت کی ترغیب

انسانی دل جب کسی شے کا مشتاق ہوتا ہے تو انسان اُس شے کو حاصل کرنے کے لیے جدو جہد کرتا ہے۔ قرآن و حدیث میں جنت کے اوصاف اسی لیے بیان کیے گئے ہیں کہ لوگوں کو جنت کے حاصل کرنے کا اشتیاق ہو۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اپنے صالح بندوں کے لیے وہ سامانِ نعمت تیار کر رکھا ہے جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اُس کے متعلق سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اُس کا خیال ہی آیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث قدسی بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

﴿ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِيَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾

''کوئی شخص نہیں جانتا کہ (ان کے اعمال کے بدلے میں) ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کی کون کون سی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اہل جنت نے جنت پانے کے لیے بڑی ریاضت کی ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ایک درس میں حاضر تھا۔ آپ نے جنت کے اوصاف بیان کیے اور فرمایا: ''جنت میں وہ سامانِ نعمت ہے جسے

[1] صحيح البخاري، حديث: 3244، و صحيح مسلم، حديث: 2824.

نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اُس کے متعلق سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اُس کا خیال ہی گزرا۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے، اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ (ان کے اعمال کے بدلے میں) ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کی کون کون سی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔''[1]

نبی کریم ﷺ نے ایک اور موقع پر بیان کیا: ''جنت کا ناخن برابر حصہ بھی ظاہر ہو جائے تو زمین و آسمان جگمگا اٹھیں اور رنگ و نور سے بھر جائیں۔ اگر کوئی جنتی جھانک کر دیکھ لے اور

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2825.

اُس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو اُن کی روشنی سورج کی روشنی کو مٹا ڈالے جس طرح سورج کی روشنی تاروں کی روشنی کو مٹا ڈالتی ہے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے جنت کو اپنے ہاتھوں سے سجایا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے عدن کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا۔ اُس میں پھل آویزاں کیے۔ نہریں نکالیں اور اُس کی طرف دیکھ کر کہا: ''اہلِ ایمان یقیناً فلاح پا گئے۔ میری عزت کی قسم! کوئی بخیل تم میں میرا پڑوسی نہیں بنے گا۔'' [2]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

''جنت میں دنیا کی کوئی شے نہیں سوائے ناموں کے۔'' [3]

مطلب یہ کہ جنت کی نعمتوں کی خوشنمائی، خوبصورتی اور لذت کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ پھلوں کے نام وہی ہوں گے جو دنیا میں تھے۔ انار، انگور، کیلا لیکن اُن کا ذائقہ، اُن کی خوشبو اور اُن کا رنگ اتنا بڑھیا ہوگا کہ اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

[1] مسند أحمد: 169/1، و جامع الترمذي، حديث: 2538. [2] (ضعيف) المعجم الكبير للطبراني: 147/12، حديث: 12723، والسلسلة الضعيفة، حديث: 1284. [3] سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث: 603.

جنت کی راہیں

کتاب وسنت میں جنت کی راہوں کا پتہ بتایا گیا ہے جن پر چل کر آدمی جنت میں پہنچ سکتا ہے۔ ذیل میں اُن کی تفصیل بیان کی جاتی ہے:

جہاد فی سبیل اللہ

جہادِ فی سبیل اللہ دین اسلام کی بلند ترین چوٹی ہے۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ﴾

”تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمھارے لیے ناگوار ہے اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز

کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" [1]

اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: "جو مجاہد اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اُس کے رسولوں کی تصدیق کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اُسے ضمانت دی ہے کہ یا تو اُسے جنت میں داخل کرے گا یا پھر اجر و ثواب اور مالِ غنیمت دے کر اُسے واپس اُس کے گھر لوٹائے گا۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! مجاہد کو اللہ کی راہ میں جو بھی زخم آتا ہے، قیامت کے روز وہ اُسی زخم کے ساتھ (میدانِ محشر میں) آئے گا۔ زخم میں سے بہتا لہو سرخ ہو گا لیکن اُس میں سے کستوری کی خوشبو آتی ہو گی۔"

مزید فرمایا: "اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر مسلمانوں پر شاق نہ گزرے تو میں جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے روانہ ہونے والے کسی لشکر سے پیچھے نہ رہوں۔ دراصل بعض مسلمانوں کو جہاد پر بھیجنے کے اخراجات کے لیے میرے پاس روپیہ نہیں ہوتا۔ خود اُن کے پاس بھی روپیہ نہیں ہوتا۔ اور اُنھیں یہ بات بہت گراں گزرتی ہے کہ میں تو لشکر کے ساتھ جاؤں اور وہ پیچھے بیٹھے رہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! میری دلی تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔" [2]

[1] البقرة 2:216. [2] صحيح مسلم، حديث: 1876.

مصائب کے آپڑنے پر صبر کرنا اور راضی بر ضا رہنا

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ جب انسان کو آزمائش میں ڈالتا ہے تو اُس آزمائش کو انسان کے لیے داخلۂ جنت کی راہ بنا دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾

''کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم (سیدھے) جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون لوگ اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور صبر کرنے والے ہیں۔''[1]

ارشادِ نبوی ہے: ''اہلِ ایمان کے بدن اور مال و متاع میں آزمائش آتی رہتی ہے یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اُس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔''[2]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

امر بالمعروف، یعنی اچھائی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر، یعنی برائی سے منع کرنا بڑی اہم اور بڑی مشکل عبادت ہے۔ ایسے آدمی کو بعض دفعہ بڑے سنگین حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ بڑی ایذائیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرتِ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝﴾

''اے میرے (پیارے) بیٹے! تو نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''[3]

[1] آل عمرٰن 3:142. [2] المستدرك للحاكم: 4/314، و جامع الترمذي، حديث: 2399. [3] لقمٰن 17:31.

شریعت کے دیگر احکامات

شریعت کے دیگر تمام احکامات جنت کے راستے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور سدا بہار باغوں میں پاکیزہ

محلات کا (وعدہ ہے) اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑھ کر (نعمت) ہوگی، یہی عظیم کامیابی ہے۔'' [1]

آدمی کا ایمان بڑھتا رہے تو اُن احکامات پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

[1] التوبة 72:9.

اوّلین جنتی

جنت میں سب سے پہلے ہمارے پیارے نبی حضرتِ محمد ﷺ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ بابِ جنت سب سے پہلے آپ ہی کے لیے کھولا جائے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''قیامت کے روز میرے پیروکار تمام انبیاء کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔'' [1]

ارشادِ نبوی ہے: ''قیامت کے روز میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ دربانِ جنت پوچھے گا کہ کون ہے؟ میں کہوں گا: ''محمد (ﷺ)۔'' اِس پر وہ کہے گا: ''مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے قبل کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔'' [2]

جنت میں داخل ہونے والی پہلی امت

امت محمدیہ آخری امت ہے۔ اہلِ جنت میں بھی اکثریت اِسی امت کی ہوگی۔ امت محمدیہ قیامت کے روز دوسری امتوں کی گواہ ہوگی۔ یہی امت انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں بھی گواہی دے گی کہ اُنھوں نے پیغامِ الٰہی لوگوں کو پہنچا دیا تھا۔ ارشادِ نبوی ہے:

''ہم آخری ہیں۔ قیامت کے روز ہم پہلے ہوں گے۔ ہمی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' [3]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 196. [2] صحیح مسلم، حدیث: 196. [3] صحیح مسلم، حدیث: 855.

جنت میں داخل ہونے والے امت کے پہلے فرد

جنت میں داخل ہونے والے امت کے پہلے فرد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: ''جبریل میرے ہاں آئے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور

مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس میں سے میری امت داخل ہوگی۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میری یہ خواہش تھی کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا اور جنت کا دروازہ دیکھتا۔'' اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر! میری امت میں سب سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔''[1]

جنت میں داخل ہونے والے امت کے اولین افراد

قیامت کے روز امت محمدیہ کے تمام افراد لوگوں میں سب سے پہلے قبروں سے اٹھیں گے۔ میدانِ محشر میں اُنھیں جہاں ٹھہرایا جائے گا، وہ میدان کا بلند ترین مقام ہوگا۔ اُنھی کو

[1] (ضعيف) سنن أبي داود، حديث:4652، والسلسلة الضعيفة، حديث:1745.

سب سے پہلے عرشِ باری تعالیٰ کا سایہ ملے گا۔ قیامت کے روز سب سے پہلے امت محمدیہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اِسی امت کے افراد سب سے پہلے پُل صراط پر سے گزریں گے۔ جنت میں بھی سب سے پیشتر اُنھی کا داخلہ ہوگا۔ اِس امت کے سب سے افضل افراد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان میں سب سے افضل مہاجرین ہیں جنھوں نے اپنی جانیں، اپنا گھر بار اور اپنا تمام مال اللہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ ﴾

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں (وہ) سب سے بڑھ کر ہیں اور وہی مراد پانے والے ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے رحمت اور رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک۔ بے شک اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔“[1]

اور فرمایا:

﴿ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ۝ ﴾

”اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر وہ قتل کیے گئے یا مر گئے تو اللہ ضرور

[1] التوبة 9:20-22.

انھیں اچھا رزق دے گا اور بلاشبہ اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ وہ انھیں اس مقام میں ضرور داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بے شک اللہ بڑا جاننے والا، خوب بردبار ہے۔''[1]

حضرتِ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا: ''کیا آپ جانتے ہیں کہ مخلوقِ خدا میں سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اللہ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مخلوقِ خدا میں سب سے پہلے فقرائے مہاجرین جنت میں داخل ہوں گے جنھیں سرحدوں کی حفاظت پر مامور کیا جاتا ہے۔ جنھیں میدانِ کارزار میں ڈھال بنایا جاتا ہے۔ اُن میں سے ایک آدمی جب وفات پاتا ہے تو اُس کی آرزو اُس کے دل ہی میں ہوتی ہے جسے وہ پورا نہیں کر پایا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں سے جسے چاہتا ہے، کہتا ہے کہ اُن کی خدمت میں جاؤ اور اُنھیں سلام کہو۔ فرشتے کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہم تیرے آسمان کے باسی ہیں۔ تیری برگزیدہ مخلوق ہیں۔ کیا تو ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم اُن کی خدمت میں جائیں اور اُنھیں سلام کہیں؟'' اِس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے یہ بندے میری عبادت کرتے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ اُنھیں سرحدوں کی حفاظت پر مامور کیا جاتا تھا۔ میدانِ کارزار میں اُنھیں ڈھال بنایا جاتا تھا۔ اُن میں سے ایک آدمی جب وفات پاتا ہے تو اُس کی آرزو اُس کے دل ہی رہ جاتی ہیں جسے وہ پورا نہیں کر پایا ہوتا۔'' تب فرشتے جنت کے تمام دروازوں میں سے گزر گزر کر اُن کی خدمت میں جاتے اور کہتے ہیں:[2]

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝﴾

امت محمدیہ کے یہ افراد سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

[1] الحج 22:58، 59. [2] صحیح ابن حبان: 438/16، حدیث: 7421.

جنت میں داخل ہونے والے اولین افراد کے اوصاف

نبیِ کریم ﷺ نے جنت میں داخل ہونے والے اولین گروہ کے اوصاف بیان کیے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اُس بابرکت گروہ میں شامل کرے۔ارشادِ نبوی ہے:

"وہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، اُس میں شامل افراد کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ وہ جنت میں تھوکیں گے نہ ناک جھاڑیں گے اور نہ بول و براز کریں گے۔ [1] جنت میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے۔ کنگھے سونے چاندی کے ہوں گے۔آتش دانوں کا ایندھن عود کا ہوگا۔اُن کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا۔اُن میں سے ہر ایک فرد کی دو بیویاں ہوں گی (جن کے حُسن و جمال کا یہ عالم ہوگا کہ) ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت میں سے دکھائی دے گا۔اُن کے بیچ نہ کوئی اختلاف ہوگا نہ بُغض۔اُن کے دل ایک (سے) ہوں گے۔وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔" [2]

[1] مطلب یہ کہ تھوکنے، ناک جھاڑنے اور بول و براز کرنے کی انھیں حاجت ہی نہ ہوگی۔

[2] صحيح البخاري، حديث:3245، 3246، و صحيح مسلم، حديث:2834.

اِشکال

اہل جنت کھائیں پئیں گے تو بول و براز کیوں نہیں کریں گے؟

رفع اشکال

اہلِ جنت کی غذائیں تمام تر نفع بخش، لذیذ اور نہایت درجہ معتدل ہوں گی۔ اُن میں دنیاوی غذاؤں کی طرح فاضل مواد نہیں ہوگا جسے خارج کرنے کی ضرورت پڑے۔ صرف اتنا ہوگا کہ جنت کے کھانے کھا کر اہلِ جنت کو نہایت خوشبودار پسینہ آیا کرے گا جس سے وہ غذائیں ہضم ہو جایا کریں گی۔

اہلِ کتاب میں سے ایک آدمی خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''ابو القاسم! آپ کہتے ہیں کہ اہلِ جنت کھائیں پئیں گے؟'' فرمایا: ''ہاں، ہر جنتی کو کھانے، پینے اور جماع کرنے (کے سلسلے) میں سو آدمیوں کی طاقت عطا کی جائے گی۔'' وہ بولا: ''جو آدمی

کھاتا پیتا ہے، اُسے بول و براز کی بھی حاجت ہوتی ہے لیکن جنت میں تو گندگی نہیں ہوگی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ جنت کو مشک کا سا خوشبودار پسینہ آئے گا۔ وہی اُن کی قضائے حاجت ہوگی۔'' [1]

جنت میں داخل ہونے والے پہلے تین افراد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تین افراد میرے سامنے لائے گئے جو (دوسرے لوگوں کے مقابلے میں) پہلے جنت میں جائیں گے: شہید، مملوک غلام جس نے رب تعالیٰ کی خوب عبادت کی اور اپنے آقا کی خیر خواہی کی اور سفید پوش، پاکباز، رزق حلال کی جستجو کرنے والا عیال دار۔'' [2]

اعزاز

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ سب سے افضل نبی ہیں۔ یوں وہ اِس اعزاز کے مستحق ٹھہرے کہ سب سے پہلے جنت میں جائیں۔

[1] السنن الكبرىٰ للنسائي: 10/250، حديث: 11414. [2] (ضعيف) صحيح ابن حبان: 10/151، و جامع الترمذي، حديث: 1642.

آخری جنتی

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سب سے آخر میں جنت میں جائے گا، وہ گرتا پڑتا آگے بڑھتا رہے گا۔ نارِ جہنم کی لپٹیں اُسے جھلسائیں گی۔ جب وہ نارِ جہنم سے نجات پا کر آگے بڑھے گا تو مڑ کر اُس کی طرف دیکھے گا اور کہے گا: ''بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تم سے نجات دلائی۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت عطا کی ہے جو اگلے پچھلے لوگوں میں سے کسی کو عطا نہیں کی۔'' اتنے میں اُسے ایک درخت دکھائی دے گا۔ وہ عرض کرے گا: ''میرے رب! مجھے اُس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اُس کے سائے میں بیٹھوں اور اُس کا پانی پیوں۔'' اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: ''ابنِ آدم! میں تمھارا یہ مطالبہ پورا کر دوں گا تو شاید تم کچھ اور بھی مانگنے لگو گے۔'' وہ عرض کرے گا: ''نہیں، میرے رب!'' وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ وہ اور کچھ نہیں مانگے گا۔ رب تعالیٰ اُس کا عذر قبول کرے گا کیونکہ وہ آدمی ایسی شے دیکھے گا جس کے متعلق وہ صبر نہیں کر پائے گا۔ تب اللہ تعالیٰ اُسے اُس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ درخت کے سائے میں بیٹھے گا اور اُس کا پانی پیے گا۔ بعد اِس کے اسے ایک اور درخت دکھائی دے گا جو پہلے درخت سے زیادہ خوبصورت ہو گا۔

وہ آدمی عرض کرے گا: ''میرے رب! مجھے وہ درخت چاہیے تا کہ میں اُس کا پانی پیوں اور اُس کے سائے میں بیٹھوں۔ اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔'' رب تعالیٰ فرمائے گا: ''ابنِ آدم! کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم اُس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگو گے؟ اگر میں نے تمھارا یہ مطالبہ پورا کر دیا تو شاید تم اِس کے علاوہ کچھ اور بھی مانگو گے۔'' وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ اِس کے علاوہ اور کوئی مطالبہ نہیں کرے گا۔ رب تعالیٰ اُس کا عذر قبول کرے گا کیونکہ وہ آدمی ایسی شے دیکھے گا جس کے متعلق اُس سے صبر نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اُسے اُس نئے درخت کے قریب کر دے گا۔ آدمی درخت کے سائے میں بیٹھے گا اور اُس کا پانی پیے گا۔ بعدازاں باب جنت کے قریب ایک اور درخت اُسے دکھائی دے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوشنما ہوگا۔ وہ آدمی (اُس درخت کو دیکھ کر) عرض کرے

گا: ''یارب! مجھے اُس درخت کے قریب کردے تاکہ میں اُس کے سائے میں بیٹھوں اور اُس کا پانی پیوں۔ میں تجھ سے اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ابنِ آدم! کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اِس کے علاوہ اور کسی شے کا مطالبہ نہیں کروگے؟'' آدمی جواب دے گا: ''یارب! وعدہ ضرور کیا تھا لیکن بس یہی۔ اِس کے علاوہ اور کچھ نہ مانگوں گا۔'' رب تعالیٰ فرمائے گا: ''اگر میں نے تمھیں اِس کے قریب کردیا تو شاید تم کچھ اور بھی مانگو گے۔'' اِس پر وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ اِس کے علاوہ اور کوئی مطالبہ نہیں کرے گا۔ رب تعالیٰ اُس کا عذر قبول فرما کر اُسے اُس درخت کے قریب کردے گا کیونکہ وہ آدمی ایسی شے دیکھے گا جس کے متعلق وہ صبر نہیں کر پائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ اُسے بابِ جنت کے قریب کردے گا تو وہ اہلِ جنت کی آوازیں سنے گا۔ وہ عرض کرے گا: ''یارب! مجھے جنت میں داخل کردے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ابن آدم! تمھارا دل کیونکر بھرے گا! میں تمھیں پوری دنیا سے دگنی جگہ دے دوں تو کیا تم خوش ہوجاؤ گے؟'' آدمی عرض کرے گا: ''یارب! رب العالمین ہوکر آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟''

یہاں پہنچ کر راویِ حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔ سامعین سے فرمایا: پوچھو گے نہیں کہ کیوں ہنستا ہوں؟'' سامعین نے عرض کیا: ''آپ کیوں ہنستے ہیں؟'' اُنھوں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں پہنچ کر ہنس دیے تھے۔ اُنھوں نے بھی سامعین سے فرمایا تھا کہ پوچھو گے نہیں، میں کیوں ہنستا ہوں۔ سامعین نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں ہنستے ہیں؟ اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب وہ آدمی یہ کہے گا: رب العالمین ہوکر آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں تو میرا رب تعالیٰ ہنس دے گا۔ اسی لیے میں بھی ہنسا ہوں۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: ''ارے! میں تم سے مذاق نہیں کرتا۔ میں تو جو چاہتا

ہوں، کرسکتا ہوں۔'' تب اُس آدمی سے کہا جائے گا: ''دنیا کے کسی بادشاہ کی سلطنت کے بقدر جگہ اور اتنا ہی مال ومتاع تمھیں دے دیا جائے تو کیا تم خوش ہو جاؤ گے؟'' وہ عرض کرے گا: ''یارب! میں خوش ہوں۔'' رب تعالیٰ فرمائے گا: ''یہ سب تمھارا ہے اور اِس کے ساتھ اِس کا دوگنا اور تین گنا اور چار گنا اور پانچ گنا............''

وہ آدمی بول اُٹھے گا: ''یارب! میں راضی ہوں۔'' رب تعالیٰ فرمائے گا: ''یہ سب کچھ تمھارا ہے اور اِس کے ساتھ اِس کا دس گنا بھی تمھارا ہے۔ اور جو تمھارا دل چاہے اور تمھاری آنکھوں کو بھائے، وہ تمھارا ہے۔'' آدمی عرض کرے گا: ''یارب! میں خوش ہوں۔''[1]

عالی رتبہ جنتی

ارشادِ نبوی ہے: ''عالی رتبہ جنتی وہ ہیں جن کی مہمانی کا سامانِ نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور اُسے مہر بند کیا ہے۔ نہ تو کسی آنکھ نے وہ سامانِ نعمت دیکھا ہے۔ نہ کسی کان نے اُس کے متعلق سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دِل میں اُس کا خیال ہی گزرا ہے۔''[2]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 187، 189. [2] صحیح مسلم، حدیث: 189.

سردارانِ اہلِ جنت

انبیاء ورُسُل اہلِ جنت کے سردار ہیں۔اُن کے علاوہ دیگر اہلِ جنت میں سے ادھیڑ عمر افراد کے سردار حضراتِ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ارشادِ نبوی ہے:''انبیاء ورسل کے علاوہ اہلِ جنت میں سے تمام اگلے پچھلے ادھیڑ عمر افراد کے سادات (سردار) ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔''[1]

اِشکال

حضراتِ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اہلِ جنت میں سے ادھیڑ عمر افراد کے سادات کیسے ہوں گے جبکہ تمام جنتی یکساں طور پر تینتیس برس کے جوان ہوں گے؟

رفعِ اِشکال

یہ بات درست ہے کہ تمام اہلِ جنت یکساں طور پر تینتیس برس کے جوان ہوں گے، تاہم یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ حضراتِ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ادھیڑ عمر اہلِ جنت کے سادات ہوں گے۔مراد اِس سے وہ افراد ہیں جو ادھیڑ عمری میں وفات پا کر جنت میں پہنچے ہوں گے۔

نوجوانانِ جنت کے سادات

نوجوانانِ جنت سے مراد جنت کے وہ باسی ہیں جو نوجوانی میں وفات پا کر جنت میں جائیں گے۔ایسے افراد کے سادات،یعنی سردار حضراتِ حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے:''حسن وحسین نوجوان اہلِ جنت کے سردار ہیں۔''[2]

[1] صحيح ابن حبان: 330/15، و جامع الترمذي، حديث: 3665. [2] جامع الترمذي، حديث: 3768.

عشرہ مبشرہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق واضح طور پر فرمایا تھا کہ وہ دس کے دس اہلِ جنت میں سے ہیں۔ وجہ اِس خوشخبری کے دینے کی یہ تھی کہ اُن دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے پہل اسلام قبول کیا تھا۔ دوسرے اُنھوں نے اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ یوں اُنھیں یہ اعزاز بخشا گیا کہ اُنھیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی۔ لیکن اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف یہی دس صحابہ جنت میں جائیں گے۔ تمام صحابہ جنت میں جائیں گے، تاہم اُن میں سے ہر ایک کی اپنی فضیلت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اہلِ بدر کے متعلق جو تین سو سے زائد صحابی تھے، فرمایا تھا: ''تمھیں کیا پتہ، شاید اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو جھانک کر دیکھا ہو اور کہہ ڈالا ہو کہ جو چاہے عمل کرو، میں نے تو تم کو بخش دیا ہے۔'' [1]

تاہم آپ ﷺ نے خاص طور پر اُن دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے یہ شہادت اِس لیے دی تھی کہ سب کو اُن کی فضیلت کا پتہ چل جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''دس آدمی جنت میں جائیں گے۔ ابوبکر جنت میں جائیں گے۔ عمر جنت میں جائیں گے۔ عثمان جنت میں جائیں گے۔ علی جنت میں جائیں گے۔ زبیر جنت میں جائیں گے۔ طلحہ جنت میں جائیں گے۔ ابنِ عوف جنت میں جائیں گے۔ سعد جنت میں جائیں گے۔ سعید بن زید جنت میں جائیں گے۔ ابوعبیدہ بن جراح جنت میں جائیں گے۔'' رضی اللہ عنہم [2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 3007. [2] صحيح ابن حبان: 463/15، و سنن أبي داود، حديث: 4649.

خواتینِ جنت کی سیّدات

نبی کریم ﷺ نے چند خواتین کے لیے بھی جنت کی شہادت دی تھی۔ اُن میں پہلی عظیم خاتون ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت اور عقل ودانش کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے ہاں تشریف لائے اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! خدیجہ آپ کے لیے کھانا لا رہی ہیں۔ جب وہ آئیں تو اُن سے رب تعالیٰ کا سلام کہیے گا اور اُنھیں یہ خوشخبری دیجیے گا کہ جنت میں اُن کا ایک پُرسکون گھر ہے جو خول دار موتی کا بنا ہے۔'' [1]

اِس سلسلے کی دوسری خاتون ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اُن سے فرمایا تھا: ''کیا تم اِس پر راضی نہیں کہ تم دنیا وآخرت میں میری بیوی ہو؟'' وہ بولیں: ''بخدا! میں بہت خوش ہوں۔'' فرمایا: ''پھر تم دنیا وآخرت میں میری بیوی ہو۔'' [2]

اِس سلسلے کی تیسری خاتون جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا: ''یہ ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا۔ اُس نے رب تعالیٰ سے اجازت چاہی تھی کہ مجھے سلام کہے اور یہ بشارت دے کہ فاطمہ خواتین جنت کی سردار ہے اور حسن اور حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔'' [3]

[1] صحيح مسلم، حديث:2432. [2] صحيح ابن حبان: 7/16، حديث: 7095. [3] جامع الترمذي، حديث:3781.

اِس سلسلے کی دو اور خواتین ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور فرعونِ مصر کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (زمین پر) چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ''جانتے ہو یہ کیا ہیں؟'' صحابہ نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔'' فرمایا: ''خواتینِ جنت میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن ہیں۔''[1]

[1] المستدرك للحاكم: 185/3، حديث:4852.

جب اہلِ جنت، جنت میں جائیں گے

اِس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ ﴾

”اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ہوں گے، وہ جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جائے جائیں گے حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، اب تم اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔“ [1]

مطلب یہ کہ اہلِ جنت جوق در جوق جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے۔ اُن کے چہروں سے نور جھلکے گا۔ جنت میں داخل ہونے والے خوش نصیب چونکہ بہت ہوں گے اور وہ جوق در جوق جنت میں جائیں گے، اِس لیے جنت کے دروازے نہایت وسیع ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ”جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں میں ستر برس کا فاصلہ ہے۔ جنت میں پانی کا سمندر ہے۔ شراب کا سمندر ہے۔ دودھ کا سمندر ہے۔ شہد کا سمندر ہے۔ اِنھی سمندروں میں سے آگے نہریں نکالی گئی ہیں۔“ [2]

[1] الزمر 73:39. [2] الآحاد والمثاني لأبي بكر الشيباني، حديث: 1475.

ایک اور موقع پر فرمایا: ''قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ اور ہجر کا درمیانی فاصلہ یا جتنا مکہ اور بصریٰ کا درمیانی فاصلہ۔'' [1]

اہلِ جنت کے دل ایک ہوں گے۔ اُن کے بیچ کوئی اختلاف، کوئی بغض نہیں ہوگا۔ یوں وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے جنت میں داخل ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''میری امت کے ستر ہزار یا سات لاکھ افراد (راوی کو شک ہے) جنت میں ضرور داخل ہوں گے، ایک دوسرے کو تھامے ہوئے، تمام کے تمام۔ اُن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے۔'' [2]

پتہ چلا کہ یہ سب افراد ایک ہی صف میں، ایک ہی مرتبہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

جنت کے دروازے

جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ اُس میں ایک دروازہ ہے جسے رَیّان کہتے ہیں، اُس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے۔'' [3]

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: ''جس نے (گھوڑوں کا، اونٹوں کا یا غلاموں کا) ایک جوڑا اللہ کی راہ میں دیا، اُسے جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی: ''اے اللہ کے بندے! اِدھر آ، یہ خیر ہے۔'' نمازیوں کو نماز کے دروازے سے آواز دی جائے گی۔ اہلِ جہاد کو بابِ جہاد سے پکارا جائے گا۔ اہلِ صیام کو بابِ ریان سے بلایا جائے گا اور اہلِ زکات کو بابِ زکات سے آواز دی جائے گی۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

[1] صحيح البخاري، حديث: 4712، و صحيح مسلم، حديث: 194. [2] صحيح البخاري، حديث: 6543، و صحيح مسلم، حديث: 219. [3] صحيح البخاري، حديث: 3257.

''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا! جو لوگ اِن دروازوں (میں سے کسی ایک دروازے) سے بلائے جائیں گے، مجھے اُن سے بحث نہیں۔ آپ یہ فرمائیے کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے اِن سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، مجھے امید ہے کہ آپ بھی اُنھیں میں سے ہوں گے۔''[1]

اِشکال

جس نے نماز، روزہ اور جہاد و زکاۃ کی تمام عبادات انجام دی ہوں گی، اُسے کس دروازے سے بلایا جائے گا؟

رفع اشکال

جواب اِس کا یہ ہے کہ اُس نے جو عبادت بکثرت انجام دی ہوگی، اُسے اُسی دروازے سے بلایا جائے گا۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 1897، و صحيح مسلم، حديث: 1027.

اہلِ جنت کی عمریں

اہلِ جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اُن کی عمریں نہایت مناسب ہوں گی۔ وہ سب تینتیس برس کے بھرپور جوان ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اُن کے چہرے اور بدن پر بال نہیں ہوں گے۔ اُن کی آنکھیں سُرمگیں ہوں گی اور وہ سب تیس یا تینتیس برس کے (بھرپور جوان) ہوں گے۔''[1]

ہمیشہ کی جوانی

اہلِ جنت ہمیشہ جوان رہیں گے۔ وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''اہلِ جنت کے بدن اور چہروں پر بال نہیں ہوں گے۔ اُن کی آنکھیں سُرمگیں ہوں گی۔ اُن کی جوانی ماند نہیں پڑے گی، نہ اُن کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے۔''[2]

اہلِ جنت کی قد و قامت

اہلِ جنت کی قد و قامت نہایت مناسب، نہایت خوشنما اور مکمل ہوگی۔ ارشادِ نبوی ہے: ''اہلِ جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو وہ سپید رُو اُمرد ہوں گے۔ بدن پر بھی بال نہیں ہوں گے۔ ستر کے بال ہلکے گھونگریالے ہوں گے۔ آنکھیں سُرمگیں ہوں گی۔ وہ سب تینتیس برس کے جوان ہوں گے۔ قد و قامت آدم کی طرح ساٹھ ہاتھ اور کاٹھی سات ہاتھ چوڑی ہوگی۔''[3]

[1] جامع الترمذي، حديث:2545. [2] جامع الترمذي، حديث:2539.

[3] مسند أحمد: 295/2، و صحيح الترغيب والترهيب، حديث:3700. ہاتھ کا پیمانہ جسے عربی میں ذِراع کہتے ہیں، اوسطاً 45 سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔

جنت کے درجات

اہلِ جنت کے اعمال کے حساب سے اُن کے درجات بھی کم وبیش ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ ﴾

”اور جو اس کے حضور مومن (بن کر) حاضر ہوگا، جبکہ اس نے نیک عمل کیے ہوں تو انھی (لوگوں) کے درجے بلند ہیں۔“ [1]

اور فرمایا:

﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾

”تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، یہ (ان لوگوں کے) برابر نہیں ہیں (جنھوں نے فتح مکہ کے بعد یہی کام کیے۔) یہ (پہلے کرنے والے) لوگ درجے میں ان لوگوں سے عظیم تر ہیں جنھوں نے اس (فتح) کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی اور اللہ نے ہر ایک سے نیک جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔“ [2]

[1] طٰهٰ 20:75. [2] الحديد 57:10.

ارشادِ نبوی ہے: ''اہلِ جنت اوپر نظر اٹھائیں گے تو اُنھیں دور افق میں تاروں کے سے بالا خانے دکھائی دیں گے۔ دراصل اہلِ جنت فضیلت کے لحاظ سے کم وبیش ہوں گے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا وہ انبیاء کے گھر ہوں گے جہاں عام

جنتی نہیں پہنچے گا۔''

فرمایا: ''کیوں نہیں، قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ افراد جو اللہ پر ایمان لائے اور اُنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی (وہ اُن بالا خانوں میں رہیں گے۔)''[1]

جنت کے سو درجات

جنت کے سو درجات ہیں جن میں بہت نمایاں فرق ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لایا، اس نے نماز قائم کی، رمضان کے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ پر اُس کا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے، چاہے اُس نے اللہ کی راہ

[1] صحيح البخاري، حديث:3256، و صحيح مسلم، حديث:2831.

میں جہاد کیا، چاہے وہیں قیام پذیر رہا جہاں وہ پیدا ہوا۔“
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ خوشخبری نہ دیں؟“
فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدینِ فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجات کے بیچ اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے، اِس لیے جب آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں تو اُس سے فردوس کا سوال کریں۔ فردوس درمیانی اور بلند ترین جنت ہے۔ اُس کے اوپر الرحمٰن کا عرش ہے۔ جنت کی نہریں اُسی سے نکلتی ہیں۔“ [1]

اشکال

جنت الفردوس درمیانی جنت کیسے ہوئی جبکہ وہ بلند ترین جنت بھی ہے؟

رفعِ اشکال

فردوس درمیانی جنت ہے۔ مطلب یہ کہ دیگر جنتوں کے درمیان واقع ہے۔ وہ بلند ترین جنت بھی ہے کیونکہ آس پاس کی جنتوں سے وہ اونچی ہے۔ جنت الفردوس اتنی اونچی ہے کہ الرحمٰن کا عرش اُس کی چھت ہے۔

وضاحت طلب مسئلہ

کیا بلند درجات خاص مجاہدین ہی کے لیے ہیں؟

جواب

بلندی درجات مجاہدین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو صاحبِ ایمان فلاح پائے گا، اُسے بلندی درجات حاصل ہوگی۔ ارشادِ نبوی ہے: ”جنت میں سو درجے ہیں۔ ہر دو درجات کے بیچ سو سال (کی مسافت کا فاصلہ) ہے۔“ [2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 2790. [2] جامع الترمذي، حديث: 2529.

متعدد جنتیں ہیں

حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جنگ کے آغاز سے پہلے پانی پینے کے لیے کنویں پر گئے۔ دشمن کی طرف سے تیر آیا اور اُن کی گردن میں لگا۔ وہ وہیں شہید ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس پہنچے تو حارثہ رضی اللہ عنہ کی بوڑھی والدہ حاضرِ خدمت ہوئیں۔ بولیں: ''اے اللہ کے رسول! مجھے حارثہ کے متعلق بتائیے۔ اگر تو وہ جنت میں گیا ہے تو میں صبر کرتی ہوں۔ اگر دوسری بات ہے تو اللہ تعالیٰ دیکھے کہ میں کیا کرتی ہوں (مطلب یہ کہ نوحہ کروں گی۔ نوحہ ابھی تک حرام نہیں ہوا تھا۔)''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا: ''تمھاری عقل تو ٹھکانے پر ہے؟ (نوحہ کا ہے کو؟) (جنت ایک تھوڑی ہے!) آٹھ جنتیں ہیں۔ اور تمھارے بیٹے نے بلند ترین جنت الفردوس پائی ہے۔''[1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 2809، و المستدرك للحاكم: 208/3.

لا إله إلا الله محمد رسول الله

جنت کے دربان

اللہ تعالیٰ نے بہت سے برگزیدہ فرشتے جنت کے دربان مقرر کیے ہیں۔ اہلِ جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کے دربان فرشتے اُن کا خیر مقدم کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ ﴾

''اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ہوں گے، وہ جنت کی طرف گروہ در گروہ

لے جائے جائیں گے حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، اب تم اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔''[1]

ارشادِ نبوی ہے: ''قیامت کے روز میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ دربانِ جنت پوچھے گا کہ کون ہے؟ میں کہوں گا: ''محمد (ﷺ)۔'' دربانِ جنت کہے گا: ''آپ ہی کے متعلق مجھے حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے قبل کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔''[2]

جنت کے دربان کتنے ہیں؟ اِس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ تاہم یہ ایمان و یقین ہم رکھتے ہیں کہ جنت کے دربان ہیں جو اپنے فرائضِ منصبی بڑی تندہی سے انجام دیتے ہیں۔

[1] الزمر 73:39. [2] صحیح مسلم، حدیث: 197.

جنت کی تعمیر اور اس کا لوازمہ

اِس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آتی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جنت کی تعمیر کیسے ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک اینٹ سونے کی لگائی گئی ہے اور ایک چاندی کی۔ تعمیر کے لیے مسالا اعلیٰ پائے کی مشک کا استعمال ہوا ہے۔ جنت کے کنکر موتی اور یاقوت ہیں۔ جنت کی مٹی زعفران ہے۔ جو کوئی جنت میں داخل ہوگا، وہ ہمیشہ آسودہ حال رہے گا۔ وہ غربت کا شکار نہیں ہوگا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اُسے موت نہیں آئے گی۔ نہ اُس کے کپڑے (کبھی) پرانے ہوں گے، نہ اُس کی جوانی (کبھی) ماند پڑے گی۔''[1]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''جنت کی دیواریں یوں بنی ہے کہ ایک اینٹ سونے کی لگائی گئی ہے اور ایک چاندی کی۔''[2]

[1] صحيح مسلم، حديث: 2750، و صحيح ابن حبان: 396/16، حديث: 7387. [2] البعث والنشور للبيهقي، حديث: 246.

جنت کے بالا خانے اور خیمے

جنت میں نہایت عظیم الشان بالا خانے اور خیمے ہوں گے۔ بڑے بڑے محلات ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ۝﴾

”لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، ان کے اوپر (اور) بالا خانے بنے ہوئے ہیں، جبکہ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، (یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔“[1]

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝﴾

” اور تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایسے نہیں جو تمھیں درجے میں ہمارے قریب کر دیں، مگر (مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے اعمال کا دگنا بدلہ ہے اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے۔“[2]

[1] الزمر 20:39. [2] سبأ 37:34.

جنت کے بالا خانوں میں رہنے والوں کے متعلق ارشادِ نبوی ہے: ''جنت میں بالا خانے ہیں اور وہ ایسے شفاف ہیں کہ اُن کے اندر سے باہر اور باہر سے اندر صاف دکھائی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وہ بالا خانے اُن لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں سلام عام کرتے ہیں۔ اور رات کو نماز پڑھتے ہیں جبکہ لوگ سوئے ہوتے ہیں۔'' [1]

وضاحت طلب مسئلہ

اہلِ جنت اپنے گھروں کو کیسے پہچانیں گے؟

جواب

اہلِ جنت جب جنت میں جائیں گے تو وہ اپنے گھروں اور بالا خانوں کو پہچان لیں گے، ہر چند اُنھوں نے اُس سے پہلے اُن گھروں کو نہیں دیکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں اُن کے گھروں

[1] صحیح ابن حبان: 262/2، حدیث: 509.

کی پہچان دلائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ ﴾

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل (شہید) کیے گئے تو اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ جلد ان کی رہنمائی کرے گا اور ان کے حال کی اصلاح کرے گا۔ اور وہ انھیں (اس) جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو خوب پہچان کروا چکا ہے۔''[1]

امام مجاہد رحمہ اللہ نے اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''اہلِ جنت خود بخود اپنے گھروں میں پہنچ جائیں گے، یوں کہ گویا وہ ہمیشہ سے اُن گھروں میں رہتے تھے۔ اُنھیں کسی سے اپنے گھروں کا پتہ پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

مفسر قرطبی نے لکھا ہے: ''اکثر اہلِ تفسیر کا قول ہے کہ جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اُن سے کہا جائے گا: اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو جائیے۔ چنانچہ وہ بڑی آسانی سے اور بنا کسی دقت کے اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جائیں گے، جیسے کہ نمازِ جمعہ پڑھ کر لوٹنے والے نمازی سیدھے اپنے گھروں میں پہنچ جاتے ہیں۔ اُنھیں اپنے گھر ڈھونڈنے نہیں پڑتے۔''

اِس سلسلے میں اِرشادِ نبوی ہے: ''اہلِ ایمان جب نارِ جہنم سے بچ بچا کر آگے نکل جائیں گے تو اُنھیں جنت و جہنم کے درمیان ایک پُل پر روکا جائے گا۔ یہاں اُنھیں ایک دوسرے

[1] محمد 47:4-6.

سے ظلم و ستم کے بدلے دلائے جائیں گے۔ جب وہ (دل سے) صاف ستھرے ہو جائیں گے تو اُنھیں جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! جنت میں وہ اپنے گھروں کو اُس سے بھی زیادہ اچھی طرح پہچانیں گے جس طرح وہ دنیا میں اپنے گھروں کو پہچانتے تھے۔''[1]

جنت کے خیمے

جنت میں اہلِ جنت کو سونے چاندی کے گھر تو ملیں گے ہی، اُنھیں جنت میں خیمے بھی ملیں گے جنھیں وہ جہاں چاہیں نصب کریں گے۔ اُن میں رہیں گے اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ تاہم وہ خیمے عام دنیاوی خیموں کی طرح نہیں ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جنت میں مومن کا ایک خیمہ ہوگا جو ایک ہی خولدار موتی کا بنا ہوگا۔ اُس کی لمبائی

ستر میل کی مسافت کے برابر ہوگی۔ اُس میں مومن کی بیویاں بھی رہیں گی۔ وہ باری باری اُن کے پاس جائے گا۔ وہ بیویاں ایک دوسری کو نہیں دیکھ پائیں گی۔''[2]

[1] صحیح البخاري، حدیث: 6535. [2] صحیح مسلم، حدیث: 2838.

نبیِ کریم ﷺ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: ''وہ خیمہ ایک موتی ہوگا جس کی لمبائی ستر میل کی (مسافت کے برابر) ہوگی۔ اُس کے ہر گوشے میں مومن کی ایک بیوی ہوگی جسے کوئی اور نہیں دیکھ پائے گا۔'' [1]

جنت کے گھروں کا ساز و سامان

جنت میں جب اتنے بڑے بڑے، خوبصورت اور بیش قیمت گھر اور بالا خانے ہوں گے تو اُن میں رکھنے کے لیے سامانِ آرائش و آسائش بھی یقیناً بے مثال ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝﴾

''اس میں اونچے تخت ہوں گے۔ اور جام رکھے ہوں گے۔ اور قطاروں میں گاؤ تکیے لگے ہوں گے۔ اور عمدہ غالیچے بچھے ہوں گے۔'' [2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 4879، و مصنف ابن أبي شيبة: 105/13، حديث: 35117.
[2] الغٰشية 88:13۔ 16.

تخت کے اونچے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت آرام دہ، موٹا اور بڑا نرم و ملائم ہوگا اور اُس پر بیٹھنے والے کو آس پاس کا ماحول صاف دکھائی دے گا۔

﴿ مَبْثُوثَةٌ ﴾ مطلب ہے کہ قالین بڑی تعداد میں ہر طرف بچھائے گئے ہوں گے۔ گاؤ تکیے اور گدے قرینے سے دھرے ہوں گے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ٹیک لگا کر نیم دراز ہونے کے لیے وہ ہر جگہ اور ہر وقت دستیاب ہوں گے۔ اُنھیں کبھی بھی سمیٹا نہیں جائے گا۔ [1]

جنت کی خوشبو

جنت کی خوشبو بڑی پاکیزہ، بڑی عمدہ اور بے مثال ہے جو اُس کے اطراف واکناف میں پھیلی رہتی ہے۔ اہلِ ایمان تو جنت میں پہنچنے سے پہلے ہی دور دور تک وہ خوشبو پائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے بعض ایسے گناہوں کا ذکر کیا ہے جن کے مرتکب جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

1. ارشادِ نبوی ہے: ''میری امت کے لوگوں کی دو اصناف ایسی ہیں جنھیں میں نے نہیں دیکھا۔ وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں گائیں کی دُموں جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو پیٹیں گے اور وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔ وہ مردوں کو اپنی جانب مائل کریں گی اور سر کو یوں ہلا ہلا کر چلیں گی جیسے بختی اونٹنی کے کوہان چلتے ہوئے دائیں بائیں حرکت کرتے ہیں۔ اِن دونوں اصناف کے لوگ جنت میں نہیں جائیں گے، نہ اُس کی خوشبو پائیں گے، حالانکہ جنت کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہوگی۔'' [2]

''لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔''

اِن الفاظ کے دو مطالب علمائے کرام نے بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ایسا لباس پہنیں

[1] حادي الأرواح لابن القيم، ص: 198. [2] صحيح مسلم، حديث: 2128.

گی جس میں بدن کے بعض انگ ننگے رہتے اور دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ نہایت باریک لباس پہنیں گی جس میں سے بدن کی خوشنمائی نظر آئے گی۔

2 اہلِ ذمہ پر ظلم کرنا، اُن کے حقوق پامال کرنے اور اُنھیں قتل کرنا سخت گناہ اور نہایت سنگین جرم ہے۔ اہلِ ذمہ سے مراد وہ اہلِ کتاب (یہودی، عیسائی) ہیں جو صلح کا معاہدہ کر کے مسلمانوں کے معاشرے میں رہتے سہتے ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے: ''غور سے سنو، جس نے اہلِ ذمہ کو قتل کیا، اللہ تعالیٰ نے اُس پر جنت کی خوشبو حرام کردی۔ جنت کی خوشبو ستر برس کی مسافت پر آئے گی۔''[1]

3 والدین سے بدسلوکی کرنے والی اولاد۔

4 ہمیشہ کا شرابی۔

[1] السنن الكبرىٰ للبيهقي: 9/205، حديث: 19201.

5 احسان جتلانے والا کنجوس۔

یہ تینوں بھی جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ”تین لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے، حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت پر آئے گی۔ والدین سے بدسلوکی کرنے والی اولاد، ہمیشہ کا شرابی اور احسان جتلانے والا کنجوس۔“ [1]

اشکال

بعض احادیث میں آیا ہے کہ جنت کی خوشبو (جنت میں پہنچنے سے پہلے) ستر برس کی مسافت پر آئے گی۔

بعض میں یہ آیا ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت پر آئے گی۔ ایسی احادیث میں مطابقت کیونکر پیدا ہو سکتی ہے؟

ازالۂ اشکال

اِن احادیث میں مطابقت اِس طرح پیدا ہو سکتی ہے کہ لوگوں کو جنت کی خوشبو اُن کے ایمان و عملِ صالح کے لحاظ سے آئے گی۔ جس کا جتنا ایمان ہوگا، اُسے اُتنی تیز اور اُتنے ہی فاصلے سے جنت کی خوشبو آئے گی۔ [2]

[1] تهذيب الآثار للطبري، حديث: 1566.

[2] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباري: 12/324.

جنت کے درخت اور پھل

سبزے، ہریالی اور درختوں کی کثرت سے قطعۂ ارضی کے حسن و جمال میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ جنت میں بھی ہر طرف پھل دار درخت، ہریالی اور گھنے سائے ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ۞ فِىۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۞ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ۞ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۞ وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ ۞ ﴾

''اور دائیں ہاتھ والے، کیا (خوب) ہیں دائیں ہاتھ والے! وہ بے خار بیریوں میں ہوں گے۔ اور تہ بہ تہ کیلوں میں۔ اور لمبے سایوں میں اور بہتے پانی (آبشاروں) میں۔''[1]

مزید فرمایا:

﴿ ذَوَاتَاۤ اَفۡنَانٍ ۞ ﴾

''(وہ) دونوں بہت زیادہ شاخوں والے ہیں۔''[2]

اور فرمایا:

[1] الواقعة 56:27-31. [2] الرحمٰن 55:48.

﴿ فِيهِمَا فَٰكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۝ ﴾

''ان دونوں میں لذیذ پھل ہوں گے اور کھجوریں اور انار بھی۔''[1]

جنت کے درخت بہت بڑے ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ شتر سوار اُس کے سائے میں سو برس چلے تو بھی اُسے طے نہ کر پائے۔'' چاہو تو یہ آیت

پڑھ لو: ﴿ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۝ ﴾ ''اور لمبے سایوں میں۔''[2]

صحابیِ رسول براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ آیت پڑھی:

﴿ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ ﴾

''اور اس (جنت) کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور اس کے (پھلوں کے) گچھے

[1] الرحمٰن 55:68. [2] صحيح البخاري، حديث:4881.

ان کے تابع فرمان بنا دیے جائیں گے۔"[1]

اور حاضرین سے فرمایا: "اہلِ جنت کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے اور لیٹے لیٹے جس طرح چاہیں گے، جنت کے پھل کھائیں گے۔"[2]

جنت کے پھل بہت زیادہ، بہت بڑے بڑے، بے پناہ خوش ذائقہ اور نہایت خوشنما ہوں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ ﴾

"اور وافر پھلوں میں۔ جو نہ تو کبھی ختم ہوں گے اور نہ ممنوع۔"[3]

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نمازِ کسوف پڑھا رہے تھے۔ نماز اختتام پذیر ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: "سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں۔ یہ کسی کے مرنے یا زندہ ہونے پر نہیں گہناتے۔ آپ جب اِن کا گہن دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجیے۔"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے تھوڑا آگے بڑھے، آپ نے اپنا ہاتھ بھی بڑھایا، گویا کوئی شے پکڑنا چاہتے ہیں۔ پھر آپ پیچھے ہٹ آئے۔"

فرمایا: "میں نے جنت دیکھی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک خوشہ پکڑنا چاہا تھا۔ اگر میں اُسے پکڑ لیتا تو آپ رہتی دنیا تک اُس میں سے کھاتے رہتے (اور وہ ختم نہ ہوتا۔)"[4]

[1] الدهر 14:76. [2] البعث والنشور للبيهقي، حديث: 273، و صحيح الترغيب و الترهيب، حديث: 3734. [3] الواقعة 32:56، 33. [4] صحيح البخاري، حديث: 1052، و صحيح مسلم، حديث: 907.

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ترانے اہل جنت کی زبانوں پر یوں بے ساختہ جاری ہوں گے جیسے آدمی بے ساختہ طور پر سانس لیتا ہے۔ وہ کھائیں گے، پئیں گے لیکن اُنھیں بول و براز کرنے کی حاجت نہیں ہوگی۔ ارشادِ نبوی ہے: ''اہلِ جنت، جنت میں کھائیں گے، پئیں گے لیکن اُنھیں ناک جھاڑنے اور بول و براز کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کھانے کے بعد اُنھیں بس ایک عنبریں ڈکار آئے گی۔ حمد و ثنا اُن کی زبانوں پر یوں (بے ساختہ) جاری کی جائے گی جیسے اُنھیں (بے ساختہ طور پر) سانس فراہم کی جائے گی۔''[1]

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اُن کی زبانوں پر بے ساختہ جاری رہے گی۔ وہ اُن کی فطرت میں شامل ہوگی۔ جس طرح وہ فطری طور پر سانس لیں گے، اُسی طرح وہ فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے۔ اُس کے لیے اُنھیں اپنے معمولات معطل کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ یوں بے ساختہ تسبیح کریں گے جیسے دنیا میں بے ساختہ سانس لیتے تھے۔ یوں وہ ہر دم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔

اہلِ جنت کی پہلی ضیافت

صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں نے قبولِ اسلام کا ارادہ کرلیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: ''جو چاہے، پوچھیے۔'' عرض کیا: ''اہلِ جنت کی پہلی ضیافت کیا ہوگی؟'' فرمایا: ''مچھلی کے جگر کا اضافی ٹکڑا۔''[2]

مچھلی کے جگر کا اضافی ٹکڑا نہایت اچھا اور لذیذ ہوتا ہے۔

اِس سلسلے میں دوسری روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اُنھوں نے بتایا کہ میں

[1] صحيح مسلم، حديث: 2835. [2] صحيح البخاري، حديث: 3938، و مسند أحمد: 189/3.

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ یہود کا ایک عالم آیا اور بولا: «یَامُحَمَّدُ! سَلَامٌ عَلَیْكَ» میں پاس ہی کھڑا تھا۔ میں نے اُسے اِس زور کا دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا۔ وہ بولا: ''دھکے کیوں دیتے ہو؟'' میں نے کہا: ''یا رسول اللہ کیوں نہیں کہتے؟'' وہ بولا: ''ہم تو انھیں اُس نام سے پکارتے ہیں جو ان کے گھر والوں نے رکھا تھا۔'' اِس پر رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا: ''میرا نام محمد ہے۔ یہ نام میرے گھر والوں نے رکھا تھا۔'' یہودی عالم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: ''میں آپ سے کچھ پوچھنے آیا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری کہی ہوئی بات آپ کو فائدہ پہنچائے گی کیا؟'' وہ بولا: ''میں بغور سنوں گا۔'' رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ آپ نے اُس سے زمین کو کریدا اور کہا: ''پوچھیے۔''

یہودی عالم نے عرض کیا: ''جس روز زمین و آسمان کو تبدیل کر دیا جائے گا، لوگ کہاں ہوں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ پُل سے پہلے تاریکی میں ہوں گے۔'' اُس نے پوچھا: ''سب سے پہلے پُل کون عبور کرے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''فقرائے مہاجرین۔'' اُس نے عرض کیا: ''لوگ جب جنت میں داخل ہوں گے تو اُنھیں کیا تحفہ دیا جائے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مچھلی کے جگر کا اضافی ٹکڑا۔'' اُس نے پوچھا: ''اِس کے بعد اُن کی کیا ضیافت کی جائے گی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُن کے لیے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا تھا۔'' یہودی عالم نے پوچھا: ''کھانے کے ساتھ اُنھیں پینے کو کیا پیش کیا جائے گا؟'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اُنھیں جنت کے ایک چشمے کا پانی پینے کو دیا جائے گا جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔'' یہودی عالم نے کہا: ''آپ نے بالکل درست فرمایا۔''[1]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 315.

فقرائے مہاجرین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنھوں نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کردیا تھا۔ یوں انھوں نے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں راہِ خدا میں ہجرت کی سعادت حاصل کی تھی۔

مچھلی کا گوشت یوں تو تمام کا تمام ہی نہایت عمدہ اور نفع بخش ہوتا ہے، تاہم مچھلی کے جگر کا اضافی ٹکڑا بہت سے دیگر فوائد کا بھی حامل ہے جنھیں جدید سائنس نے تحقیقات کے بعد ثابت کیا ہے۔ یہ دل کو تقویت دیتا اور اُس کے افعال میں بہتری لاتا ہے۔ جوڑوں کے دائمی درد کو کم کرتا اور جلد کی سوزش دور کرتا ہے۔ نیز یہ دماغ کو بھی بہت تقویت پہنچاتا ہے۔

کھانے پینے کی اشیاء کے حاصل کرنے میں اہلِ جنت کو کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جنتی، جنت میں کوئی پرندہ دیکھے گا اور اُسے کھانا چاہے گا تو وہ پرندہ بھنا بھنایا اُس کے سامنے آجائے گا۔ [1]

جنت کے پھلوں کی ایک خاص بات یہ ہوگی کہ وہ بظاہر ایک سے ہوں گے لیکن اُن کے ذائقے جدا جدا ہوں گے۔ پہلی دفعہ جو پھل کھایا تھا، دوسری دفعہ وہی پھل کھانے پر مختلف ذائقہ آئے گا جو پہلے سے زیادہ لذیذ ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

”اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دیجیے جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے، یقیناً ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب بھی انھیں اس

[1] (ضعيف) مسند البزار: 401/5، حديث: 2032، والسلسلة الضعيفة، حديث: 6784.

میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا تھا اور ان کو اس سے ملتا جلتا (پھل بھی) دیا جائے گا اور ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔"[1]

جنتی درختوں کے پھل اور جنتی اشیائے خور و نوش کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ نہ اُن میں کبھی کمی آئے گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ۝ ﴾

"جس جنت کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا، اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اس کے پھل اور اس کے سائے دائمی ہیں۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہوئے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔"[2]

اور فرمایا:

﴿ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝ ﴾

"بے شک یہ ہمارا رزق (عطیہ) ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔"[3]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جنت کی بیش بہا نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

[1] البقرة 2:25۔ [2] الرعد 13:35۔ [3] صٓ 38:54۔

جنت کے مشروبات

یہ تو تھا جنت کے کھانوں اور جنتی پھلوں کا ذکر۔ ذیل میں جنتی مشروبات کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

اہلِ جنت کو پینے کے لیے جو پاکیزہ شراب دی جائے گی، اُس میں دو اشیاء کی آمیزش ہوگی، کافور اور ادرک۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝﴾

''بے شک نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور کی ملاوٹ ہوگی (وہ) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور (جدھر چاہیں گے) اس کو آسانی سے بہالے جائیں گے۔'' [1]

اور فرمایا:

﴿ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝﴾

''اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی ملاوٹ ہوگی۔ (یہ) جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کا نام دیا گیا ہے۔'' [2]

[1] الدھر 76:5، 6. [2] الدھر 76:17، 18.

کافور میں ٹھنڈک اور خوشبو پائی جاتی ہے جبکہ ادرک میں حرارت اور خوشبو کا امتزاج ملتا ہے۔ یوں دو مشروب تیار ہوں گے۔ اُن میں سے ایک تاثیر کے لحاظ سے بارد (ٹھنڈا) ہوگا اور دوسرا حارّ (گرم)۔ جنتی شراب نہایت پاکیزہ ہوگی اور وہ پینے والے کو بھی جسمانی و روحانی پاکیزگی عطا کرے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جنتی کو شراب کا جام پیش کیا جائے گا، وہ اپنی اہلیہ کے پاس بیٹھا ہوگا۔ جامِ جم نوشِ جاں کر کے وہ اپنی اہلیہ کی طرف دیکھے گا اور کہے گا: ''تم مجھے پہلے سے ستر گنا زیادہ حسین لگ رہی ہو۔'' [1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جنتی، جنت میں شراب پینا چاہے گا تو شراب کی

صراحی آپ ہی آپ اُس کے پاس چلی آئے گی۔ جب وہ شراب پی چکے گا تو صراحی اپنی جگہ لوٹ جائے گی۔ [2]

[1] مصنف ابن أبي شيبة: 13/108، حديث: 35126، والمستدرك للحاكم: 4/592. [2] صحيح الترغيب و الترهيب، حديث: 3738.

جنت کے چشمے

یہ شراب جنت کے چشموں سے بھری جائے گی۔ حسن و جمالِ جنت کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُس میں چشمے نکالے ہیں۔ ارشاد ہوا:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ ﴾

''بلاشبہ متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ جو کچھ ان کا رب انھیں دے گا، وہ اسے لے رہے ہوں گے۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔ وہ رات کو بہت ہی تھوڑا سوتے تھے۔ اور وہ سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے۔ اور ان کے مالوں میں سوالی اور محروم (نہ مانگنے والے) شخص کا حق (حصہ) ہوتا تھا۔''[1]

[1] الذّٰریٰت 51:15-19.

جنت کے بعض چشموں کے نام بھی بتائے گئے ہیں۔ فرمایا:

﴿ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ ﴾

"(یہ) جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کا نام دیا گیا ہے۔"[1]

سلسبیل کا لفظ سلاست سے ماخوذ ہے جس کے معنی عربی میں روانی کے ہیں۔

جنتی چشموں کی ایک خاص بات یہ ہوگی کہ آدمی اُن میں سے نالی نکال کر اُسے اپنے ساتھ جہاں چاہے، لے جاسکے گا۔ آدمی جہاں جائے گا، وہ نالی اُس کے ساتھ ساتھ چلتی جائے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ ﴾

"(وہ) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور (جدھر چاہیں گے) اس کو آسانی سے بہالے جائیں گے۔"[2]

اِنھی چشموں سے پھر آگے نہریں چلیں گی۔

جنت کی نہریں

جنت میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی نہریں جاری کی ہیں۔ اُس کا ارشاد ہے:

﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

"اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دیجیے جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے، یقیناً ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب بھی انھیں اس

[1] الدهر 76:18. [2] الدهر 76:6.

میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا تھا اور ان کو اس سے ملتا جلتا (پھل بھی) دیا جائے گا اور ان کے

لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔''[1]

اور فرمایا:

﴿ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾

''(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا میں تمھیں ان سے بہتر چیز بتاؤں؟ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور انھیں اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور اللہ اپنے بندوں پر خوب نظر رکھنے والا ہے۔''[2]

یوں وہ حقیقی نہریں ہیں۔ وہ نہریں جنتی محلات تلے بہیں گی۔ جنتی بالا خانوں کے بیچوں

[1] البقرة 2:25. [2] آل عمرٰن 3:15.

بیچ گزریں گی۔ باغات کے حُسن و جمال میں اضافہ کریں گی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ ۝ ﴾

''اور (ہردم) بہتے پانی (کی آبشاروں) میں۔''[1]

مطلب یہ کہ وہ نہریں نالوں اور نہری راستوں کی قید سے آزاد ہوں گی اور جنت میں ہر طرف نہایت سبک روی سے بہیں گی۔ جنت میں متعدد طرح کی نہریں ہوں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ فِیۡهَاۤ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ غَیۡرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ یَتَغَیَّرۡ طَعۡمُهٗ ۚ وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیۡنَ ۬ۚ وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَ لَهُمۡ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ؕ کَمَنۡ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوۡا مَآءً حَمِیۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ ۝ ﴾

''اس جنت کی صفت جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں (ایسے) پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ (کبھی) تبدیل نہ ہوا ہوگا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور وہاں ان (متقین) کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔ (کیا یہ لوگ) ان لوگوں کے مانند ہو سکتے ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور انھیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا؟''[2]

[1] الواقعة 56:31. [2] محمد 47:15.

یہاں اللہ تعالیٰ نے اِن چار اصناف کی جنتی نہروں کا تذکرہ فرمایا اور دنیا میں اِن چاروں اصناف میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اُنھیں جنتی اصناف کے لیے ممنوع قرار دیا۔ دنیاوی دودھ خراب ہوکر کھٹا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جنتی دودھ کا ذائقہ نہیں بدلے گا۔ دنیاوی پانی تادیر کھڑا رہے تو باسی ہو جاتا ہے، اُس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اِس لیے فرمایا کہ جنت کا پانی باسی ہوکر بدبو نہیں اختیار کرے گا۔ دنیاوی شراب بدذائقہ و بدبودار ہونے کے ساتھ ساتھ عقل کی بھی دشمن ہوتی ہے۔ جنتی شراب ایسی نہیں ہوگی۔ وہ نہایت خوش ذائقہ ہونے کے ساتھ ساتھ عقل کو بھی بڑھائے گی۔ دنیا کا شہد جب چھتے سے اتارا جاتا ہے تو اُس کی صفائی ستھرائی برقرار نہیں رہتی۔ چھتے میں سے تنکے اُس میں شامل ہوکر اُسے آلودہ کر دیتے ہیں۔ جنتی شہد کے لیے فرمایا کہ وہ مصفّٰی ہوگا، یعنی بالکل صاف ستھرا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نشانی ہے کہ جنت میں اُس نے اُن اصناف کی نہریں جاری فرمادی ہیں جن کی نہروں کا دنیا میں کوئی تصور نہیں۔ یہ بھی نہایت عجیب بات ہے کہ وہ نہریں نالوں اور نہری راستوں کی قید سے آزاد ہوں گی۔ مطلب یہ کہ نہریں تو بہتی نظر آئیں گی لیکن نہری راستہ کہیں دکھائی نہیں دے گا۔

جنت کی نہریں بالائی جنت سے زیریں جنت کی طرف بہیں گی۔ ارشادِ نبوی ہے: ’’جنت میں سو درجات ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ہر دو درجات کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ اِس لیے جب آپ اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو اُس سے جنت الفردوس مانگیے۔ جنت الفردوس درمیانی اور بلند ترین جنت ہے۔ اُس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔ جنت کی نہریں اُسی جنت میں سے پھوٹتی ہیں۔‘‘[1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 2790.

دنیا میں جنت کے چار دریا

دنیا کے چار دریاؤں کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ جنت کے دریا ہیں۔
ارشادِ نبوی ہے: ''سَیحان، جَیحان، فرات اور نیل، یہ چاروں جنت کے دریا ہیں۔''[1]

دریائے سیحان آرمینیا (ایشیائے کوچک) کے پہاڑوں سے نکلتا اور جنوب کی طرف بہتا ہوا اذنہ کے قریب سے گزرتا ہے۔ مرسین کے قریب یہ دریا بحر متوسط میں جا گرتا ہے۔ دریائے جیحان، البستان کے قریب واقع پانی کے ایک بڑے سرچشمے سے نکلتا اور مصیصہ کے قرب و جوار میں، کلیکیا کے میدانوں میں بہتا ہے۔ ایاس کے قریب یہ دریا خلیج اسکندرون میں جا گرتا ہے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ سیحان و جیحان اور سیحون و جیحون چار الگ الگ دریا ہیں۔ سیحان و جیحان جنتی دریا ہیں جو بلادِ آرمن میں بہتے ہیں۔ جیحان، مصیصہ کا دریا ہے جبکہ سیحان اذنہ کا دریا ہے۔ یہ دونوں دریا بہت بڑے ہیں۔ سیحان کے مقابلے میں جیحان زیادہ بڑا دریا ہے۔ جوہری کا یہ کہنا درست نہیں کہ دریائے جیحان، شام میں بہتا ہے۔ حازمی نے لکھا ہے کہ سیحان، مصیصہ کے قریب ایک دریا ہے۔ نہایۃ الغریب نامی کتاب کے مصنف نے لکھا ہے کہ سیحان و جیحان، مصیصہ اور طرطوس کے بڑے بڑے شہروں کے پاس بہتے ہیں۔ ان تمام جغرافیہ دانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جیحون، جیحان، سیحون اور سیحان چار الگ الگ دریا ہیں۔ دریائے نیل دنیا کا سب سے طویل دریا ہے۔ اس کی لمبائی کم و بیش 6700 کلومیٹر ہے۔ یہ دریائے برونڈی اور روانڈا کے علاقے میں دریائے کا گیرا کی شکل میں نکلتا ہے۔ جنوب سے شمال کی طرف بہتا ہوا دریائے نیل شمالی مصر میں ڈیلٹا بنا کر بحیرۂ

[1] صحیح مسلم، حدیث: 3839.

روم میں آ گرتا ہے۔ نو افریقی ممالک دریائے نیل کے طاس میں واقع ہیں: کانگو، برونڈی، روانڈا، تنزانیہ، کینیا، یوگنڈا، سوڈان، ایتھوپیا اور مصر۔ دریائے فرات ترکی سے نکلتا ہے اور سوریہ (شام) وعراق میں سے بہتا ہوا دریائے دجلہ سے آملتا ہے۔ پھر ان دونوں دریاؤں کا

پانی شط العرب کی صورت اختیار کر کے خلیج عربی میں آ گرتا ہے۔ دریائے فرات کی لمبائی 2700 کلومیٹر ہے اور یہ دریا 444000 مربع کلومیٹر کے علاقے کو سیراب کرتا ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا: ''سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے جنت کے چار دریا نکلتے ہیں: نیل، فرات، سیحان اور جیحان۔''[1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6510، و صحيح مسلم، حديث: 164.

اشکال

یہ چاروں دریا تو دنیا میں بہتے ہیں، پھر یہ جنت کے دریا کیسے ہوئے؟

رفعِ اشکال

مطلب یہ ہے کہ اِن چاروں دریاؤں کا سرچشمہ جنت میں ہے۔ دریاؤں اور ندی نالوں کا پانی زیادہ تر بارش کا پانی ہوتا ہے جو آسمان سے اترتا ہے اور وہی پانی دریاؤں میں بہتا اور جھیلوں کو بھرتا ہے۔ اِسی طرح اِن چار دریاؤں کو جنت کے چار دریاؤں سے پانی ملتا ہے۔

دریائے کوثر، جنت کا سب سے بڑا دریا

کوثر کا لفظ کثرت سے ماخوذ ہے۔ یہ مبالغے کا صیغہ ہے جس کے معنی بہت زیادہ کے ہیں۔ بعض احادیث میں دریائے کوثر اور حوضِ (کوثر) کے ملتے جلتے اوصاف بیان ہوئے ہیں جس سے بعض اہلِ علم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن مجید میں جس کوثر کا تذکرہ ہوا ہے، اس سے مراد حوضِ کوثر ہے۔ مجھے جو بات زیادہ واضح معلوم ہوئی، وہ یہ ہے کہ حوض (جسے اردو میں حوضِ کوثر کہتے ہیں) میدانِ محشر میں واقع ہوگا۔ دریائے کوثر جنت میں واقع ہے۔ حوضِ کوثر اور دریائے کوثر کا باہمی تعلق یہ ہے کہ دریائے کوثر، حوض کو پانی فراہم کرے گا۔ یوں حوضِ کوثر، دریائے کوثر کی ایک شاخ ہوگی۔ شاید اِسی لیے اِن دونوں کے اوصاف ملتے جلتے ہیں۔

دریائے کوثر

دنیاوی دریاؤں کے دونوں کناروں پر عموماً پتھر پڑے دکھائی دیتے ہیں۔ دریائے کوثر کے دونوں کناروں پر پتھروں کے بجائے جا بجا بڑے بڑے خول دار موتی پڑے ہوں گے۔

ارشادِ نبوی ہے: ''میں جنت میں گھوم رہا تھا کہ ایک دریا سامنے آیا۔ اُس کے کنارے خول دار موتی کے خیموں سے بنائے گئے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا: ''جبریل! یہ کیا ہے؟'' جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اُن کا اشارہ اِس فرمانِ الٰہی کی طرف تھا:

﴿ اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۝ ﴾

''(اے نبی!) یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔''[1]

پھر جبریل علیہ السلام نے دریا کے پیندے میں ہاتھ مارا اور کستوری نکالی۔''[2]

مطلب یہ کہ دریائے کوثر کی مٹی کستوری ہے۔ دنیاوی دریاؤں کی طرح اُس کی زمین مٹی اور ریت کی نہیں بنی۔ وہ کستوری کی بنی ہے۔

دریائے کوثر کی زمین پر پتھر کنکر نہیں ہوں گے۔ اُن کے بجائے ہیرے، جواہر اور

[1] الكوثر 1:108. [2] صحيح البخاري، حديث:6581، و جامع الترمذي، حديث:3360.

یاقوت و مرجان دریا میں ہر طرف پھیلے ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''دریائے کوثر جو جنت میں ہے، اُس کے کنارے سونے کے ہیں۔ اُس کا پانی یاقوت اور موتی جواہر پر بہتا ہے۔ اُس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اُس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔'' [1]

دریائے کوثر پر جو پرندے منڈلاتے ہوں گے، وہ بڑے خوبصورت، بڑے دلکش اور بہت بڑے ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوثر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ایک دریا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا۔ اُس کے اوپر اڑنے والے پرندوں کی گردنیں ایسی ہیں جیسے اونٹوں کی گردنیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول اٹھے: ''وہ پرندے تو بڑے آسودہ حال ہوں گے۔'' اِس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اُن کے کھانے والے اُن سے بھی زیادہ آسودہ حال ہوں گے۔'' [2]

چنانچہ اہلِ جنت دریائے کوثر کے کنارے موتی کے خیموں میں بیٹھ کر اُن پرندوں کا بھنا ہوا لذیذ گوشت تناول کیا کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دریا ہے جس کے کناروں پر (جابجا) موتی کے خیمے نصب ہیں۔ میں نے پانی کے بہاؤ میں ہاتھ ڈالا تو نہایت عمدہ کستوری ہاتھ آئی۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ جبریل! یہ کیسا دریا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔'' [3]

[1] جامع الترمذي، حديث: 3361، و سنن ابن ماجه، حديث: 4334. [2] جامع الترمذي، حديث: 2542. [3] صحيح البخاري، حديث: 4964 و 6581، و مسند أحمد: 103/3.

ہمارے نبی کریم ﷺ اِسی کوثر سے پانی نوش فرمایا کریں گے۔ آپ کی امت بھی وہیں سے پانی پیا کرے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دریائے کوثر کے کناروں پر اکٹھا کرے۔ آمین، ثم آمین۔

جنتی برتن

برتن خوشنما اور جاذب نظر ہوں تو کھانے پینے کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ جنت کی طرح جنت کے برتن بھی بے مثال ہوں گے۔

وہ برتن اٹھانے کے لیے اُن کے پاس نہیں جانا پڑے گا بلکہ وہ برتن خود اہلِ جنت کے پاس آئیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

”ان پر سونے کی رکابیوں اور ساغروں کے دور چل رہے ہوں گے اور اس (جنت) میں جس شے کو ان کے دل چاہیں گے اور (ان کی) آنکھیں متلذذ ہوں گی (وہ موجود ہوگی) اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔“[1]

[1] الزخرف 71:43.

جنتی برتن سونے، چاندی اور کانچ کے ہوں گے۔ اُن میں پینے کے لیے ساغر، صراحیاں اور کھانے کے لیے چھوٹی بڑی پلیٹیں شامل ہوں گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ ﴾

''اور ان پر چاندی کے برتن اور شیشے کے ساغر پھرائے جائیں گے، شیشے بھی چاندی (کی قسم) کے، (ساقی) انھیں ٹھیک اندازے سے بھریں گے۔'' [1]

ارشادِ نبوی ہے: ''حریر و دیباج (ریشم) نہ پہنو۔ سونے چاندی کے برتوں میں نہ کھاؤ پیو۔ دنیا میں یہ برتن کافروں کے لیے ہیں اور ہمارے لیے یہ برتن آخرت میں ہیں۔'' [2]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''جو آدمی چاندی کے برتن میں پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں نارِ جہنم بھرتا ہے۔'' [3]

اہلِ جنت کا لباس

اچھا لباس آدمی کے وقار اور حسن و جمال میں اضافہ کرتا ہے۔ اہلِ جنت کے بدن بڑے خوبصورت ہوں گے۔ اُن پر جب جنت کا لباس سجے گا تو اُن کی خوبصورتی میں بے پناہ اضافہ ہو جائے گا۔ قرآنِ مجید کے مطابق اہلِ جنت کا لباس نہایت خوشنما، نہایت جاذبِ نظر، نہایت نرم و ملائم اور نہایت اچھا ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ ﴾

[1] الدهر 76:15، 16. [2] صحيح البخاري، حديث: 5633، و صحيح مسلم، حديث: 2067.
[3] صحيح البخاري، حديث: 5634، و صحيح مسلم، حديث: 2065.

"بے شک متقین سکھ چین کی جگہ ہوں گے۔ باغات اور چشموں میں۔ وہ باریک اور موٹا ریشم پہنیں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔"[1]

یوں اہلِ جنت نہایت سرسبز و شاداب باغات میں آرام دہ صوفوں پر تشریف فرما ہوں گے۔ باغات میں نہریں بہتی ہوں گی۔ فضاؤں میں پرندے چہچہاتے، اڑتے پھرتے ہوں گے۔ اہلِ جنت کے بدن پر سبز حریری لباس ہوگا اور وہ آمنے سامنے بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف ہوں گے۔ پاس ہی طشتریوں میں پرندوں کا بھنا ہوا گوشت دھرا ہوگا۔ جنتی شراب کے ساغر چھلکتے ہوں گے۔ جنتی پھل وافر مقدار میں موجود ہوگا۔ جنتی خادم بھاگ بھاگ کر اُن کی فرمائشیں پوری کریں گے۔ سبحان اللہ۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝ ﴾

"انھی لوگوں کے لیے ابدی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہاں انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، وہاں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا اچھا بدلہ ہے اور وہ اچھی آرام گاہ ہے!"[2]

اور فرمایا:

﴿ جَنَّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ ﴾

[1] الدخان 44:51-53. [2] الکہف 18:31.

''ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، وہاں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔'' [1]

جنتی لباس سندس، استبرق اور حریر کا ہوگا۔ یہ تینوں ریشم کی عمدہ ترین اقسام ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اپنے دل کو اور اپنے اصحاب کے قلوب کو ہمیشہ جنت اور اُس کی نعمتوں سے وابستہ کیے رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ ﷺ کو ایک حریری جبہ تحفے میں دیا۔ صحابہ اُسے ہاتھوں میں لے کر دیکھنے اور اُس کی ملائمت پر حیرت کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا آپ کو اِس کی ملائمت پر تعجب ہوتا ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''جی ہاں، اے اللہ کے رسول!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت میں سعد کے رومال اِس جبے سے بہتر ہیں۔'' [2]

سعد سے مراد یہاں صحابی رسول حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوۂ خندق کے بعد شہادت پا گئے تھے۔

جنتی لباس کبھی پرانا یا بوسیدہ نہیں ہوگا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی جنت میں چلا جائے گا، وہ ہمیشہ خوشحال رہے گی۔ وہ کبھی بدحالی کا شکار نہیں ہوگا۔ اُس کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے۔ اُس کی جوانی ماند نہیں پڑے گی۔'' [3]

جنتی بچھونے

جنتی بچھونے نہایت نرم و ملائم، نہایت خوشنما اور خوب موٹے اور بلند ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے اِس آیت: ﴿ وَ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۞﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''اُن کی

[1] فاطر 35:33. [2] صحیح البخاري، حدیث:3802، و صحیح مسلم، حدیث:2468.
[3] صحیح مسلم، حدیث:2836.

بلندی اتنی ہوگی جتنا آسمان وزمین کا درمیانی فاصلہ ہے۔“ [1]

اُن بچھونوں کے اندرونی میٹریل کی عمدگی کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ ﴾

”(اہل جنت) ایسی مسندوں پر تکیے لگائے (بیٹھے) ہوں گے جن کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے اوران دونوں باغوں کے پھل قریب ہی ہوں گے۔“ [2]

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اندرونی عمدگی کا یہ حال ہے تو بیرونی پوشش کی عمدگی کا اندازہ خود کرلو۔“ [3]

مطلب یہ کہ دنیا میں ایسے سامان کے لیے عام طور پر ظاہری آرائش کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اندرونی طور پر ہلکا میٹریل استعمال کیا جاتا ہے۔ جنت کے بچھونے جب اندر سے اتنے بیش قیمت ہوں گے تو اوپری پوشش بھی یقیناً بے نظیر ہوگی۔

[1] (ضعيف) جامع الترمذي، حديث: 3294، و مسند أحمد: 75/3. [2] الرحمٰن 54:55.
[3] المستدرك للحاكم: 268/3.

جنت میں اہل ایمان کے بچے

مسلمانوں کے وہ بچے جو بلوغت سے پہلے وفات پا گئے ہیں، اللہ تعالیٰ اُنھیں جنت میں اُن کے والدین سے ملا دے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اتَّبَعَتۡہُمۡ ذُرِّیَّتُہُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِہِمۡ ذُرِّیَّتَہُمۡ وَ مَاۤ اَلَتۡنٰہُمۡ مِّنۡ عَمَلِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ کُلُّ امۡرِیًٴۢ بِمَا کَسَبَ رَہِیۡنٌ ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان سے ملا دیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی ہے۔''[1]

آیت میں ﴿وَمَاۤ اَلَتۡنٰہُمۡ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کا اجر و ثواب کم نہیں کرے گا، نہ اُن کا درجہ گھٹائے گا بلکہ بچوں کے درجات بلند کر کے اُنھیں والدین کے درجے تک پہنچائے گا۔ صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اِس آیت: ﴿کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ رَہِیۡنَۃٌ ۙ اِلَّاۤ اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ ۙ﴾ (المدثر 39,38:74)

''ہر نفس اپنی کمائی کے بدلے میں گروی ہے۔ مگر دائیں ہاتھ والے۔'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''اِن سے مراد مسلمانوں کے بچے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کے مرہونِ منت نہیں

[1] الطور 21:52.

ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں اُن کے والدین سے ملا دے گا۔"[1]

ارشادِ نبوی ہے: "جن مسلمان والدین کی تین نابالغ اولادیں وفات پا گئیں، اللہ تعالیٰ اُنھیں اور اُن کی اولاد کو اپنے خاص فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا۔ اُن کے بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے: "ہمارے والدین تو آ جائیں۔ ہمارے والدین تو آ جائیں۔ ہمارے والدین تو آ جائیں۔"

تب اُن سے کہا جائے گا: "تم اور تمھارے والدین جنت میں داخل ہو جاؤ۔"[2]

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت دیکھیے کہ ماں کے پیٹ سے ساقط ہونے والا جنین بھی قیامت کے روز ماں کی نجات کا باعث بن جائے گا۔ ارشادِ نبوی ہے: "جن مسلمان والدین کی تین نابالغ اولادیں وفات پا گئیں، اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے

[1] مصنف ابن أبي شيبة: 285/13، والمستدرك للحاكم: 507/2. [2] مسند أحمد: 510/2.

اُنھیں جنت میں داخل کرے گا۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! اور دو اولادیں بھی؟ فرمایا: ''اور دو اولادیں بھی۔'' پھر انھوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ایک اولاد بھی؟'' فرمایا: ''ایک اولاد بھی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''ساقط بچہ اپنی ماں کو اپنی آنول نال کے ساتھ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔''[1]

وضاحت طلب مسئلہ

اہل ایمان کے جو بچے وفات پا چکے ہیں، وہ اس وقت کہاں ہیں؟

جواب

اہل ایمان کے جو بچے وفات پا چکے ہیں، وہ اس وقت جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر کفالت پرورش پا رہے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے: ''مسلمانوں کی اولادیں جنت میں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام ان کی کفالت کرتے ہیں۔''[2]

[1] صحيح البخاري، حديث: 1248، و المعجم الكبير للطبراني: 146/20، حديث: 300.

[2] مسند أحمد: 326/2، و المستدرك للحاكم: 370/2.

اہل جنت کی اکثریت

جنت میں اکثریت ان لوگوں کی ہوگی جو دنیا میں کمزور سمجھتے جاتے تھے۔ جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا تھا۔ جو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے تھے۔ دنیاوی معاملات میں کوئی ان کی مدد کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا۔ ارشادِ نبوی ہے: ''کیا میں تمھیں اہل جنت کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر کمزور، نرم دل آدمی، جو اللہ تعالیٰ پر کوئی قسم ڈال دے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کر دیتا ہے (وہ جنت میں جائے گا)۔''

پھر فرمایا: ''کیا میں تمھیں اہل جہنم کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر بد مزاج، تنگ دل، حریص اور مغرور آدمی (جہنمی ہے)۔'' [1]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''میں جنت کے دروازے پر ٹھہرا۔ (میں نے دیکھا کہ) اس میں زیادہ تر غریب غرباء داخل ہوئے جبکہ روپے پیسے والوں کو حساب کے لیے روک لیا گیا، البتہ جہنم والوں کو جہنم کی طرف بھیج دیا گیا۔'' [2]

ایک اور روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں اکثریت غریب غرباء کی ہے۔'' [3]

[1] صحيح البخاري، حديث:6071، و صحيح مسلم، حديث: 2853. [2] صحيح البخاري، حديث: 5196. [3] صحيح البخاري، حديث:3241، و صحيح مسلم، حديث:2737.

وضاحت طلب مسئلہ

جنت میں اکثریت کن کی ہے، مردوں کی یا عورتوں کی؟

جواب

یہ بات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک محفل میں زیرِ بحث آئی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ کیا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: ''جنت میں لوگوں کا جو پہلا گروہ داخل ہوگا، ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ ان کے بعد لوگوں کا جو گروہ جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے آسمان کے چمکیلے تاروں کی مانند دمکتے ہوں گے۔ ان میں سے ہر مرد کی دو بیویاں ہوں گی جن کے بدن کی شفافیت کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی پنڈلیوں کا مغز گوشت میں سے دکھائی دے گا۔ جنت میں کوئی مرد بنا بیوی کے نہیں ہوگا۔''[1]

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جنت میں عورتیں، مردوں کے مقابلے میں دوگنا ہوں گی۔

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2834.

آئندہ یہ بات بھی بیان کی جائے گی کہ جو نیک عورتیں جنت میں داخل ہوں گی، انھیں حورانِ جنت سے زیادہ نعمتیں عطا کی جائیں گی۔

اشکال

اس روایت سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ جنت میں عورتوں کی اکثریت ہوگی جبکہ ایک اور روایت کے مطابق جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہوگی۔ ان دونوں روایات میں مطابقت پیدا کرنے کی کیا صورت ہے؟

رفع اشکال

دراصل دنیا میں عورتوں کی مجموعی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق قرب قیامت میں پچاس پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ عصرِ حاضر میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آرہی ہے۔ دنیا کے تمام ممالک میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں برابر بڑھ رہی ہے۔ بعض ممالک میں تو یہ تعداد پانچ گنا تک بڑھ چکی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر پانچ عورتوں کے مقابلے میں صرف ایک مرد ہے۔ یوں دنیا کے نصف مرد اور دنیا کی نصف عورتیں اگر جنت میں گئیں تو جنت میں یقیناً عورتوں کی تعداد ہی زیادہ ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دنیا میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اسی طرح دنیا کے چوتھائی مرد اور دنیا کی چوتھائی عورتیں جہنم میں گئیں تو جہنم میں بھی عورتوں کی تعداد ہی زیادہ ہوگی کیونکہ دنیا میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یوں وہ روایت جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہوگی، اس سے عورت ذات کی مذمت کا مفہوم نہیں نکلتا۔

حاصل کلام

''دنیا میں روپیہ پیسہ اکٹھا کر لینا کامیابی کی علامت نہیں کیونکہ روپے پیسے والوں کو حساب کے لیے روک لیا جائے گا۔''

جنت میں امت محمدیہ کی تعداد

امت محمدیہ کی بہت بڑی تعداد جنت میں جائے گی۔ فرمان نبوی ہے: ''تمام امتیں میرے سامنے لائی گئیں۔ ایک نبی گزرا، اس کے ہمراہ اس کی امت بھی گزری۔ پھر ایک اور نبی گزرا، اس کے ہمراہ دو چار افراد ہی تھے۔ ایک اور نبی گزرا، اس کے ہمراہ پانچ افراد تھے۔ ایک اور نبی گزرا، اس کے ہمراہ دس افراد تھے۔ ایک نبی کے ساتھ تو صرف ایک پیرو کار تھا۔ پھر میں نے ایک طرف دیکھا تو لوگوں کی بڑی تعداد نظر آئی، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا یہ میری امت ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں، افق کی طرف دیکھیے۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو لوگوں کی بڑی تعداد نظر آئی، انھوں نے کہا کہ یہ رہی آپ کی امت۔ آگے آگے وہ ستر ہزار افراد ہیں جو بنا حساب کے جنت میں جائیں گے۔ میں نے وجہ پوچھی تو وہ بولے کہ یہ لوگ بدن کو داغ نہیں لگاتے۔ دم نہیں کراتے۔ بدشگونی نہیں لیتے اور صرف اپنے رب تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہیں۔'' [1]

''بدن کو داغ نہیں لگاتے۔'' مطلب یہ کہ علاج کی غرض سے بدن کو گرم لوہے سے نہیں داغتے۔ یہ طریقۂ علاج اُن دنوں عرب میں رائج تھا۔

''دم نہیں کراتے۔'' مطلب یہ کہ کسی سے دم کرنے کو نہیں کہتے۔ خود ہی دم کر لیتے ہیں یا

[1] صحيح البخاري، حديث:6541، و صحيح مسلم، حديث:220.

پھر صبر کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو مخاطب کر کے نبی کریم ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''قیامت کے روز

اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ان میں اسی صفیں آپ کی ہوں گی۔'' [1]

ایک اور روز فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بہت امید ہے کہ آپ اہل جنت کی کل تعداد کا چوتھائی ہوں گے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مارے خوشی کے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ آپ اہلِ جنت کی کل تعداد کا تہائی ہوں گے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ آپ اہل جنت کی کل تعداد کا نصف ہوں گے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔آپ نے مزید فرمایا: ''دوسری تمام امتوں کے مقابلے میں آپ کی تعداد اتنی ہے جیسے سفید بیل کے بدن پر ایک سیاہ بال ہو یا جیسے سیاہ بیل کے بدن پر ایک

[1] مصنف ابن أبي شيبة: 471/11.

سفید بال ہو۔'' [1]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''میں جنت میں پہلا سفارش کنندہ ہوں گا۔ جس قدر میری تصدیق کی گئی اس قدر کسی اور نبی کی تصدیق نہیں کی گئی۔ ایک نبی تو ایسا بھی ہے جس کی تصدیق صرف ایک آدمی نے کی۔'' [2]

''جس قدر میری تصدیق کی گئی اس قدر کسی اور نبی کی تصدیق نہیں کی گئی۔'' مطلب یہ کہ جتنے پیروکار میرے ہیں، اتنے کسی اور نبی کے نہیں۔

اہم نکتہ: امت محمدیہ کی کثرت کا سبب!

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی مدت تبلیغ دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے مقابلے میں زیادہ نہیں۔ دوسری امتوں کی تعداد بھی کچھ ایسی کم نہ تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ﴾

''(منافقو!) تم ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے کہیں زبردست اور مال و اولاد میں کہیں زیادہ تھے۔'' [3]

تاہم میری دانست میں امت محمدیہ کی کثرت کا سبب وہ دائمی معجزہ ہے جو اس امت کو قرآن مجید کی صورت میں عطا کیا گیا ہے۔ قرآن مجید، کلام الٰہی جو عقل انسانی کو مخاطب کرتا، قلوب انسانی کو گرفتارِ فصاحت کرتا اور انھیں عجیب طرح سے متاثر کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ ایسا عطا کیا گیا تھا جسے دیکھ کر لوگ ایمان لے آتے تھے۔ مجھے وحی کی صورت میں معجزہ عطا کیا گیا، اس لیے مجھے امید ہے کہ روزِ قیامت دیگر انبیاء کے مقابلے میں میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔'' [4]

[1] صحيح البخاري، حديث: 3348، و صحيح مسلم، حديث: 221. [2] صحيح مسلم، حديث: 196. [3] التوبة 69:9. [4] صحيح البخاري، حديث: 4981، و صحيح مسلم، حديث: 152.

اہل جنت کے خادم

جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت وہاں کے خادم ہوں گے۔ وہ نہایت خوش شکل اور روشن چہرہ لڑکے بالے ہوں گے۔ وہ اہل جنت کی خدمت کے لیے مقرر کیے جائیں گے۔ وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ بڑے یا بوڑھے نہیں ہوں گے۔ نہ ان کے حسن و جمال میں کوئی فرق آئے گا۔ ان کے چہرے کی خوشنمائی کا یہ عالم ہوگا کہ وہ جنت میں چلتے پھرتے سیپ کے موتی معلوم ہوں گے۔ سیپ کے وہ موتی جو دھوپ اور ہوا کے اثر سے محفوظ، نہایت صاف اور چمکدار رنگ نکالتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ ﴾

"اور ان (کی خدمت) کے لیے ان کے آس پاس نوعمر لڑکے پھر رہے ہوں گے (ایسے حسین) جیسے وہ چھپا کر رکھے گئے موتی ہیں۔"[1]

وضاحت طلب مسئلہ

خدام اہل جنت کی تعداد کیا ہے؟

[1] الطور 52:24.

جواب

خدام اہل جنت کثیر تعداد میں ہوں گے۔ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''ہر جنتی کی خدمت کے لیے ایک ہزار خادم دوڑتے پھریں گے۔ ان میں سے ہر خادم خاص ایک کام پر مامور ہوگا۔ دوسرا خادم اس پر مامور نہیں ہوگا (وہ دوسرا کام انجام دے گا۔ مقصود یہ ہے کہ اہل جنت کے خدام بکثرت ہوں گے۔ ایک ہی خادم کئی کئی کام نہیں کرے گا بلکہ ہر کام کے لیے ایک خادمِ خاص مقرر ہوگا۔)''[1]

[1] الزهد لابن المبارك، حديث: 1580، و صفة الجنة لأبی نعيم، حديث: 354.

اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے جنت بنائی ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَعَدَاللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور سدا بہار باغوں میں پاکیزہ محلات کا (وعدہ ہے) اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑھ کر (نعمت) ہوگی، یہی عظیم کامیابی ہے۔''[1]

جس طرح جنتی مرد حسن و جمال میں اپنی مثال آپ ہوں گے، اسی طرح جنتی عورتیں بھی حسن و جمال میں یگانہ ہوں گی۔جنتی عورتیں دو طرح کی ہوں گی: ایک تو وہ دنیاوی عورتیں جو جنت میں جانے کی سعادت حاصل کریں گی اور دوسری حوران جنت۔حسن و جمال کے لحاظ سے جنت کی دنیاوی عورتیں حوران جنت کے مقابلے میں فائق ہوں گی۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! دنیاوی جنتی عورتیں زیادہ افضل ہیں یا حوران جنت؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] التوبة 72:9.

''دنیاوی جنتی عورتیں حوران جنت سے بہتر ہیں، بالکل اسی طرح جیسے اوپر کا لباس نیچے کے لباس سے بہتر ہوتا ہے۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یارسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے چہرے روشن کردے گا اور انھیں ریشمی لباس پہنائے گا۔ وہ سبز کپڑے زیب تن کیے سونے کے زیور پہنے نہایت سپید رو ہوں گی۔ موتی ان کے آتش دان ہوں گے۔ وہ سونے کی کنگھیاں استعمال کریں گی۔ وہ کہیں گی کہ ہم ہمیشہ زندہ رہیں گی اور ہمیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ ہم ہمیشہ خوشحال رہیں گی اور کبھی بدحالی کا شکار نہیں ہوں گی۔ ہم یہاں قیام پذیر رہیں گی اور یہاں سے کبھی کوچ نہیں

کریں گی۔ ہم ہمیشہ راضی رہیں گی اور کبھی ناراضی نہیں ہوں گی۔ مبارک ہو اسے جس کے لیے ہم ہیں اور جو ہمارے لیے ہے۔'' [1]

[1] (ضعيف) المعجم الكبير للطبراني: 369/23، حديث: 870.

اب بے مثال جنتی عورتوں کے چند اوصاف ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

نہایت خوبصورت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝﴾

''اور ہم غَزال چشم (بڑی بڑی آنکھوں والی) حوروں کو ان کی بیویاں بنا دیں گے۔'' [1]

عربی میں ایسی نو جوان، خوبصورت عورت کو حور کہتے ہیں جس کا حسن و جمال دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔ عین سے مراد ہے: موٹی موٹی سیاہ بادامی آنکھوں والی۔

بھرپور جوان

جنتی عورتیں بھرپور جوانی کے عالم میں ہوں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝﴾

''بلاشبہ ہم ان (کی بیویوں) کو ایک نئے سرے سے ہی پیدا کریں گے۔ پس ہم انھیں کنواریاں بنائیں گے۔ من موہنی، ہم عمر۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔'' [2]

یوں اللہ تعالیٰ دنیا کی جنتی عورتوں کو حیات نو عطا فرمائے گا جس سے وہ بھرپور جوان ہو جائیں گی اور ان کے تمام عیب دور ہو جائیں گے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک انصاری بڑھیا خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔''

[1] الدخان 44:54. [2] الواقعة 56:35-38.

نبی کریم ﷺ نے مزاحاً فرمایا: ''کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔''
آپ ﷺ کی یہ بات سن کر بڑھیا پریشان ہوئی اور چلی گئی۔ آپ بھی نماز کے لیے چلے گئے۔ واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''آپ کی بات مجھ پر بھی بہت شاق گزری ہے۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بات تو کچھ ایسی ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب بڑھیاؤں کو جنت میں داخل کرے گا تو انھیں بھرپور جوان کر دے گا۔''
لوگوں نے جب آپ کا یہ ارشادِ گرامی اس بڑھیا کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوئی اور اس کی تمام پریشانی دور ہوگئی۔ [1]

ماہواری سے پاک

جنتی عورتیں ماہواری سے پاک ہوں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّهُمۡ فِيهَآ أَزۡوَٰجٞ مُّطَهَّرَةٞ ﴾

''وہاں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔'' [2]
بول و براز کرنے کی حاجت نہیں پڑے گی۔ نہ انھیں ناک جھاڑنے کی ضرورت معلوم ہوگی، نہ کھنکھارنے کی۔ وہ بری عادات اور اخلاقِ رذیلہ سے بھی پاک ہوں گی۔

شوہروں پر جان چھڑکنے والی عورتیں

جنتی عورتیں اپنے شوہروں سے بے حد محبت کریں گی۔ انھیں اپنے شوہروں سے زیادہ خوبصورت اور کوئی دکھائی نہیں دے گا۔ کوئی عورت اپنے شوہر کو چھوڑ کر کسی اور مرد کو نہیں دیکھے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] صفة الجنة لأبي نعيم، حديث: 416، والمعجم الأوسط للطبراني: 255/6، حديث: 5541. [2] النسآء 57:4.

﴿ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴾

''اوران کے پاس ہوں گی نیچی نگاہ والی،غزال چشم (خوبصورت موٹی آنکھوں والی حوریں)۔''[1]

گداز بدن

جنتی عورتوں کے بدن بے حد گداز اور ملائم،اعضائے بدن نہایت متناسب اور پُرکشش ہوں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴾

''اوراُبھرے ہوئے پستانوں والی نوجوان ہم عمر عورتیں۔''[2]

نہایت خوش مزاج عورتیں

جنتی عورتیں نہایت خوش مزاج ہوں گی۔وہ اپنے شوہروں سے بہت اچھا سلوک کریں گی۔ان سے نہایت نرمی سے پیش آئیں گی۔درشتی اور تنگدلی ان میں نہیں ہوگی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴾

''من موہنی،ہم عمر۔''[3]

کنواری عورتیں

جنتی عورتیں کنواری ہوں گی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ ﴾

[1] الصّٰفّٰت 37:48. [2] النبا 78:33. [3] الواقعة 56:37.

''ان میں جھکی نظروں والی (شرمیلی اور باحیا حوریں) ہوں گی، ان سے پہلے انھیں کسی انسان اور کسی جن نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا۔'' [1]

موتی کی طرح صاف بدن

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴾

''گویا وہ ہیرے اور موتی (مونگے) ہیں۔'' [2]

یعنی جنتی عورتوں کے بدن ہیرے جواہر کی طرح صاف شفاف اور چمکدار ہوں گے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کے بدن کی شفافیت کا یہ عالم ہوگا کہ پنڈلی کے گوشت میں سے ہڈی کا گودا دکھائی دے گا۔'' [3]

[1] الرحمٰن 55:56. [2] الرحمٰن 55:58. [3] صحيح البخاري، حديث:3246، و صحيح مسلم، حديث:2834.

خوش اخلاق عورتیں

اللہ تعالیٰ نے جنتی عورتوں کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ ایک تو وہ بہت خوبصورت ہیں، دوسرے ان کی عادات و خصائل بھی نہایت اچھی ہوں گی اور وہ بہت خوش اخلاق ہیں۔ اس کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فِيهِنَّ خَيْرَٰتٌ حِسَانٌ ﴾

''ان (سب باغوں) میں خوب سیرت (اور) خوب صورت عورتیں ہیں۔''[1]

آئینہ چہرے

جنتی عورتوں کے چہرے بڑے روشن اور آئینے کی طرح صاف ہوں گے۔ ارشاد نبوی ہے: ''کوئی جنتی عورت زمین کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو زمین و آسمان کے درمیان ہر طرف روشنی چھا جائے اور چار دانگ عالم جگمگا اٹھے۔ ہر طرف خوشبو پھیل جائے۔ جنتی عورت کا دوپٹا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔''[2]

[1] الرحمٰن 55:70. [2] صحیح البخاري، حديث: 2796.

آپ ﷺ نے اس آیت: ﴿ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَ الْمَرْجَانُ ۝ ﴾ (الرحمٰن 58:55.)

''گویا وہ ہیرے اور موتی (مونگے) ہیں۔'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''جنتی مرد اپنی جنتی اہلیہ کے رخسار میں اپنا چہرہ آئینے کے مقابلے میں زیادہ صاف طور پر دیکھے گا۔ جنتی عورت کے زیور میں ادنیٰ موتی ایسا آبدار ہوگا کہ اس کی تابناکی سے مشرق و مغرب روشن ہو جائیں۔ جنتی عورت کے بدن پر ستر کپڑے ہوں گے۔ اس کے شوہر کی نظر ان کپڑوں میں سے گزرے گی اور وہ اس کی پنڈلی کا گودا تک دیکھ پائے گا۔'' [1]

دنیا و آخرت میں میاں بیوی

دنیا کے وہ میاں بیوی جو نیک اطوار ہوں گے اور ایک دوسرے سے محبت کرتے رہے ہوں گے، اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں بھی اکٹھا کر دے گا اور جنت میں بھی وہ دونوں دنیا کی طرح میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے۔ جنت میں شوہر کے درجات بلند ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی اہلیہ کے درجات بھی اتنے ہی بلند کر دے گا۔ اور اہلیہ کے درجات بلند ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے اس کے شوہر کے درجات بلند کر کے اسے بھی اس کی اہلیہ کے برابر پہنچا دے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ ﴾

''جو کہ ہمیشہ کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو ان کے باپ دادا

[1] (ضعيف) المستدرك للحاكم: 122/1، حديث: 3774، وضعيف الترغيب و الترهيب، حديث: 2223.

اوران کی بیویوں اوران کی اولاد میں سے صالح ہوئے۔اورفرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔ (اورکہیں گے:) تم پر سلام ہو،اس لیے کہ تم نے صبر کیا،لہٰذا آخرت کا گھر بہت خوب ہے۔"[1]

یوں اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان رشتے داروں کو جنت میں اکٹھا ہونے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ فرشتے انھیں امن وسلامتی کی خوشخبری سنائیں گے۔اورانھیں مبارکباد دیں گے۔

اہلِ جنت کی مصروفیت

جنت میں داخل ہونے کے بعد اہل جنت نئی نئی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے میں مصروف رہیں گےاوروہ بے پناہ خوش ہوں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ ۝ هُمۡ وَ اَزۡوَاجُهُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ عَلَی الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ ۝﴾

"بے شک اہل جنت آج ایک شغل میں خوش وخرم ہوں گے۔وہ اوران کی بیویاں سایوں میں تختوں پرٹیک لگائے ہوں گے۔"[2]

اورفرمایا:

﴿ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ۝ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ اَنۡتُمۡ وَ اَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ۝﴾

"(یعنی) جولوگ ہماری آیات پر ایمان لائے اوروہ فرماں بردار تھے۔تم جنت میں داخل ہوجاؤ،تم اورتمھاری بیویاں خوش حال ہوگے۔"[3]

[1] الرعد 13:23، 24۔ [2] یٰسٓ 36:55، 56۔ [3] الزخرف 43:69، 70۔

اشکال

ابھی ہم نے یہ ذکر کیا کہ دنیا میں جو مسلمان مرد و عورت میاں بیوی ہوں گے، آخرت میں بھی وہ میاں بیوی کی حیثیت سے جنت میں رہیں گے۔ سوال یہ ہے کہ دنیا میں جس عورت کی زندگی میں یکے بعد دیگرے دو یا دو سے زیادہ شوہر آئے تھے، آخرت میں اسے کس شوہر کا ساتھ ملے گا؟

رفع اشکال

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہی سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا جس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسے یہ اختیار دیا جائے گا کہ اس کے ساتھ رہتے ہوئے جس شوہر کا اخلاق سب سے اچھا تھا، وہ اسے چن لے۔ چنانچہ اس عورت کو اسی شوہر کا ساتھ ملے گا جو اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے زندگی گزارتا رہا تھا۔ بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: ''ام سلمہ! دنیا و آخرت کی بھلائیاں حسنِ اخلاق کے حصے میں آئی ہیں۔''[1]

[1] (ضعیف) المعجم الکبیر للطبراني: 369/23، حدیث: 870، و ضعیف الترغیب و الترهیب، حدیث: 2330.

جنت کا بازار

جنت میں اہل جنت کی دلچسپی کے ان گنت سامان مہیا کیے جائیں گے۔ اہل جنت نت نئی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ جنت کا بازار ان میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہوگا۔ یہ بازار جمعے کے جمعے آراستہ کیا جائے گا۔ اہل جنت بازار کی سیر کے لیے جائیں گے۔ ادھر شمالی ہوا چلے گی جو ارض جنت کی کستوری اڑا اڑا کر ان کے چہروں پر نچھاور کرے گی۔ یوں ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جایا کرے گا۔ بازار جنت میں جنتی اللہ تعالیٰ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کریں گے۔ بازار ہی میں اہل جنت کی باہمی ملاقاتیں بھی ہوں گی۔ بازار جنت میں خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ اہل جنت کو بازار کی جو چیزیں پسند آئیں گی، وہ ان کے لیے بازار میں سے لے لی جائیں گی اور ان کی کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑے گی۔ ارشاد نبوی ہے: ''جنت میں ایک بازار بھی سجے گا جس کی سیر کے لیے اہل جنت ہر جمعے کو آیا کریں گے۔ اتنے میں بادِ شمال چلے گی جو ارض جنت کی کستوری اڑا اڑا کر ان کے چہروں اور کپڑوں پر نچھاور کرے گی۔ تب ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا۔ وہ جب اہل خانہ کے ہاں واپس آئیں گے تو اہل خانہ ان سے کہیں گے کہ واللہ! آپ کے تو حسن و جمال میں اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ بھی اہل خانہ سے کہیں گے کہ واللہ! آپ کے بھی حسن و جمال میں

اضافہ ہوگیا ہے۔" [1]

اس سلسلے کی ایک اور روایت معروف تابعی حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی ہے۔ انھیں ایک روز صحابیِ رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو باتوں کے دوران میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور

تمھیں بازارِ جنت میں اکٹھا کرے۔" ابن مسیّب رحمہ اللہ نے قدرے حیران ہوکر پوچھا کہ کیا جنت میں بازار بھی ہوگا؟ اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا کہ "اہل جنت جب جنت میں جائیں گے تو وہاں اپنے اعمال کے لحاظ سے مختلف درجات پر فائز ہوں گے۔ دنیا کے ایام میں یوم جمعہ کے بقدر ایک وقت میں انھیں اجازت دی جائے گی جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنا عرش

[1] صحیح مسلم، حدیث: 2833.

ان کے سامنے ظاہر کرے گا اور جنت کے ایک باغ میں ان کے سامنے جلوہ افروز ہوگا۔ اہل جنت کے لیے نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زبرجد کے منبر، سونے کے منبر اور چاندی کے منبر نصب کیے جائیں گے۔ ان میں سے ادنی افراد کستوری اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے، تاہم ان میں کوئی بھی گھٹیا یا نیچا نہیں ہوگا۔ وہ کرسیوں پر بیٹھے اہل جنت کو خود سے بہتر نہیں سمجھیں گے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سورج کو دیکھنے میں اور چودھویں کی رات چاند کو دیکھنے میں تمھیں کچھ دشواری ہوتی ہے؟'' ہم نے عرض کیا کہ نہیں تو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی طرح تمھیں اپنے رب کو دیکھنے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ اس محفل کے تمام حاضرین سے اللہ تعالیٰ خود بات کرے گا۔ ایک ایک کو مخاطب کرے گا۔ ان میں سے ایک آدمی سے تو وہ یہ بھی کہے گا کہ اے فلاں! کیا تمھیں یاد ہے فلاں دن، جب تم نے فلاں کام کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے دنیا میں ارتکاب کردہ کچھ گناہ یاد دلائے گا۔ وہ آدمی عرض کرے گا: ''یارب! کیا تو نے مجھے معاف نہیں کر دیا؟'' رب تعالیٰ فرمائے گا کہ بالکل، معاف کر دیا ہے۔ میری ہمہ گیر مغفرت ہی کی بدولت تم اس درجے تک پہنچے ہو۔ ابھی یہ محفل جاری ہوگی کہ اہل جنت پر ایک بادل چھا جائے گا۔ وہ ان پر ایسی خوشبو برسائے گا جو انھوں نے اس سے پہلے کبھی نہ سونگھی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ''تمھارے اکرام کو میں نے جو کچھ تیار کر رکھا ہے، اس کی طرف بڑھو اور جو کچھ چاہتے ہو، لے لو۔'' تب ہم ایک بازار میں آئیں گے جسے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا۔ ویسا بازار نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے اس کے متعلق سنا، نہ دلوں میں اس کا خیال ہی گزرا۔ اس

بازار میں خرید و فروخت نہیں ہو گی۔ لیکن جو کچھ ہم چاہیں گے، ہمارے لیے اس بازار میں سے اٹھالیا جائے گا۔ اسی بازار میں اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ اونچے مرتبے والا ایک آدمی اپنے سے کم مرتبہ کو ملے گا اور ان میں کوئی نیچا نہیں ہو گا تو اس کا لباس فاخرانہ اسے پسند آئے گا۔ اِدھر اس کے دل میں آئی یہ بات ختم ہوگی، اُدھر اسے اس سے اچھا لباس پہنا دیا جائے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جنت میں کوئی جنتی غمگین نہیں ہو گا۔ بعد ازاں ہم اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئیں گے۔ ہماری اہلیائیں ہمیں دیکھ کر خوش آمدید کہیں گی۔ وہ کہیں گی کہ آپ جب یہاں سے گئے تھے تب تو آپ پر یہ حسن و جمال نہیں چھایا تھا، نہ ایسی عمدہ خوشبو ہی آتی تھی۔ لیکن اب تو آپ کا حسن و جمال بھی سوا ہے اور آپ میں سے پھوٹتی خوشبو بھی۔ اس پر وہ جواب دیں گے: یہ حسن و جمال تو ہم پر چھائے گا ہی اور یہ خوشبو ہم میں سے آئے گی ہی کیونکہ آج ہم اپنے رب تعالیٰ کی محفل میں شریک ہوئے تھے۔'' [1]

[1] (إسناده ضعيف) صحيح ابن حبان: 468/16، حديث: 7438، و جامع الترمذي، حديث: 2746.

میرا ایک ساتھی تھا

جنت میں جانے کے بعد اہل جنت خوشنما صوفوں پر اور دیدہ زیب قالینوں پر تکیہ لگائے جنتی پھلوں سے لطف اندوز ہوں گے اور خوش گپیوں میں مصروف رہا کریں گے۔ معمول کی محفلوں میں دنیا کی باتیں، دنیا کے معمولات اور دنیا کے دوست بھی زیرِ گفتگو آیا کریں گے۔ باتوں کے دوران میں ایک جنتی کو اپنا ایک دنیاوی ساتھی یاد آئے گا۔ وہ اپنے ہم نشینوں سے اس کے متعلق پوچھے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۞ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۞ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۞ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۞ ﴾

''وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم پوچھیں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا۔ جو کہتا تھا: کیا بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم (اٹھا کر) بدلہ دیے جائیں گے؟''[1]

[1] الصّٰفّٰت 37:50-53.

تبھی انھیں یہ اندازہ ہوگا کہ وہ آدمی ان کے ساتھ جنت میں نہیں آیا۔ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ چلو، جہنم میں جھانک کر دیکھتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قَالَ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ ۝ ﴾

''وہ (جنتی ساتھیوں سے) کہے گا: کیا تم (جہنم میں) جھانک کر دیکھو گے؟''[1]

چنانچہ جب وہ جہنم میں جھانکیں گے تو اس دنیاوی ہم نشین کو آگ میں جھلستا دیکھیں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیۡ سَوَآءِ الۡجَحِیۡمِ ﴾

''پھر وہ جھانکے گا تو اسے جہنم کے درمیان میں دیکھے گا۔''[2]

تبھی اس جنتی کا دل یہ سوچ کر خوشی سے جھوم اٹھے گا کہ اس نے اپنے دنیاوی ہم نشیں کی بات نہیں مانی تھی۔ یوں وہ گمراہی سے بچ گیا ورنہ آج وہ بھی ہلاکت میں پڑتا۔ وہ اس

[1] الصّٰفّٰت 54:37. [2] الصّٰفّٰت 55:37.

ہم نشیں کو ملامت کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ ﴾

''وہ (اس سے) کہے گا: اللہ کی قسم! یقیناً قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالتا۔ اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں ضرور حاضر کیے ہوؤں (مجرموں) میں ہوتا۔ (جنتی ساتھیوں سے کہے گا:) تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں، اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہوگا، بلاشبہ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ عمل کرنے والوں کو تو ایسی ہی (کامیابی) کے لیے عمل کرنے چاہئیں۔''[1]

پہلا اور آخری موقع

''زندگی ایک ہی مرتبہ ملتی ہے، اس لیے اسے بری صحبت میں ضائع مت کریے۔''

[1] الصّٰفّٰت 37:56-61.

دیدارِ الٰہی

دیدار باری تعالیٰ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ اہل جنت اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ﴾

''جن لوگوں نے نیک کام کیے، ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید (دیدارِ الٰہی) ہے۔'' [1]

آیت میں حسنیٰ سے مراد جنت اور زیادہ سے مراد رؤیت باری تعالیٰ ہے۔

[1] یونس 10:26.

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ ﴾

''اس دن (کئی) چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔''[1]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی رؤیت باری تعالیٰ کے بے حد مشتاق تھے۔ ایک مرتبہ چند صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم روز قیامت اپنے رب تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا چودھویں کی رات چاند دیکھنے میں آپ کو کچھ دشواری پیش آتی ہے؟'' صحابہ نے کہا کہ نہیں، اے اللہ کے رسول!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مطلع صاف ہو تو کیا آپ کو سورج دیکھنے میں کچھ دقت پیش آتی ہے؟'' انھوں نے کہا کہ نہیں، اے اللہ کے رسول!'' تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی طرح آپ اپنے رب کو بھی (واضح طور پر) دیکھیں گے۔''[2]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ''اور کچھ چاہیے؟'' اہل جنت عرض کریں گے: ''کیا تم نے ہمیں سرخرو نہیں کیا؟ کیا تم نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ (ہمیں اور کیا چاہیے!)'' اس پر حجاب اٹھا دیا جائے گا (اور اہل جنت اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے) تو اہلِ جنت کو سب سے پسندیدہ نعمت یہی عطا کی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔''

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

[1] القيٰمة 75:22، 23. [2] صحيح مسلم، حديث: 182.

''جن لوگوں نے نیک کام کیے، ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید (دیدارِ الٰہی) ہے اور ان کے چہروں کو سیاہی اور ذلت نہیں ڈھانپے گی، یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' [1]

دنیا میں جو مسلمان نماز کی پابندی کرتے تھے، قیامت کے روز وہی دیدار باری تعالیٰ کے سب سے زیادہ حقدار ہوں گے۔ صحابی رسول حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ چاند کی چودھویں رات تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا اور ہمیں مخاطب کر کے فرمایا: ''آپ اپنے رب کو بالکل واضح دیکھیں گے جس طرح آپ کو یہ چاند نظر آ رہا ہے اور اس کے دیکھنے میں آپ کو کچھ دشواری نہیں ہو رہی، اس لیے اگر آپ ایسا کر سکیں کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے کی نماز ہاتھ سے نہ جائے تو ایسا ضرور کیجیے۔'' [2]

ایک اور حدیث کے مطابق اعلیٰ ترین درجے پر فائز اہل جنت وہ ہوں گے جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا کریں گے۔'' [3]

[1] صيحح مسلم، حديث: 181. [2] صحيح البخاري، حديث: 554، و صحيح مسلم، حديث: 633 [3] (ضعيف) جامع الترمذي، حديث: 3330، و السلسلة الضعيفة، حديث: 1985.

اہل جنت کی آرزوئیں

جنت میں اہل جنت کی تمام آرزوئیں پوری کی جائیں گی۔ جنتی جس شے کی خواہش کرے گا وہ من وعن سامنے آجائے گی۔ ایک جنتی ایسا بھی ہوگا جو کھیتی کرنے کی خواہش ظاہر کرے گا۔ یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب تھے۔ ایک بدو بھی حاضر خدمت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک جنتی نے رب تعالیٰ سے کھیتی کرنے کی اجازت چاہی۔ رب تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ جو کچھ تم نے چاہا تھا، کیا وہ تمھیں نہیں ملا؟ جنتی بولا: ''ضرور ملا لیکن میں کھیتی کرنا چاہتا ہوں۔'' چنانچہ اس نے بیج بویا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کھیتی اگی اور پروان چڑھی، فصل پک کر تیار ہوئی اور کٹ کٹا کر غلے کے پہاڑوں جیسے ڈھیر بھی لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ''لے، ابن آدم! سنبھال اپنی کھیتی۔ تجھے تو کوئی شے سیر نہیں کرسکتی۔''

بدو نے جب یہ بات سنی تو بولا: ''اے اللہ کے رسول! واللہ! یہ تو کوئی قریشی یا انصاری ہی ہوگا کیونکہ یہی لوگ کھیتی کرتے ہیں۔ ہمارا تو کھیتی سے کوئی واسطہ نہیں۔'' اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔[1]

[1] صحيح البخاري، حديث:2348.

بعض جنتی اولاد کی خواہش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ آرزو بھی پوری کرے گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی اہلیاؤں کے حمل ٹھہرے گا اور اگلے ہی لمحے بنا کسی تکلیف اور درد کے بچہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ بچہ پل کی پل میں جوان بھی ہو جائے گا۔

ارشادِ نبوی ہے: ''اہلِ ایمان جب جنت میں اولاد کی آرزو کرے گا تو گھڑی بھر میں اس کی اہلیہ کے حمل ٹھہرے گا، وضع حمل ہوگا اور بچہ جوان ہو کر سامنے کھڑا ہوگا۔'' [1]

[1] صحيح ابن حبان: 417/16، حديث:7404، و جامع الترمذي، حديث:2663.

موت کا ذبح ہونا

یہ خیال آنا کہ نعمتیں زائل ہوجائیں گی، جوانی ڈھل جائے گی، بڑھاپا آجائے گا، قویٰ مضمحل ہوجائیں گے اور بالآخر موت آجائے گی، یہ خیالات دنیا میں بعض دفعہ آدمی کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں لیکن جنت میں چونکہ کبھی پریشانی نہیں آئے گی، اس لیے یہ تمام باتیں بھی وہاں پیش نہیں آئیں گی، نہ تو وہاں کی نعمتیں زائل ہوں گی، نہ جوانی ماند پڑے گی، نہ قوتیں کمزور ہوں گی اور نہ موت آئے گی۔ بس وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أُولَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَٰمِلِينَ ۝ ﴾

''وہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش اور جنت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ (ان باغوں) میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لیے (اللہ کے ہاں) اچھا اجر ہے۔''[1]

[1] آل عمرٰن 136:3.

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾

''پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور انھیں اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔''[1]

ارشادِ نبوی ہے: ''جو آدمی جنت میں چلا جائے گا، وہ اس میں زندہ رہے گا۔ اسے موت نہیں آئے گی۔ وہ ہمیشہ خوشحال اور فارغ البال رہے گا۔ بدحالی اس پر نہیں چھائے گی۔ نہ تو اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کی جوانی ماند پڑے گی۔''[2]

ایک اور موقع پر فرمایا: ''ایک پکارنے والا اہل جنت سے پکار کر کہے گا: ''تمھیں یہ نعمت میسر ہے کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تمھیں یہ نعمت بھی

[1] آل عمرٰن 3:15. [2] صحیح مسلم، حدیث: 2836.

میسر ہے کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ تمھیں یہ نعمت بھی میسر ہے کہ تم ہمیشہ جوان رہو گے۔ تم پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔ اور یہ نعمت بھی تمھیں میسر ہے کہ تم ہمیشہ خوشحال رہو گے اور کبھی بدحالی کا شکار نہیں ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے:

﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

''اور ان کے دلوں میں جو کینہ ہوگا، وہ ہم نکال پھینکیں گے، ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہ سیدھی راہ دکھائی اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی تو ہم ہرگز ایسے نہ تھے کہ ہدایت پاتے، بلاشبہ ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہ ہے وہ جنت جس کے تم ان اعمال کے بدلے وارث بنائے گئے ہو جو تم کرتے تھے۔''[1]

یوں جب اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے اور اہل جہنم، جہنم میں چلے جائیں گے تو ہمیشہ کے لیے موت کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ ارشاد نبوی ہے: ''جب اہل جہنم، جہنم میں اور اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے تو موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا: ''اے اہل جنت! اسے پہچانتے ہو؟'' اہل جنت ایڑیاں اٹھا کر، گردنیں لمبی کر کر دیکھیں گے۔ ان سبھی نے اسے دیکھ رکھا ہوگا۔ وہ کہیں گے: ''ہاں، یہ

[1] الأعراف 43:7، صحیح مسلم، حدیث: 2837.

موت ہے۔'' وہ پھر پکارے گا: ''اے اہل جہنم! اسے پہچانتے ہو؟'' وہ بھی ایڑیاں اٹھا کر اور گردنیں لمبی کر کر اسے دیکھیں گے۔ ان سب نے بھی اسے دیکھ رکھا ہوگا۔ وہ کہیں گے: ''ہاں۔ یہ موت ہے۔'' تب اس چتکبرے مینڈھے کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا جائے گا۔ وہ پکارنے والا پھر پکارے گا: ''اے اہل جنت! ہمیشہ کی زندگی ہے اور موت نہیں۔ اور اے اہل جہنم! ہمیشہ کی زندگی ہے اور موت نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے:

﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾

''اور آپ انھیں روزِ حسرت سے ڈرائیں جب ہر معاملے کا فیصلہ کیا جائے گا، جبکہ وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔''[1]

یوں اہل جنت اور اہل جہنم اپنی آنکھوں سے ذبح موت کا منظر دیکھیں گے۔

[1] مریم 19: 39، السنن الکبریٰ للنسائي: 10/168، حدیث: 11254، و مسند أحمد: 3/9.

اختتام

دنیا و آخرت کی سعادت مندی یہ ہے کہ آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے۔ اس کا فرمانبردار بن جائے اور اس کے حضور جھک جائے۔ یہی بات آدمی کو عبادت پر اور اللہ تعالیٰ کی محبت پر آمادہ کرتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنۡ هُوَ قٰنِتٌ اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَیَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝ ﴾

”کیا (یہ مشرک بہتر ہے یا وہ) جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے اور قیام کرتے ہوئے عبادت و فرماں برداری کرتا ہے، جبکہ وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے؟ کہہ دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟ بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔“ [1]

آخرت کا یقین اور اس کے حقائق کی معرفت، دین و ایمان پر ثابت قدمی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

اس کتاب کے لکھنے کا باعث بھی یہی ہے۔ اس سلسلے میں میری یہ کوشش رہی ہے کہ کتاب میں بیان کردہ تمام بنیادی دلائل قرآن و سنت سے ماخوذ ہوں۔ کتاب میں چونکہ زیادہ تر غیبی امور زیرِ بحث آئے ہیں جنھیں ہم نے دیکھا نہیں اور نہ ہم ان کی کوئی متعین تصویر پیش کر سکتے ہیں، اس لیے تصاویر کا انتخاب بالخصوص بڑا محنت طلب اور صبر آزما مرحلہ

[1] الزمر 9:39.

رہا۔اس کے باوجود ہم نے شرعی اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب تصاویر لانے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں یہ بھی خیال رکھا گیا ہے کہ کتاب کے طباعتی حسن و جمال میں فرق نہ آنے پائے۔اب کتاب جیسی بھی ہے، آپ کے سامنے ہے۔

یہ کتاب جن اہل علم کے زیرِ مطالعہ آنے کا شرف حاصل کرے گی، ان سے میری گزارش ہے کہ براہِ کرم کتاب کے متعلق مجھے اپنی قیمتی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے گا۔ اہلِ علم کے درمیان علم ہی کی تو رشتے داری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نافع بنائے اور جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے، ان کے مؤلفین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین!

اس سلسلے میں، میں جناب علی بن نایف شحود کی عمدہ تالیف «نعيم الجنة و عذاب النار في القرآن والسنة» کا ذکر کرنا نہیں بھولوں گا۔جنت اور جہنم کے ابواب میں، میں نے اس کتاب سے بے حد استفادہ کیا۔

ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی
پروفیسر عقیدۂ اسلامی، کنگ سعود یونیورسٹی
خطیب جامع مسجد بواردی
الریاض
رکن عالمی اتحاد برائے علمائے اسلام
الریاض سعودی عرب
9 ذی الحجہ 1432ھ بمطابق 5 نومبر 2011ء

بچہ ماں کے پیٹ میں کتنا خوش رہتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ بس یہی اندھیرے کی نگری میرا دائمی گھر ہے، اسے بالکل خبر نہیں ہوتی کہ اسے ایک ایسی دنیا میں جانا ہے جہاں سورج چمکتا ہے، ندیاں گنگناتی ہیں اور طرح طرح کے پھلوں کے باغات لہلہاتے ہیں۔ٹھیک یہی حال ان نادان انسانوں کا ہے جو اسی دنیا کو متاعِ زندگی سمجھتے ہیں اور آخرت سے بے خبر ہیں۔ انھیں اصل حقیقت اس وقت معلوم ہوگی جب وہ اس دنیا کے پیٹ سے منتقل ہو کر قبر کے پیٹ میں پہنچیں گے اور قبر کے پیٹ سے نکل کر حشر کے میدان میں جائیں گے، وہاں ایمان اور اچھے اعمال والوں کو جنت کے سدا بہار باغوں میں جاتا دیکھیں گے اور برے فکر و عمل کے لوگوں کو جہنم میں جلتا ہوا پائیں گے۔ اس وقت وہ بڑے افسوس سے ہاتھ ملیں گے کہ کاش! ہم دنیا میں ایمان اور نیک اعمال کی زندگی بسر کرتے تو آج جنت کے عظیم الشان محلات میں ہمیشہ مزے کرتے...... یہ کتاب عالم آخرت کی خبریں سنانے اور ہر انسان کو کفِ افسوس ملنے سے بچانے کے لیے لکھی گئی ہے۔اسے آج اور ابھی پڑھیے اور اس کی تعلیمات پر عمل کیجیے تاکہ آپ کل حشر کی ہلچل اور ہجوم میں سرخرو رہیں اور جنت میں جانے کے مستحق بن جائیں۔